ترجمہ

الصواعق الالھیۃ فی الرد علی الوھابیہ

تالیف

العالم العلامہ، النحریر الفہامہ، الشیخ سلیمان بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً جو کہ اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے متبعین کے رد میں ہے، کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر کرتے اور انہیں مشرک اور مرتد قرار دیتے ہیں

عاملھم اللہ یوم الجزاء بعدلہ لابلطفہ وفضلہ

مترجمہ

مجاہد ملت مخدوم علامہ الحاج مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی ناظمِ اعلیٰ موتمر علمائے پاکستان

تسہیل وتخریج وحواشی

حضرت علامہ مولانا ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی

سترہویں صدی عیسوی کا نیا

نجدی مذہب

ترجمہ

الصواعق الالھیہ فی الرد علی الوھابیہ

تالیف

العالم العلامہ، النحریر الفہامہ، الشیخ سلیمان بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالٰی رحمۃً واسعۃً جو کہ اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے متبعین کے رد میں ہے کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر کرتے اور انہیں مشرک اور مرتد قرار دیتے ہیں

عاملھم اللہ یوم الجزاء بعدلہٖ لابلطفہٖ وفضلہٖ

مترجمہ

مجاہد ملت مخدوم علامہ الحاج مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی ناظمِ اعلیٰ موتمر علمائے پاکستان

تسہیل وتخریج وحواشی

حضرت علامہ مولانا ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی

کتاب کا نام: نجدی مذہب

اشاعت اوّل: رجب ۱۴۳۷ھ

مصنف: الشیخ سلیمان بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ

مترجم: علامہ الحاج مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی

تسہیل وتخریج وحواشی: علامہ مولانا ابوتراب محمد ناصر الدین

کمپوزنگ: احمد گرافکس، کراچی

ملنے کا پتہ:

۱) مکتبہ قادریہ، یونیورسٹی روڈ، نزد عسکری پارک، کراچی

۲) مکتبہ برکاتیہ، نزد بہار شریعت مسجد، کراچی

۳) مکتبہ غوثیہ، نزد عسکری پارک، کراچی

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی خدمتِ دین کو اپنے پیارے "بابا" کے نام کرتا ہوں جن کی مُخلصانہ شفقتوں کے باعث مجھ جیسے نجانے کتنے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ کتنے گمراہوں کو راہِ حق ملی۔ جن کی بے مثال تعلیم و تربیت نے مجھ جیسے نجانے کتنوں کو خوابِ غفلت سے جگا کر کچھ کر گزرنے کے لائق بنایا۔ جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کے اجالے میں کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل بنایا۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ پیارے "بابا" کی مخلصانہ شفقتوں کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

خاکپائے امیر اہلسنت دامت برکاتھم العالیہ

ابوتراب ناصر الدین ناصر مدنی

تقریظِ جلیل

استاذ العلماء، فاضل جلیل، عالم نبیل، مجاہد اہل سنت، حضرت
علامہ پروفیسر محمد آصف خان علیمی قادری دامت برکاتہم العالیہ
(بانی: العلیم فاؤنڈیشن ٹرسٹ ومکتبہ علیمیہ کراچی)

الحمدللہ رب اللعالمین و الصّلاۃ و السّلام علی سید الانبیاء و المرسلین
امابعد فعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ O (سورۃ آل عمران، آیات ۱۹)

ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (کنز الایمان)

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ج وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ O
(سورۃ آل عمران، آیت ۸۵)

ترجمہ: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔ (کنز الایمان)

الحمد للہ علیٰ احسانہ وفضلہ وکرمہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ متذکرہ دونوں آیتوں میں اعلان فرمارہا ہے کہ "اسلام" کے سوا کوئی دین مقبول نہیں۔ جس طرح کسی باغ کے سر جھکا دینے اور دین مصطفیٰ ﷺ یا دینا براہیمی قبول کر لینے پر اسے عظیم خطاب مسلم کا اعزاز ملے گا، اسی طرح کسی (خدانخواستہ، العیاذ باللہ) مسلمان کہلائے جانے والے کے باغی یعنی دائرہ اسلام سے باہر ہو جانے کی صورت میں اسے شعری اصطلاح میں مرتد کہا جائے گا۔ ایسے باغیوں کی دو قسمیں ہیں:

(اول) بعض تو علی الاعلان ارتداد فی الدین کا مظاہرہ کرتے ہیں اور واقعتاً دین اسلام سے منحرف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات کے زمانہ میں فتنۂ ارتداد میں لوگ مبتلا ہوئے مثلاً "اسود عنسی" جھوٹا مدعیٔ نبوت (جو یمن میں ظاہر ہوا)، قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ کا ایک فرد "طلیحہ اسدی" جھوٹا مدعی نبوت، "مسلیمہ کذاب" (بنوحنیفہ کا ایک فرد) وغیرہ

کہ جن کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لیے سرکار دو عالم ﷺ نے اقدامات فرمائے لیکن فوراً ہی آپ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ کی منشاء کے مطابق اقدامات کے حتمی نتائج آپ کے خلیفہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حاصل کئے۔

دوسری قسم کا فتنہ ارتداد برپا کرنے والے بڑی خاموشی اور منظم پلاننگ کے ساتھ اسلام سے اپنا ناطہ توڑتے ہیں آقائے دو جہاں ﷺ کے حضور اپنے جھکے ہوئے سر کو اٹھا کر مال وزر کی چمک کے لالچ میں طاغوتی، استعماری قوتوں کے آگے اپنے سر جھکائے خود اپنا سودا کر لیتے ہیں اور پھر مغربی سامراجی (یہودی یا نصرانی) آقاؤں کی ہدایات پر ملتِ اسلامیہ کے سادہ لوح افراد کو گمراہ کرنے اور ورغلانے کے لئے اپنے اسلام کا ڈھنڈورا بھی پیٹتے رہتے ہیں، اپنا خطاب مسلم یا مومن بحال رکھنے پر مصر اور بضد ہوتے ہیں، ایسے شاطر مرتدین کا مقصد بس یہ ہوتا ہے کہ جو غلامی مصطفیٰ ﷺ کا پٹہ گلے میں ڈالے اور عشق مصطفیٰ ﷺ کے جذبہ سے سینہ کو معمور اور خود کو سرشار کئے ہوئے ہیں انہیں منتشر کر دیا جائے ان کا مجتمع شیرازہ بکھر جائے کہیں مغربی آقاؤں (یہودیوں ونصرانیوں) کے قصر ومحلات کو زیروزبر کرنے والا کوئی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اقوام یورپ کو لرزہ براندام کر دینے والا کوئی صلاح الدین ایوبی ان میں دوبارہ پیدا نہ ہو جائے۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبالؔ نے اسی جانب اشارہ کیا تھا ؎

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا　　روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دیکر فرنگی تخیلات　　اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

محترم قارئین! ذرا سنجیدگی سے غور کیجئے جب بعض مرتدین ایسے ہوں کہ فتنۂ ارتداد برپا کرنے کے باوجود اپنے خطاب مسلمان سے دستبردار نہ ہوں اور اسی طرح شعار مسلمین پر عامل بھی ہوں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ تو جو بازارِ طیبہ میں خود کو فروخت کر کے انمول بنا چکا ہو اس کا ان سے کیا تعلق؟ جو روزانہ ڈالروں اور ریالوں میں لندن و نیویارک کے بازاروں میں بکتے ہیں۔ پہلی قسم کا مرتد خطرناک نہیں کیونکہ وہ ''خطاب مسلمین'' سے دستبردار ہو گیا جبکہ دوسری قسم کے مرتدین زیادہ خطرناک ہیں، ان میں قادیانی، رافضی، وہابی، چکڑالوی، نیچری، دیوبندی اور

وغیرہ شامل ہیں۔

بارہویں صدی ہجری کے ربع آخر اور تیرھویں صدی کے نصف اول تک جب انگریزوں نے اکثر اسلامی ممالک پر اپنی شاطرانہ چالوں کے ذریعے قابض ہونے کا پروگرام ترتیب دیا تو جذبہ عشق رسول ﷺ کی حرارت کو سرد کرنے کے لیے نجد سے فتنہ وہابیت کا آغاز ہوا۔ اس فتنہ کے ظہور کی پیش گوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح فرمائی تھی ''نجد کی سرزمین زلزلوں اور فتنوں کی سرزمین ہے اور یہاں شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔'' (بخاری شریف، ج ۲)

اگر ہم تاریخ کے اوراق کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ جزیرۃ العرب (سعودی عرب) کے علاقے نجد میں بارہویں صدی ہجری میں اس فتنہ وہابیت نے ظہور کیا جس کا بانی شیخ محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان تھا، اپنے فرقے کی تبلیغ کے لیے اس نے کئی اسفار کئے ان اسفار کے دوران محمد بن عبدالوہاب نے لوگوں کے بعض عقائد و افکار کو موردِ تردید قرار دیا اور خانہ کعبہ کے طواف کے دوران مسلمانوں کے عبادتی اعمال، قبور کی زیارت، اولیاء سے توسل، شفاعت وغیرہ جیسے مسائل پر نکتہ چینی شروع کی۔ اپنے پیروکاروں کے علاوہ تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دے کر قتل کرنے اور ان کے مال و متاع کو لوٹنے کا فتویٰ دیا۔ جو خود اس کے والد عبدالوہاب اور مکۃ المکرمہ و مدینۃ المنورہ کے دیگر سنی علماء کے اختلاف کا باعث بنا۔ اس کے والد ماجد نے اس سے کہا کہ اس طرح کی انحرافی باتیں نہ کرے۔ انگریزوں کی سرپرستی میں اسے ایک ساتھی محمد بن سعود (جو درحقیقت حاجیوں کے قافلوں کو لوٹا کرتے تھے) مل گیا۔ دونوں نے مل کر حرمین طیبین کے سنی مسلمانوں کو شہید کیا، جبراً وہابی بنایا۔ حرمین طیبین کے تقدس کو پامال کیا، حرمین کے اماموں اور علماء حجاز کو بھی شہید کیا پھر جب یہ اپنی ضد پر قائم رہا تو اس کے والد اور بھائی (شیخ سلیمان بن عبدالوہاب) اس کے افکارِ باطلہ کے ساتھ مبارزے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ علامہ دحلان مکی اور سلیمان بن عبدالوہاب) نے دو کتابیں اس کے افکارِ باطلہ کے رد میں لکھیں ایک ''الصواعق الالٰھیۃ فی الرّد علی الوھابیۃ'' اور دوسری ''فصل الخطاب فی الرّد علی محمد بن عبدالوھاب۔'' امام و مدارسِ کعبہ علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ

اللہ علیہ، خود محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے والد اور بھائی بالترتیب شیخ عبدالوہاب اور سلیمان بن عبدالوہاب کے قتل کا حکم بھی دیا۔ یہ حضرات حجاز مقدس سے نکل گئے تو ان کا تعاقب بھی نجدی قاتلوں نے کیا۔ تفصیل کے لیے تاریخ نجد وحجاز (مصنف علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ) کا مطالعہ کیجئے۔

اس وقت ہمارے پیش نظر مذکورہ بالا پہلی کتاب ''الصواعق الإلهية فی الرّد علی الوهابية'' جس کا اردو ترجمہ حضرت مخدوم العلماء، علامہ الحاج مفتی غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ (ناظم اعلیٰ، مؤتمر علماء پاکستان) نے فرمایا اور ادارہ نعیمیہ رضویہ، سواداعظم، موچی گیٹ، لاہور سے ۱۳۸۴ھ میں شایع ہوا۔ اب محترم المقام عزیزم معروف مذہبی اسکالر اور محقق ومترجم علامہ محمد ناصر المدنی القادری (جن کی علمی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، عالم اسلام کا ایک خاص طبقہ آپ کی علمی وتحقیقی اور فکری گفتگو کا قدردان ہے، آپ) نے موجودہ حالات کے پیش نظر جو لوگ بہت تیزی سے بدمذہبیت، وہابیت ودیگر فرقہ باطلہ کی جانب گامزن ہے، ان کی اصلاح تربیت کے لیے مذکورہ بالا مشہور زمانہ کتاب کا جدید اسلوب کے ساتھ تحقیق وتخریج اور حاشیہ مرتب فرمایا جو کہ علمی وفکری اور اصلاح معاشرہ کے طور پر ایک بہترین علمی کاوش ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے پڑھنے والوں کو ایمانِ کامل کے ساتھ عملِ صالح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ساتھ ہی ساتھ حب رسول ﷺ، حب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حب اہل بیت کرام اور حب اولیاء اللہ سے سرشار کرے اور یہ بھی دعا ہے کہ وہ علامہ محمد ناصر المدنی القادری صاحب کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور انہیں صحت وسلامتی جان، مال وایمان کے دین اسلام کی مزید خدمت کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الامین ﷺ۔

طالب دعا وفلاح

پروفیسر محمد آصف خان علیمی قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ العلی الا علیٰ واصلی واسلموا صلی حبیبه الاولی والاعلی محمد المصطفیٰ المرتضیٰ الملنجی الاسنی وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعلی من والاہ واثنیٰ

پیش نظر کتاب "**الصواعق الالٰھیہ فی الردعلی الوھابیہ**" ہے، جسے حضرت علامہ یگانہ، فقیہ زمانہ، عالمِ باعمل، فاضلِ اکمل، زبدۃ الافاضل، فخر الاماثل حضرت مولانا الشیخ محمد سلیمان علی رحمۃ اللہ المنان نے تالیف فرمایا ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ بانی تحریکِ وہابیت ابنِ عبدالوہاب مجدی (۱) حقیقی برادرِ کبیر ہیں۔ شیخ کی ولادت ۱۶۹۱ء میں بمقام ریاض ہوئی۔ شیخ اپنے والد محترم شیخ عبدالوہاب کے سب سے پہلے لڑکے ہیں، بڑے ہی صالح، نیکوکار، خداترس اور حق شناس واقع ہوئے۔

آپ کا سب سے چھوٹا بھائی ابن عبدالوہاب نجدی جس کی ولادت ۱۷۰۳ء میں ہوئی اور جو آپ سے تقریباً بارہ برس چھوٹا تھا، بچپن ہی سے شریر و فسادی تھا۔ کئی بار والد نے مار کے گھر سے نکالا تھا، مگر یہ اپنا ڈھیٹ پنا نہ چھوڑتا تھا۔

جس زمانہ میں ترکی اور ایران کے مابین سازشی جنگیں جاری تھیں، یہ کسی خاص پروگرام کے ماتحت نادر شاہ درانی کے زمانہ میں ایران پہنچا، اور قم و اصفہان کے شیعی علما و مجتہدین سے تعلیم حاصل کرتا رہا۔ باوجود اس کے کہ نجد محروصہ ترکی تھا، لیکن یہ شخص ترکی حکومت کے بالمقابل، حکومت ایران پہنچ گیا۔ وہاں پر اس کا تعلیم پانا درحقیقت ایک خاص سازش کے ماتحت تھا۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہ عراق، شام اور بصرہ اور اس کے گردونواح میں گھومتا رہا۔ شام اور بصرہ ان دنوں مشرق میں آنے والے یورپین کارندوں کی خاص گزرگاہ تھی، ابن عبدالوہاب، وہاں پر مغربی سیاحوں اور عیسائی کارندوں سے ملتا رہا۔ اسی زمانہ میں ترکی کی سلطنت، فرانس

کے سیاسی اثر کے ماتحت آسٹریلیا اور روس سے برسرِ پیکار تھی۔ ان دنوں نہر سویز نہ تھی، اور مغربی کارندوں کے لیے بصرہ وشام خاص اہمیت رکھتے تھے۔

عین اس وقت فرانس میں عیسائی چند فرقوں میں بٹ رہے تھے اور نیا مذہب عیسائیوں میں بن رہا تھا، جس کا بانی جنرل ماتھر تھا، جو بعد کو "پروٹسٹنٹ" کے نام سے دنیا میں ظاہر ہوا، جو عیسائیوں میں ایسا ہی ہے، جیسا مسلمانوں میں "وہابی" فرقہ۔ (۲) بلکہ اسے اگر عیسائی وہابیت کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

نظریات وعقائد کے اعتبار سے نجادنہ اور پرٹسٹنٹ ایک ہی نظر آتے ہیں پھر جن دنوں جنرل ماتھر عیسائیوں میں اپنی تحریک جدید پرچار کررہا تھا۔ نجد سے تحریکِ وہابیت شروع ہوئی۔

ابن عبدالوہاب ان ہی دنوں مدینہ منورہ آیا اور مولانا محمد حیات صاحب سندھی کے حلقہ درس میں شامل ہوگیا۔ انہی دنوں اس نے الحادی عقائد اور نظریات کا اظہار شروع کیا، جس پر استاذِ محترم علامہ سندھی نے اسے نکال دیا۔

اور درحقیقت جنرل ماتھر کے مذہبِ جدید کے پیروکاروں سے اس کی جب ملاقات ہوئی، تو ابن عبدالوہاب نے نجد اور اس کے گردونواح میں وہابیت کی ترویج شروع کردی یہ فتنہ نجد میں پلتا رہا اور صادق ومصدوق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا۔

حضور اکرم سید عالم ﷺ جب حُنین کی غنیمتیں تقسیم فرما رہے تھے تو ایک شخص نجد کا رہنے والا ذوالخویصرہ کھڑا ہوا، اور نہایت ہی توہین آمیز لہجہ میں کہنے لگا "اِعْدِلْ یَا مُحَمَّد" حضرت فاروق اعظم اور حضرت خالد سیف الاسلام نے اجازت طلب کی، لیکن حضور اکرم سید عالم ﷺ نے دَعْهُ فَاِنَّ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ اَنَّ مُحَمَّدًا یَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ ارشاد فرما کر منع فرمایا۔ (۳)

پھر مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ ارشاد بھی فرمایا کہ ہے کوئی جو اسے قتل کرے جو مسجد میں ہے۔ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، پھر حضرت مولیٰ کائنات رضی اللہ عنہ باری باری سے اُٹھے، اور ارادۂ قتل کا اظہار فرمایا۔ پہلے دونوں بزرگوں کو حضور اکرم سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، تم قتل نہ کرسکو گے، اور آخرالذکر سید الاشجعین رضی

اللہ عنہ سے فرمایا ''اِنْ وَجَدْتَ'' حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واپس آکر اطلاع دی کہ وہ چلا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا اِن مَنْ ضِئْضِئِي هٰذَا الرَّجُلِ يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ ، اس آدمی کی نسل سے شیطان کا سینگ طلوع کریگا۔ (۴)

چنانچہ اسی ذوالخویصرہ کی اولاد میں اس ابن عبدالوہاب نجدی نے جنم لیا، اور اپنے ماں باپ، خاندان بلکہ تمام مسلمانانِ عالم کو اسلام سے خارج بتایا اور یہاں تک اپنے مذہب نامہذب میں غلو کیا کہ جو عورت اس کے ناپاک عقائد کو قبول کرتی، اس کے سر کے بال مُنڈواتا اور کہتا کہ یہ بال اس لیے منڈوا رہا ہوں کہ تیرے سر پر زمانہ شرک کے تھے، تاکہ آنکہ ایک عورت نے کہا کہ اچھا اگر عورتوں کے بال منڈانے اس لیے ضروری ہیں کہ بقول تیرے وہ زمانہ شرک کے بال ہیں، تو تو نے کسی مرد کی داڑھی کیوں نہ منڈوائی کہ وہ بھی زمانہ شرک کے بال تھے، تو یہ عورتوں کے بال منڈوانے سے باز آیا۔ (۵)

اس کے عقائد فاسدہ ونظائر کاسدہ کا رد بلیغ، اس کتاب میں اس کے حقیقی بھائی العلامۃ الفہامہ الشیخ سلیمان ابن عبدالوہاب نے کیا، اور اسکے بعد حضرت سراج العلما تاج الفقہاء زین الفضلاء الشیخ زین دحلان مکی قدس سرہٗ الملکی نے خوب رد کیا۔ (۶) اور ارشاد فرمایا حدیث پاک میں ہے ''اذاظھر الخبیث'' جب خبیث پیدا ہوگا تو شیخ نجدی ابن عبدالوہاب ۱۱۱۲ھ میں پیدا ہوا، اور ''خبیث'' کے عدد بھی ۱۱۱۲ ہیں، اور چورانوے برس زندہ رہ کر ۱۲۰۶ھ میں فوت ہوگیا۔ جن کی تاریخ حضرت ختام المحققین زین الکاملین زین دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے نکالی ''بداھلاک الخبیث'' (الدرالسنیہ)

اس نے جو کچھ کہا اسے اس کتاب میں الشیخ سلیمان ابن عبدالوہاب نے بیان کیا کہ ابن عبدالوہاب نجدی کے بھائی ہیں، بلکہ اس کا والد بھی اپنے سپوت کے ان وہابیانہ خیالات سے نالاں تھا۔ چنانچہ مسعود عالم ندوی اپنی کتاب ''ابن عبدالوہاب کے صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں۔ ''خود باپ کو بھی یہ ادا پسند نہ آئی۔''

اور اسی سلسلہ میں یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ سرکار ابد قرار احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُوْنَ الحدیث (رواہ مسلم) یعنی آخر زمانے میں کچھ لوگ حق میں باطل کی آمیزش کرنے والے سخت جھوٹے تمہارے پاس وہ باتیں لائیں گے، جوتم نے سنی ہونگی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، ان سے بھاگو اور دور بھاگو انھیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

آج وہی دور ہے، طرح طرح کے فتنے پیدا ہورہے ہیں، اور مسلمانوں کو کافر، مشرک، بدعتی بنارہے ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ غیر مسلموں سے میل جول، موالات واخوت قائم ہے، مسلمانوں کو کفر وشرک و بدعت کے فتوؤں کے ذریعے فرقہ وارانہ تقسیم کررہے ہیں۔ حضرت الشیخ سلیمان علیہ الرحمۃ المنان نے خوب جواب دیا کہ تم جن جن باتوں کو کفر وشرک قرار دیتے ہو، وہ تو سرکار امام احمد رضی اللہ عنہ سے اب تک برابر تمام علماء وامراء اور عوام مسلمین میں رائج و شائع ہیں، تو تمہارے طور پر آٹھ سو برس کے سارے کے سارے مسلمان، العیاذ باللہ کافر و مشرک قرار دیئے جائیں، توتم کب اس شرک وکفر سے بچ سکو گے۔'' ان کا یہ کہنا اسی حدیث مبارک کے مطابق ہے، جسے اوپر ذکر کیا گیا ہے۔''

یہ فتنہ نجد سے نکلا، اور عالم اسلام میں پھیلا، ہمارے غیر منقسم ہندوستان سے رائے بریلی کے تکیہ والے سید احمد اور دہلی والے میاں اسمٰعیل ۱۸۱۸ء میں جبکہ بانی تحریک وہابیت ابن عبدالوہاب نجدی کو مرے ہوئے صرف اکتیس برس ہوئے تھے کہ سفر حجاز کے لیے گئے، اور وہاں سے یہ بدبختی اہلِ ہند اور ہمارے ملک پاکستان کے لیے لائے۔ مکہ مکرمہ اور حجاز مقدس کے متعدد مقامات پر خفیہ میٹنگیں سید احمد تکیوی اور میاں اسمٰعیل دہلوی کے ساتھ نجادنہ کی ہوئیں، اور اس کے بعد ہی شیخ نجدی کی کتاب ''التوحید'' کا ترجمہ اپنے الفاظ میں بنام ''تقویۃ الایمان'' میاں اسمٰعیل دہلوی نے کیا، اور اسے ''اہلِ ہند'' میں شائع کیا۔ اس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں، اس سے آپ اندازہ لگائیں گے کہ انھوں نے وہابیت کے فروغ میں کیسا کردار ادا کیا ہے۔(۷)

تقویۃ الایمان میں ہے ''اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔'' ایضاً ''اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔'' ایضاً ''اللہ صاحب نے فرمایا کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔'' کہیں انبیاء و مرسلین کو چوڑھے

چمار سے نسبت دی۔ کہیں کہا جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ کہیں یوں کہا۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ وغیرہا من الخرافات۔

اسی لیے حضرت مولانا خیرالدین صاحب والد بزرگ ابوالکلام آزاد نے کہا کہ جب وہابیت نے ہندوستان میں جنم لیا تو اس نے دو روپ دھارے، ایک روپ خالص غیر مقلدانہ تھا، جس میں تقلید کو شرک قرار دیا گیا تھا اور اس گروہ اور روپ کے امام الطائفہ میاں اسمٰعیل تھے۔ یہ وہی میاں اسمٰعیل ہیں جنھوں نے کھلے بندوں یہ فتویٰ دیا تھا کہ:

"بلکہ اگر ان (انگریزوں) پر کوئی حملہ آور ہو، تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔"(۸)

اور میاں جی کے پر جی تکیہ والے سید احمد تو خاص انگریز بہادر کے ایجنٹ تھے اور اس کی شہادت "حیات طیبہ"، "سوانح احمدی"، "الفرقان شہید نمبر ۵۵ء" اور تواریخ عجلبہ" وغیرہا کتب دیتی ہیں، جن میں صاف لکھا ہے کہ:

(۱) لارڈ ہیٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری (ایجنٹی ددلآلی) سے بہت خوش تھا۔ (حیاتِ طیبہ ص ۵۰۵)

(۲) اس سوانح نیز مکتوباتِ منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا، اس ازاد عملداری کا اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی، تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی، مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی۔"

(تواریخ عجیبہ، مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۱۸۲)

(۳) سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے، تو سید صاحب نے مولانا اسمٰعیل کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہٰ آباد کی معرفت لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرنے کو ہیں، سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے؟ لیفٹنٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملدراری میں اور امن میں خلل نہ

پڑے، تو ہمیں کچھ سروکار نہیں، نہ ہم اس تیاری کے مانع ہیں۔ یہ تمام بین ثبوت صاف صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں کے لیے مخصوص تھا، سرکار انگریزی سے مسلمانوں (سید احمد و میاں اسمٰعیل) کو ہرگز ہرگز مخاصمت نہ تھی۔" (حیاتِ طیبہ ص ۳۰۲)

اور سکھوں سے جہاد کی قلعی مولوی گنگوہی صاحب نے "تذکرۃ الرشید" میں کھول دی کہ "سید صاحب نے پہلا جہاد مسمّٰی یار محمد خاں حاکمِ یاغستاں سے کیا تھا۔"

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۷۰)

شاید ان تحریکِ نجادنہ کے بانیوں کے نزدیک "یار محمد خاں" کسی سکھ کا نام ہوگا، یا انگریز بہادر کی محبت میں ہر داڑھی والے کو سکھ سمجھنے لگے ہونگے، ورنہ سکھوں سے میل و اتحاد، اور سکھ دوستی کا حال تو مرزا حیرت صاحب "حیاتِ طیبہ" میں لکھتے ہی ہیں کہ "دوسرے دن شیر سنگھ نے ان دونوں بزرگوں (سید احمد و میاں اسمٰعیل کی نعشوں کو شناخت کرا کر نہایت عزت کے ساتھ انہیں بالاکوٹ میں دفن کیا۔ (حیات طیبہ ص ۵۲۷)

یہی نہیں بلکہ سید احمد و میاں اسمٰعیل کی فوج کا سیکریٹری منشی ہیرا لال تھا، اور ایک سپاہی راجہ رام ہندو تھا۔ (حیاتِ طیبہ) اور خود سید صاحب نے جو خط بدھ سنگھ کو لکھا وہ ان کی سکھ دوستی کی اقبالی دستاویز ہے۔ "حیات طیبہ" کے صفحہ ۲۹۹ پر ہے۔

"از امیر المومنین سید احمد بر ضمیرا بہت تخمیر سپہ سالار جنود دعا کر مالک خزائن و دفاتر جامع ریاست وسیاست حاوی امارت و امالت صاحب شمشیر و جنگ عظمت نشان سردار بدھ سنگھ۔"

ذرا غور فرمائیں، کیسے آداب و القاب سے نوازش نامہ مزیّن کیا ہے۔ تھانوی جی اپنی کتاب "شمائم امدادیہ" ص ۹۹ میں لکھ چکے ہیں کہ "امر سنگھ نے بتعظیم واکرامِ تمام مزار تیار کیا۔" اب آپ اندازہ لگا ہیں کہ یہ جہاد مسلمانوں سے تھا یا سکھوں سے۔

اور (بحوالہ "آزاد کی کہانی خود اُنکی زبانی" مطبوعہ چٹان لاہور) دوسرا روپ اس وہابیت کا بقول مولانا خیر الدین صاحب مرحوم تقلید کے برقع میں چھپ کر رونما ہوا، اور اس نے تقلید پر خوب خوب زور دیا، اور بلاد ہندوستان میں حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر وہابیت پھیلاتا رہا۔ کہیں شافعیت اختیار

کر لی، اور خاص حجاز ونجد میں حنبلیت کے روپ میں وہابیت کا پرچار ہوا۔ یہاں پر چونکہ حنفی لوگ آباد ہیں، اس لیے اس نے حنفیت کو اپنایا، اور تقلید کا برقع اوڑھا، اور لوگوں میں وہی فاسد عقائد اور کاسد نظریات پھیلائے۔ اس کا امام نافرجام، مولانا خیرالدین صاحب مرحوم نے "ملاّ اسحاق" کو قرار دیا، اور یہاں سے یہ فتنہ ضلع سہارنپور وضلع مظفرنگر میں پرورش پاتا رہا۔ اور جب انگریز بہادر کے ایجنٹوں نے جنگِ آزادی میں سہارنپور ومظفرنگر میں انگریز کو پناہ دی، اور وہاں پر انگریز کو امان ملی، تو ۱۸۶۷ء میں خاص انگریزی عطیۂ زمین پر دیابند نے "دارالعلوم" قائم کیا اور یہاں سے انگریز کے تنخواہ دار ایجنٹ پیدا کیے گئے۔ ملا طاہر دیوبندی "مکالمۃ الصدرین" میں صاف لکھ چکے کہ تھانوی صاحب کو "چھ سو روپے ماہانہ انگریزی حکومت سے ملتا تھا۔"

اس دوسرے گروہ نے بظاہر حنفی بنکر وہابیت کی تبلیغ وترویج کی، اور مختلف فرقوں میں تقسیم ہو کر ملک وملت کو تباہ وبرباد کرنے کی سازش تیار کیں یہاں سے شات خاتم النبیین کا فتنہ پیدا ہوا، امکانِ نبوت پر زور دیا گیا، اور کہا گیا کہ "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو، تو بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" (تحذیر الناس ص ۳۳)

یہیں سے امکانِ کذبِ باری پر وہ شدومد دیکھا گیا کہ الامان، الحفیظ! کسی نے خدا کو بالامکان کاذب کہا، کسی نے بالفعل وقوع کذب کے معنی درست بتائے کسی نے شراب، چوری، زنا، اغوا، تمام افعال قبیحہ کا ارتکاب حضرتِ حق جل مجدہٗ کے لیے جائز مانا، کسی نے شیطان کے علم کو حضور اکرم سید عالم ﷺ کے علم سے زائد بتایا، کسی نے حضور اکرم ﷺ کے علم پاک و مقدس کو بچوں، پاگلوں جیسا اور اس کے برابر بتایا، کسی نے حیاتِ انبیاء کا انکار کیا، اور کسی نے علمِ الٰہی کا کھلم کھلا انکار کر دیا اور لکھ کر چھاپ دیا کہ:

"اور اللہ کو پہلے اس سے کچھ بھی علم نہیں کہ وہ کیا کرینگے، بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا۔" (بلغۃ الحیران ص ۱۵۸)

کہیں اپنے پیروں کو "رحمۃ اللعالمین" بتایا گیا۔ غرض اس حنفیت کے برقع کے اندر مختلف مکاتیبِ فکر نے جنم لیا۔ نجدیت، اعتزال، انکارِ ختمِ نبوت، اور جوازئیات خاتم النبیین

وغیرہا کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو کفر وشرک و بدعت میں مبتلا بنانے کے لیے لاکھوں لاکھ اوراق سیاہ کیے گئے، اور تعظیم و توقیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسلمانوں کو ہٹانے کے لیے کروڑوں جتن کیے گئے۔ کبھی میلاد کے مقدس جلسہ کو کنھیا کے سوانگ سے تشبیہ دی گئی، کبھی روشنی کو دیوالی اور ہندوؤں کے مشابہ بتایا کبھی جلوس عید میلاد کو شرک کہا گیا۔

ان مختلف الخیال مکاتیب فکر کو اگر دیکھا جائے، تو یہ ساری اسی وہابیت کے مختلف پوز ہیں جس نے ہند اور پاک میں حنفی چادر میں اپنا منہ چھپا کر نئے نئے فوٹو بنوائے ہیں، اسی کی ایک نئی شکل آج کل ''جماعت اسلامی'' کے روپ میں ہے۔ جو دونوں قسم کے گروہوں پر مشتمل ہے جو اسمٰعیلی بھی ہیں اور اسحاقی بھی۔

ہمارے وطن عزیز خداداد مملکت پاکستان میں میاں اسمٰعیل دہلوی کے مذکورہ خرافات اور مذہب نجدیہ کے پُرزور پرچار کرنے والے، مذہبی لبادہ اوڑھے، خالص ہوسِ اقتدار کی بھوکی جماعت اسلامی اور اس کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی ہیں۔ ان کی کتابیں بالعلوم، اور کتاب ''تجدید واحیاءِ دین'' بالخصوص اس نجدیت کی آئینہ دار ہیں، جس کا زندہ ثبوت حالیہ حصولِ اقتدار کے لیے کھلم کھلا دینی مسائل کے ساتھ استہزاء تھا۔ اور چونکہ ان کے نزدیک بھی اپنے سوا کوئی پاکستانی مسلمان نہیں نظر آتا۔ اس لیے وہ صرف اور صرف اپنی جماعت کے ممبران کو مسلمان سمجھتے ہیں، باقی ان کو بزعم خویش مسلمان ہی نظر نہیں آتے۔ اس لیے پاکستان کے باشندوں کا فرض ہے کہ وہ ان مارِ آستیں، گندم نما جوفروش کی مکاریوں، کیا دیوں سے ہوشیار رہیں، سلطنتِ خداداد پاکستان کے محبوب صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں اور مملکت کے دیگر حکمراں طبقہ کا فرض ہے کہ وہ ان کی ظاہری صورتوں پر نہ جائیں، بلکہ ان کے قلبی عزائم کو ملحوظ رکھیں یہ لوگ کبھی بھی پاکستان کے بہی خواہ اور مخلص نہ ہوئے ہیں، اور نہ آئندہ ہو سکتے ہیں۔ ان کی مذہبی اُٹھان ہی یہ ہے کہ جو ان کے نظریاتِ باطلہ کو قبول نہیں کرتا، وہ ان کے نزدیک مسلمان ہی نہیں، اور جب وہ مسلمان نہیں، تو وہ کام جو گاندھی، نہرو، پٹیل نہیں کر سکے تھے، وہ یہ ان کے نمک خوار کر رہے ہیں، اور پاکستان کی بنیادی اساس جو کہ اسلامی نظریہ پر ہے، اس پر ضرب کاری لگا رہے ہیں۔

ہم نے ۱۹۵۳ء میں ایک تجزیہ کیا تھا، اور ثابت کیا تھا کہ یہ دیوبند کی وہابیت چار فرقوں میں منقسم ہے، جن کے نام یوں تجویز کیے تھے۔

۱۔ دیوبندی مجدیت ۲۔ دیوبندی اعتزال

۳۔ دیوبندی خارجیت ۳۔ دیوبندی دیوبندیت

انشاء اللہ کسی فرصت میں اس پر سیر حاصل تبصرہ کریں گے۔

پیشِ نظر چونکہ حضرت الشیخ سلیمان علیہ الرحمۃ کی کتاب "الصواعق الٰہیہ" ہے، اس لیے ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ کتاب مذکور عربی زبان میں تھی، اور اسے ۱۳۰۶ھ میں مصر نے شائع کیا تھا۔ رب تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے حضرت مجاہد ملت، مخدوم العلماء، علامہ الحاج غلام معین الدین صاحب نعیمی ناظمِ اعلیٰ "مؤتمرِ علماء پاکستان" سلمہ' کو کہ انھوں نے اس کا اردو ترجمہ کیا، اور ادارۂ نعیمیہ رضویہ نے اسے شائع کیا۔ فقیر نے اس کے بعض مقامات پر توضیح کے لیے کچھ اشارات لکھے ہیں، جن سے کتاب کے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

یہ ترجمہ "الصواعقِ الٰہیہ فی الردِ علی الوہابیہ" کے نسخۂ مطبوعہ مطبع نخبۃ الاخبار سے کیا گیا ہے، جسے حضرت امام ربانی مجدّدِ الف ثانی رضی اللہ عنہ کے دو شہزادوں الشیخ عبدالرزاق مجددی اور الشیخ محمود مجددی علیہما الرحمۃ نے افادۂ عوام کے لیے شائع کیا، تو اس کا ترجمہ بھی اس صدی کے مجدّدِ برحق اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت رضی اللہ عنہ کے دو خادموں اور غلاموں نے مسلمانانِ پاکستان کی رہنمائی کے لیے کیا رب کریم قبول فرمائے، اور مسلمانوں کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے اور فقیر غفرلہٗ المولی القدیر، و حضرتِ مترجم مدفیضہٗ کے لیے "سامانِ آخرت" اور توشۂ سعادت قرار دے۔ آمین

فقیرِ قادری محمد اعجاز الرضوی عفی عنہ

یکے از منتسبین سرکار اعلیحضرت قدس سرہٗ

صدر مؤتمر علمائے پاکستان و مہتمم مرکزی دار العلوم "جامعہ گنج بخش" لاہور

۷۔ ذی القعدہ ۱۳۸۴ھ

ترجمہ الصواعقِ الالٰہیہ فی الرّدعلی الوہابیہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ رب الغلمین و اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھدانَ محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ ارسلہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون۞صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ الٰی یوم الدین۔اما بعد

یہ رسالہ سلیمان بن عبدالوہاب کی جانب سے حسن بن عیدان کی طرف سے۔ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھدیٰ، وبعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْ مُرُونَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الآیہ	تمکوسزا وار ہے کہ تم ایسی امت بنو جو بھلائی کی طرف بلائے اورنیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے۔(۹)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے اَلدِّیْن النصیحة دین سراپا نصیحت ہے۔تم نے میرے پاس متعدد خطوط بھیجے کہ تمہارے پاس وہ کونسی نصیحت ہے جس کی بنا پر تم اپنے بھتیجے کے اقوال کا رَدکرتے ہو؟ لہٰذا اب میں تمہیں وہ نصیحتیں بتاتا ہوں، جنھیں میں نے اہل علم کے کلام سے سمجھا ہے۔اب اگر تم انہیں مان لو تو یہی مقصود ہے، الحمدللہ اور اگر تم انکار کرو،تو پھر بھی الحمد للہ، کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہٗ کسی کو جبراً معصیت میں نہیں ڈالتا، اس لیے کہ اس کی ہر حرکت وسکون میں حکمت ہے اب میں کہتا ہوں!

واضح رہنا چاہیے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دیں، اور آپ پر ایسی کتاب (قرآن) نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا، اسے پورا کیا اور اپنے دین کوتمام دینوں پر غالب کرکے آخر زمانہ تک جس وقت تمام مسلمانوں کی روحیں خرامِ ناز

ہونگی، ثابت کر دیا۔ اور حضور کی امت کو بہترین امم بنایا، جیسا کہ اس نے اس کی خبر دی، ارشاد ہے کُنتُمْ خَیرَ اُمَّةٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاس (۱۰) (تم پیدا کردہ تمام لوگوں میں بہترین امت ہو) اور ان کو تمام لوگوں پر گواہ بنایا۔ چنانچہ فرماتا ہے وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَاکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاس الآیہ۔ (۱۱) اسی طرح تم کو میانہ رَو اُمت بنایا تا کہ تمام لوگوں پر گواہ بنو۔ اور انھیں برگزیدہ کیا، جیسا کہ فرمایا هُوَ اجْتَبَاکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ الآیہ۔ (۱۲) اللہ نے ہی تمکو برگزیدہ کیا اور تم پر دین میں دشواری نہ رکھی۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں تم سے پہلے ستر امتیں گزر چکی ہیں، اور تم ان سب میں بہتر اور مکرم ہو۔ (۱۳) اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ اور دلائل جو ہم بیان کریں گے وہ تو بے شمار ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں، یہ "امت ہمیشہ سیدھی راہ (مستقیم) پر قائم رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔" اس کی بخاری نے روایت کی۔

وَمَنْ یَّتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ (۱۴)

اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُسکے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے، اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔

اور اس اُمت کے "اجماع" کو حجتِ قطعیہ قرار دیا، (۱۵) اور کسی کے لیے اس سے خروج جائز نہ رکھا، اور جو کچھ ہم نے بیان کیا اس کے دلائل ہر اس شخص پر واضح ہیں جسے ادنیٰ سا بھی علم دین کا شغف ہے۔

واضح رہنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ لائے ہیں، جاہل کے لیے اپنی رائے سے معلوم کرنا جائز نہیں، بلکہ اس پر واجب ہے کہ اہلِ علم سے دریافت کرے۔

فرمان الٰہی ہے: فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ ۝ اگر تمہیں علم نہیں ہے تو اہل علم سے دریافت کرو۔ (۱۶)

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں، کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب وہ جانتا نہ ہو تو دریافت

کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ بے علمی کا علاج دریافت کرنا ہے۔ یہ بات اجماعی ہے فرمایا انجام کادریافت کرنا ہی ہے۔ امام ابوبکر ہردی فرماتے ہیں کہ تمام علماء کا متفقہ اجماع ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دین میں امام بنے یا مذہبِ مستقیم کا پیشوا، جب تک اس میں یہ خصلتیں جمع نہ ہوں۔ وہ خصائص یہ ہیں۔

خصائل وشرائط امامت فی الدین

یہ کہ وہ لغات عرب اور ان کے اختلافات، اور ان کے معانی واشعار واصناف کا حافظ ہو، اور علماء وفقہاء کے اختلافات کا عالم ہو، اور یہ کہ خود عالم وفقیہ ہونے کے ساتھ اعراب اور اس کے انواع کا علم ہو، اور کتابِ الٰہی کا حافظ و عالم ہونے کے ساتھ اختلاف قرأت سے واقف ہو، اور اس میں اس کی تفسیر کا بھی علم ہو کہ کون محکم ہے، اور کون متشابہ (۱۷) کون ناسخ ہے اور کون منسوخ، اور کون کون سے قصے ہیں، اور یہ کہ وہ رسول کریم ﷺ کی احادیث کا بھی ایسا عالم ہو کہ وہ صحیح وسقیم، متصل ومنقطع، مراسیل ومسانید اور مشاہیر کا امتیاز کرسکے۔ اور احادیث صحابہ اور موقوف السند میں فرق کر سکے۔ (۱۸) پھر یہ کہ وہ متقی اپنے نفس کا محافظ، اور اس کے ساتھی ثقہ ہوں، اور وہ اپنے دین ومذہب کی بنیاد وکتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر رکھتا ہو۔ لہٰذا جن میں یہ تمام خصلتیں جمع ہو جائیں، ان کے لیے اس وقت جائز ہوگا کہ وہ امام بنیں، اور دوسروں کے لیے ان کی تقلید جائز ہو، اور وہ دین میں اجتہاد کریں اور فتاویٰ دیں۔ اور جب تک اس میں یہ تمام خصلتیں جمع نہ ہوں، یا ان میں سے کوئی کم ہو، تو وہ اتنا ہی ناقص ہوگا، اس کے لیے نہ امامت جائز ہوگی اور نہ لوگوں کا پیشوا بننا۔ امام ہردی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جبکہ اجتہاد وامامت کے لیے یہ شرائط ثابت ومقرر ہو چکے ہیں، تو اب ہر وہ شخص جس میں یہ باتیں نہ ہوں تو اسے لازم ہے کہ وہ اس شخص کی پیروی واقتدار کرے، جس میں مذکورہ تمام شرائط وخصائل جمع ہوں۔'' اس کے بعد امام ہردی فرماتے ہیں کہ دین میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ مقلّد اور مجتہد۔ علماء مجتہدین مخصوص بالعلم ہوتے ہیں، اور علم دین جو متعلق کتاب وسنت اور اس زبان سے جس میں یہ

وارد ہوئی ہیں، ان سب میں مہارتِ تامہ رکھنے والے ہوتے ہیں۔ لہٰذا جسے اتنا علم ہو کہ وہ کتاب وسنت میں مہارت رکھے، اور ان کے لفظوں کی حکمت جانے اور احکام مثبتہ کی معرفت اور نسخ وغیرہ اور مقدم ومؤخر کے ثبوت کا علم رکھتا ہو، اس کا اجتہاد صحیح ہوتا ہے، جو اس درجہ تک رسائی نہ رکھے، اسے اس کی تقلید لازم ہے، اور جو مجتہد نہیں ہیں ان پر فرض ہے کہ وہ ان سے مسئلہ دریافت کریں، اور ان کی تقلید کریں۔ یہ ایسا مسلمہ مسئلہ ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، انتہیٰ۔ اے پڑھنے والے! ان کے اس فرمان پر کہ ''اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے'' غور سے پڑھ!

اور ابنِ قیم (۱۹) ''اعلام الموقعین'' میں کہتے ہیں کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ براہ راست کتاب وسنت سے مسئلہ اخذ کرے جب تک کہ اس میں اجتہاد کے تمام شرائط اور تمام علوم کا علم جمع نہ ہوں۔ احمد بن منادی کہتے ہیں کہ کسی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ جب کوئی شخص ایک لاکھ حدیثیں حفظ کرلے تو کیا فقیہ ہوسکتا ہے؟ فرمایا نہیں! فرمایا دو لاکھ حدیثیں حفظ کرنے سے بھی نہیں۔ فرمایا تین لاکھ حدیثیں حفظ کرنے پر بھی نہیں۔ سائل نے دریافت کیا، چار لاکھ حدیثیں حفظ کرنے پر؟ فرمایا ہاں! ابوالحسین بیان کرتے ہیں کہ میں نے دادا سے سوال کیا کہ امام احمد رحمہ اللہ کو کتنی حدیثیں حفظ تھیں؟ جواب میں فرمایا چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ ابواسحاق فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد جامع المنصور میں لوگوں کو فتویٰ دینے کے لیے بیٹھا، اور میں نے اس مسئلہ کو بیان کیا، تو کسی نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا تم نے اتنی مقدار میں حدیثیں یاد کرلی ہیں، جو تم فتویٰ دینے لگے ہو؟ میں نے کہا نہیں، البتہ جن مجتہدین کو اتنی مقدار میں حدیثیں حفظ تھیں ان کے قول وحکم پر فتویٰ دیتا ہوں۔ انتہیٰ

اگر ہم اسی طرح ان تمام علما کے اقوال بیان کرنا شروع کردیں، تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی۔ طالب حق کے لیے اتنا ہی کافی ہے، البتہ میں نے اسے مقدمہ میں اس لیے بیان کردیا ہے کہ وہ بطور قاعدہ جان کر جو کچھ آگے بیان کرونگا اسی پر محمول کریں۔ بلاشبہ

آج لوگ ابتلا آزمائش سے دوچار ہیں، کیونکہ بہت لوگوں نے کتاب وسنت سے انتساب کر کے ان کے علوم سے استنباط، اجتہاد شروع کر رکھا ہے، اور وہ اس سے بے خوف ہیں کہ وہ کس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور جب ان سے اہل علم کے کلام کے مقابلہ میں معارضہ میں دلیل طلب کی جاتی ہے تو وہ عاجز رہ جاتے ہیں بلکہ وہ اپنے قول ومفہوم کو لوگوں پر زبردستی ٹھونسنے اور لازم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو ان کی مخالفت کرتا ہے، اسے وہ اپنے نزدیک کافر گردانتے ہیں۔ حالانکہ ان میں جو اہل اجتہاد کے شرائط وخصائل ہیں، ایک شرط وخصلت بھی موجود نہیں ہوتی۔ یہی نہیں، خدا کی قسم! ایک شرط وخصلت کا دسواں حصہ ان میں نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود وہ اپنے خودساختہ مفہوم وکلام کو جاہلوں میں پھیلاتے ہیں۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور وہ ساری امت کو ایک ہی زبان سے پکارتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان سب کو ایک کلمہ میں ہی بُرا نہیں کہتے، بلکہ تمام کی تمام امت کو کافر وجاہل کہتے ہیں۔ (۲۰) اے خدا ان گمراہوں کی ہدایت کر اور انھیں راہِ حق کی طرف رجوع فرما۔ اس (مقدمہ تمہید گفتگو) کے بعد میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامِ (۲۱) اور فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّبِعَ غَیْرَ الْاِسْلَامِ ؟؟؟؟؟ (۲۲) اور فرماتا ہے فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوْا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الذَّکوٰۃَ مَخَلَّوْا سَبِیْلَھُمْ (۲۳)

بلاشبہ اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی دین ہے جس نے اسلام کے سوا کسی اور دین کا اتباع کیا وہ دین ہرگز ہرگز اس کا قبول نہ کیا جائے گا۔

پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی راہ چھوڑ دو

اور ایک اور آیت میں ہے فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْن، (۲۴) یعنی یہ ساری امت تمہارے دینی بھائی ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اہل قبلہ کے خون بہانے کو حرام بتاتی ہے۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ تم خوارج کے مانند نہ بنو کہ اہل قبلہ کے بارے میں آیات کی تاویلیں کرنے لگو۔ حقیقت یہ ہے کہ خوارج نے ان آیات کو جو اہل

کتاب ومشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں، اپنی دانست میں اہل قبلہ کو مصداق بنا کر ان کا خون بہایا، اور ان کے اموال کو لوٹا اور اہل سنت و جماعت کو گمراہی کا حکم دے کر شہید کیا۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ جو کچھ قرآن میں نازل ہوا اس کا علم حاصل کرو۔ انتہی

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو شریر مخلوق خیال کرتے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے جان بوجھ کر ان آیات کا جو کفار کے بارے میں ہیں، مسلمانوں کو مصداق بنایا (رواہ البخاری) لہٰذا اس وقت اللہ تعالیٰ کی یہ نصیحت یاد دلاتے ہیں کہ فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامِ یعنی اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی دین ہے۔ اور صحیحین میں حدیث جبریل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام یہ ہے کہ وہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (الحدیث)

اور صحیحین میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ہیں، اور یہ کہ گواہی دے لاالٰہ الا اللہ و اَنَّ محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ (الحدیث) کی، اور وفد عبدالقیس کی حدیث میں ہے کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لاؤ۔ کیا تم جانتے ہو کہ وحدانیت الٰہی پر ایمان لانا کیا ہے؟ وہ یہ کہ گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے سوا وہ تمام حدیثیں جن میں اسلام کی تعریف، خدا و رسول کی شہادت، اور دیگر ارکان سے کی گئی ہیں اور وہ صحیحین میں مذکور ہیں۔ اور یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے، بلکہ ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو دونوں شہادتیں اپنی زبان سے کہدے اس پر اسلام کے احکام جاری ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں (کافر) لوگوں سے جہاد کروں۔ اور حدیثِ جاریہ میں ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ کہا آسمان میں، فرمایا میں کون ہوں؟ کہا آپ اللہ کے رسول ہیں، اس پر ارشاد ہوا، اسے چھوڑ دو کہ یہ مومنہ ہے۔ یہ سب صحیحین میں ہیں۔ اور اس سبب سے بھی کہ حدیث میں ہے لاالٰہ الا اللہ کہنے والوں کے بارے میں زبان روکو۔ اس کے سوا اور بھی حدیثیں ہیں۔ ابنِ قیم کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع کہ کافر جب لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہہ دے۔ تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ انتہیٰ۔ اور اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ مرتد جس کی ردت شرک سے ہو، تو اس کی توبہ کلمۂ شہادت کہنے پر ہے۔ اب رہا جہاد کرنا تو اگر یہ امام کی متابعت میں ہو، تو لوگ اس وقت تک جہاد کریں گے جب تک وہ نماز قائم نہ کریں اور زکوٰۃ نہ دیں۔ اس کے مسائل وضاحت کے ساتھ اہل علم کی کتابوں میں مرقوم ہیں، جو حاصل کرنا چاہے پا سکتا ہے۔ فالحمدللہ علی تمام الاسلا

تکفیرِ مسلمین

فصل

جبکہ تم نے گزشتہ باتوں کو جان لیا، تو اب تمہارا ان لوگوں کو کافر کہنا جنھوں نے اس کی شہادت دی کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے، رمضان کے روزے رکھتے، بیت اللہ کا حج کرتے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے اسلام کے تمام شعائر کے پابند ہیں، تم ان کو کفار گردانتے ہو، اور ان کے شہروں کو دارالحرب کہتے ہو۔ تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اس میں تمہارا امام کون ہے اور کس سے تم نے اپنا یہ مذہب حاصل کیا ہے؟ اس پر اگر تم یہ کہو کہ ہم انھیں کافر کہتے ہیں اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا ہے، اور انہی لوگوں میں سے ہیں جو مشرک ہیں۔ (۲۵) جو اللہ کے ساتھ شرک کرے کیا وہ کافر نہیں ہوتا؟ اس لیے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ الآیہ ''بلاشبہ جو شرک کرے اسے اللہ نہیں بخشتا۔'' اور اسی معنیٰ کی اور بھی آیات ہیں۔ اور بلاشبہ اہلِ علم نے مکفرات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک گردانتے کو بھی شمار کیا ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ آیتیں بھی حق ہیں، اور اہلِ علم کا کلام بھی حق ہے، لیکن اہلِ علم، اشرک باللہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک گردانتے کا اِدّعا بھی کرے، جس طرح مشرکین کہتے ہیں کہ ھٰؤلَآءِ شُرَکَائُنَا۔ (۲۶) یہ اصنام ہمارے خدا کے شریک ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَ کُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اِنَّھُمْ فِیْکُمْ شُرَکٰٓءُ۔ (۲۷) اور کیا بات ہے کہ ہم

تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کو تم گمان کرتے تھے کہ یہ تمہارے شریک ہیں۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَسْتَكْبِرُونَ اجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تکبر کرتے ہیں اور ایک خدا کے سوا بہت سے خدا بنا لیتے ہیں۔ اور اس کے سوا وہ تمام باتیں قرآن کریم اور سنت نبی کریم اور اہل علم کی کتابوں میں مذکور ہیں، لیکن یہ تفاصیل تو ان کے لیے ہے جو تم سے جدا ہو کر ایسا کرے اور وہ شرک ہو، اور اسلام سے اپنے آپ کو نکال لے۔ لیکن وہ تفصیل جن کا تم استنباط کرتے ہو، اور جو مفہوم تم بتاتے ہو، وہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں۔ بلاشبہ تم سے پہلے ساری امت میں سے کوئی ایسا نہ گزرا جس نے تمہاری استنباط کو جائز رکھا ہو۔ کیا تمہارے لیے اس بارے میں اجماع کی رہنمائی ہے؟ یا ایسی کوئی تقلید ہے جس کی تقلید جائز ہو؟ اس کے باوجود کسی مقلد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اگر اجماع امت نہ ملے تو اس کے متبوع کے قول پر کافر کہ دے۔ لہٰذا یہ تم واضح کرو کہ تم نے اپنا یہ مذہب کہاں سے حاصل کیا ہے؟ تمہارا ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ عہد و میثاق ہے کہ اگر تم نے ہم پر اپنا حق ہونا واضح کر دیا، تو اس کی طرف رجوع ہونا واجب ہوگا، اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم حق کا ضرور اتباع کریں گے۔ اب اگر تمہارے مفہوم کی مرآد وہی ہے جو گزری، تو نہ ہمارے اور نہ تمہارے لیے، اور نہ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے جائز ہے کہ اسے اخذ کرے۔ اس کے باوجود ہم اس اسلام کی جس کے لائے ہوئے پر امت کا اجماع ہے تکفیر نہیں کرتے، لہٰذا وہ مسلم ہے۔ اب رہی شرک کی بات! تو اس اسلام میں خواہ شرک اکبر ہو، یا شرک اصغر۔ اور اس میں کبیر ہو، یا اکبر۔ خواہ اس میں وہ ہو جس سے اسلام سے نکل جائے، خواہ اس میں وہ نہ ہو جس سے اسلام سے نہ نکلے، یہ اسلام کل کا کل اجماع سے ہے۔ اب رہی یہ تفصیل کہ کونسی بات اسلام سے نکالتی ہے، اور کونسی بات اسلام سے نہیں نکالتی، تو اس میں ان ائمہ اہلِ اسلام کے بیان کی احتیاج ہے جن میں اجتہاد کی تمام شرطیں مجتمع ہیں۔ اب اگر وہ کسی ایسے امر پر اجماع کریں، جس سے نکلنے کی کسی کو گنجائش نہ ہو، یا وہ اختلاف کریں، تو اس امر میں گنجائش ہوتی ہے۔ اب اگر تمہارے پاس اہلِ علم کا واضح بیان ہے، تو ہم پر واضح کرو، ہم سنیں گے اور

اطاعت کریں گے۔ ورنہ ہم پر اور تم پر اصل مجمع علیہ سے اخذ، اور سبیلِ مومنین کا اتباع واجب ہے۔

اور تم اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے بھی حجت پکڑتے ہو، ارشاد باری ہے۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ — اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ ۲(۸)

اور انبیاء (۲۹) کے بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ — اور اگر انھوں نے شرک کیا، تو یقیناً وہ جو عمل کرتے تھے ضائع گئے۔ (۳۰)

اور ارشاد باری ہے

وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوْا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا — اللہ تمہیں حکم نہیں دیتا کہ فرشتوں اور نبیوں کو ارباب بناؤ۔ (۳۱)

جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ سب حق ہے اور ان پر ایمان رکھنا واجب ہے، لیکن تمہارے لیے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ وہ مسلمان جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے، جب وہ غائب یا مُردہ کو پکارے، (۳۲) یا اس کے لیے نذر دے، (۳۳) یا غیر اللہ کے لیے ذبح کرے۔ (۳۴) یا کسی قبر کو مسح کرے، یا اس کی مٹی لے، ۳۵ تو یہ ایسا ہی شرک اکبر ہوتا ہے، جس کے کرنے سے اس کے عمل اکارت ہوں، اور اس کا مال اور خون بہانا حلال بنا دے، ۳٦ اور یہ وہی مراد ہے جسے اللہ سبحانہٗ نے ان آیتوں میں، یا ان کی مثل دوسری آیتوں میں بیان فرمایا ہے؟ اب اگر تم یہ کہو کہ کتاب وسنت سے ہم نے یہی سمجھا ہے، تو ہم کہیں گے کہ تمہاری سمجھ کا کیا اعتبار! یہ تو نہ تمہارے لیے جائز، اور نہ کسی مسلمان کے لیے جائز کہ تمہارے مفہوم کو اخذ کرے۔ اس لیے کہ ساری امت کا اس پر اجماع ہے، جیسا کہ گزرا کہ استنباط مطلقاً اہلِ اجتہاد پر مرتب ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اگر کسی شخص میں شروط اجتہاد جمع بھی ہو جائیں تب بھی کسی پر یہ واجب نہیں ہے کہ اس کی بات کو بغیر غور وفکر کے مان لے۔ شیخ تقی الدین

فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے کسی امام کی ذات کو ہی واجب الاطاعت بنا لیا بغیر غور کیے تو اس سے توبہ کرائی جائے، پھر اگر وہ توبہ کر لے، تو بہتر، ورنہ قتل کر دیا جائے۔'' انتہیٰ

اب اگر تم یہ کہو کہ یہ بات ہم نے بعض اہلِ علم سے لی ہے، جیسے ابن تیمیہ ۳۷ اور ابنِ قیم، کیونکہ انھوں نے اس کا نام ''شرک'' رکھا ہے، تو ہم جواب میں کہیں گے کہ یہ درایت ہے۔ ۳۸ اور ان بڑوں کے ماننے پر ہم تمہاری موافقت بھی کرینگے۔ کہ انھوں نے اسے شرک کہا، لیکن وہ ایسا نہیں کہتے، جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تم تو کہتے ہو کہ یہ ایسا شرکِ اکبر ہے جو اسلام سے نکال دیتا ہے، اور جن شہروں میں وہ رہتے ہیں ان پر مُرتدین کے احکام جاری ہوتے ہیں، لیکن تمہارے ان اکابر نے انہیں بیان کر کے کہا کہ یہ شرک ہے، اور اس پر انھوں نے شدّت بھی کی اور اس سے باز رہنے کی ممانعت کی، لیکن جو کچھ تم کہتے ہو، اس کا دسواں حصہ بھی انھوں نے نہیں کہا۔ تم تو ان کے قول سے وہ بات لیتے ہو جو تمہارے سوا کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے، بلکہ ان کے کلام سے صرف اتنا مترشح ہوتا ہے کہ یہ تمام افعال ایسے شرکِ اصغر ہیں کہ بعض تقدیروں پر بعض افراد پر ان کے حال و قال اور نیت وفہم کے اعتبار سے ''شرکِ اکبر'' بھی ہوسکتا ہے۔ پھر یہ کہ خود انھوں نے ہی بعض مقامات پر اپنے کلام میں ذکر کیا ہے کہ ان سے اس وقت تک کافر نہیں ہوتا، جب تک کہ دلائل سے یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ اس کا تارک کافر ہو جاتا ہے، جیسا کہ آئندہ ان کے کلام میں مفصل بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن تم سے صرف اتنا ہی مطالبہ ہے کہ تم اہلِ علم کے کلام کی طرف رجوع ہو، اور جو حدیں انھوں نے مقرر فرمائی ہیں، ان حدوں پر قائم رہو، اور تجاوز نہ کرو، بلاشبہ ہر اہلِ علم نے ہر مذہب اور ان کے ان اقوال و افعال کو بیان فرمایا ہے جن سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے، مگر کسی نے یہ نہیں کہا کہ جس نے غیراللہ کی منّت و نذر مانی وہ مرتد ہو گیا۔ اور نہ یہ کہا کہ جس نے غیراللہ سے مانگا وہ مُرتد ہو گیا، (۳۹) اور نہ یہ کہا کہ جس نے غیراللہ کے لیے ذبح کیا وہ مرتد ہو گیا۔ اور نہ یہ کہا کہ جس نے قبر کو چھوا، یا بوسہ دیا یا اس کی مٹی لی وہ مرتد ہو گیا، جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو۔ اب اگر تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے تو بیان کرو۔ علم کو چھپانا جائز نہیں ہے۔ مگر تم تو اپنے خود ساختہ مفہوموں پر اعتماد

کررہے ہو، اور اجماع سے جدا ہو کر امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی سب کی تکفیر یہ کہہ کر کرتے ہو کہ جس نے یہ کام کیے بس وہ کافر ہوگیا، اور جس نے ان کی تکفیر نہ کی وہ بھی کافر ہوگیا۔ حالانکہ ہر خاص و عام کو معلوم نہیں، اس قسم کی باتوں سے مسلمانوں کے تمام شہر بھرپور ہیں، اور ان شہروں کے اہلِ علم خوب جانتے ہیں کہ یہ باتیں مسلمانوں کی آبادیوں میں سات سو سال سے زیادہ سے رائج ہیں۔(۴۰) بلاشبہ ان کاموں کے نہ کرنے والے اہل علم حضرات، ان کاموں کے کرنے والوں کی تکفیر نہیں کرتے، اور نہ ان پر مرتدین کے احکام جاری کرتے ہیں، بلکہ ان پر مسلمانوں ہی کے احکام نافذ کرتے ہیں، بخلاف تمہارے قول کے۔ تم تو مسلمانوں کے شہروں، اور ان کے سوا دیگر شہروں کے مسلمانوں پر کفر وردّت کا حکم جاری کرتے ہو، اور مسلمانوں کے شہروں کو دارالحرب قرار دیتے ہو یہاں تک کہ تم حرمین شریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ) کو بھی دارالحرب کہتے ہو (العیاذ باللہ)(۴۱) حالانکہ احادیث صحیحہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے صراحت کے ساتھ خبر دی ہے کہ یہ دونوں شہر (مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ) ہمیشہ اسلامی شہر (دارالاسلام) رہیں گے، اور یہ کہ ان دونوں میں کبھی بت پرستی نہ ہوگی، حتیٰ کہ دجّال بھی آخر زمانہ میں تمام شہروں میں پھریگا، مگر حرمین شریفین میں داخل نہ ہوسکے گا، جیسا کہ اسی رسالہ میں تم جان جاؤ گے لہٰذا تمہارے نزدیک یہ تمام شہر بلادِ حرب یعنی دارالحرب ہیں، اور اس کے رہنے والے کافر ہیں کیونکہ بقول تمہارے بت پرست ہیں، اور تمہارے نزدیک یہ سب کے سب ایسے مشرک ہیں جس سے ملت اسلامیہ سے نکل جاتے ہیں۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

خدا کی قسم! یہ اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے تمام علماء سے کھلا مجادلہ اور جنگ ہے۔ لہٰذا یہ بات کہ محض نذر وغیرہ امور کی بناء پر پوری شدت کے ساتھ ساری امت مرحومہ کو کافر گردانتے ہو، ہم اسے بہت بڑی جرأت وبیباکی جانتے ہیں۔ باوجود اس کے ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم دونوں نے اپنے اپنے کلاموں میں واضح تصریح کی ہے۔(۴۲) کہ یہ باتیں شرک کی ان قسموں میں سے نہیں ہیں، جن کی بناء پر ملت سے نکل جائیں، بلکہ اپنے کلاموں میں تصریح کی ہے کہ شرک کی ایک قسم وہ ہے جو ان سے بہت زیادہ اعظم و اکبر ہے، اس امت میں سے

جو ایسے کام کرتے ہیں، اور وہ اس میں مبتلا رہیں، باوجود اس کے ہم ان کی تکفیر نہیں کرتے۔ جیسا کہ اسی رسالہ میں ان کے کلام کے ضمن میں انشاء اللہ آئے گا۔

نذر کی حقیقت

اب رہی نذر و نیاز ماننے کی حقیقت! تو اس بارے میں ہم شیخ تقی الدین اور ابنِ قیم کا کلام بیان کرتے ہیں، کیونکہ یہی دونوں ہیں جنھوں نے اس میں شدت برتی اور اس کا نام ''شرک'' رکھا ہے۔ لو اب سنو!

شیخ تقی الدین کہتے ہیں کہ قبور سے اور اہلِ قبر سے نذر ماننا، (۴۳) مثلاً ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے، یا کسی فلاں شیخ سے نذر ماننا، تو ایسی نذر ماننا معصیت ہے۔ اس نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے، اور جتنی نذر مانی ہے اتنا مال مستحق فقراء پر صدقہ کر دینا، یا صالحین کو دے دینا، یہ اللہ کے نزدیک اس کے لیے بہترین اور زیادہ نفع دینے والی ہے۔ انتہیٰ

اب اگر نذر ماننے والا ان کے نزدیک کافر ہوتا، تو صدقہ دینے کا حکم نہ فرماتے، کیونکہ کافر کا صدقہ سرے سے ہی نامقبول ہے، بلکہ اس کے سواء تجدیدِ اسلام کا حکم دیتے، اور کہتے کہ تم غیر اللہ سے نذر ماننے کی وجہ سے اسلام سے نکل چکے ہو۔

اور یہی شیخ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس نے کنوئیں پر یا مقبرہ پر یا پہاڑ یا درخت پر چراغ جلانے کی نذر مانی یا اس کے لیے کوئی اور نذر مانی، یا وہاں کے رہنے والوں کے لیے نذر مانی تو یہ جائز نہیں ہے، اور نہ اس نذر کا ایفاء جائز ہے۔ اور اسے ایسے کاموں کی طرف سے جس کا خدا کی طرف سے نہ ہونا معلوم ہو پھیرا جائے۔'' انتہیٰ اب اگر نذر ماننے والا کافر ہو جاتا، تو نذر سے پھیرنے کا حکم نہ دیتے، بلکہ اس کے قتل کرنے کا حکم دیتے۔

اور یہی شیخ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''جس نے نبی کریم ﷺ کے روضۂ انور پر سونے چاندی کی قندیل آویزاں کرنے کی نذر مانی، اسے نبی کریم ﷺ کے زیر سایہ لوگوں کی طرف پھیرا جائے۔'' انتہیٰ ان کے اس کلام پر غور کرو، کیا اس کے کرنے والے کو کافر کہا؟ یا جو اسے کافر نہ کہے اسے بھی کافر کہا؟ یا اسے مکفرات میں شمار کیا انھوں نے یا ان کے سوا کسی اور اہل علم نے

ایسا کہا، جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو، اور خرقِ اجماع کرتے ہو۔ حالانکہ ابنِ مفلح نے ''الفروع'' میں اپنے استاذ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ سے نقل کیا کہ غیر اللہ کے لیے نذر ماننا، مثلاً کسی خاص بزرگ کے لیے نذر مانی، یا استدعا و استغاثہ اپنی کسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے کی، تو وہ گویا ایسا ہے، جیسے کسی غیر اللہ کی قسم کھائی۔ اور کہا غیر اللہ کے لیے نذر ماننا معصیت ہے۔ انتہی۔ اب اس شرط مذکور کی طرف غور کرو، یعنی اس نے استغاثہ کے لیے نذر مانی تھی، تو شیخ نے ایسی نذر کو غیر اللہ کی قسم کھانے کی مانند بتایا، اور ان کے سوا دیگر اہل علم اسے نذر معصیت قرار دیتے ہیں۔ کیا انھوں نے ویسا ہی کہا جیسا کہ تم اس فعل کے کرنے والے کو کافر کہتے ہو اور جو اسے کافر نہ کہے اسے بھی کافر کہتے ہو۔ اے خدا اس گمراہ قول سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

اسی طرح ابنِ قیم نے نذر لغیر اللہ کو اقسام شرک کے ''شرک اصغر'' کی فصل میں ذکر کیا، اور انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جسے احمد نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ نذر اس کی ایک قسم ہے، اور ان کے سوا ان تمام لوگوں نے جو اسے شرک کا نام دیتے ہیں، اور اسی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں، انھوں نے اس فعل کو شرکِ اصغر میں ہی بیان کیا۔

ذبح لغیر اللہ کی حقیقت

اب رہی یہ بات کہ غیر اللہ کے لیے کسی جانور کو ذبح کیا جائے تو بلاشبہ اس کا ذکر باب المحرمات میں ہے نہ کہ مکفرات کے بیان میں، بجز اس جانور کے جو بتوں کے لیے، یا اس باطل معبود کے لیے جو اللہ کے سوا ہیں مثلاً سورج، چاند، ستارے وغیرہ ان کے لیے ذبح کیا جائے۔ اور شیخ تقی الدین نے اسے محرمات میں گنایا ہے، اور اس کے کرنے والے کو ایسا ملعون کہا ہے جیسے کوئی زمین کی روشنیوں کو بدلے، یا کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے۔ عنقریب ان کا کلام انشاء اللہ آنے والا ہے۔ اسی طرح دیگر اہل علم نے مَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ (وہ جانور جو غیر خدا کے لیے ذبح کیا جائے) کے ضمن میں ذکر کیا ہے، اور اس کے کرنے والے کی ممانعت کی ہے اور اس کی تکفیر نہیں کی۔ اور شیخ تقی الدین نے کہا ہے کہ یہ ایسا ہی عمل ہے جیسے مکہ مکرمہ اللہ تعالیٰ اسے بزرگی دے کہ جاہل لوگ کرتے رہے ہیں، اور دوسرے شہروں کے مسلمان کرتے ہیں۔ مثلاً جن کے

لیے جانور ذبح کرنا، اور اسی لیے نبی کریم ﷺ جن کے لیے ذبح کیے ہوئے جانوروں سے منع فرمایا ہے۔'' انتہیٰ حالانکہ شیخ نے اس فعل کے کرنے والے کو یہ نہیں کہا کہ وہ کافر ہے بلکہ جو اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے، جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو۔ لیکن ایک سوال غیراللہ کے ضمن میں پوچھا گیا جس کی شیخ تقی الدین نے اس طرح تفصیل بیان کی کہ اگر کوئی سائل مجیب سے یوں سوال کرے کہ گناہوں کا بخشنے والا، جنت میں داخل کرنے والا، دوزخ سے نجات دینے والا، بارش برسانے والا، درخت اُگانے والا یا اس کی مثل وہ خصوصیتیں جو ربوبیت کی شان ہیں کسی کے لیے کہے، تو یہ شرک وضلال ہوگا اس سے توبہ لی جائے گی۔ اب اگر توبہ کرے، تو فبہا ورنہ قتل کیا جائے گا۔ لیکن کسی ایسے شخصِ متعین کی جو اس فعل کا کرنے والا ہو تکفیر نہیں کی جائے گی، جب تک کہ اس پر ایسی حجت قائم نہ ہو جائے جس کے تارک پر تکفیر ہوتی ہو۔ عنقریب ان کا کلام انشاء اللہ آنے والا ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ ''الاقناع'' میں ان کا بیان ہے کہ جو کسی کو بندہ اور خدا کی عبادت کے درمیان وسیلہ بنائے، اسے پوجے، اس سے سوال کرے اور اس پر بھروسہ کرے، تو یہ اجماعاً کفر ہے۔ جواب میں کہونگا کہ یہ درست ہے، لیکن مصیبت یہ ہے کہ اہلِ علم کے کلام کو سمجھتے نہیں! اگر تم ان کی عبارتوں کو بغور سوچو، تو تم جان لو کہ جو تم عبارتوں کی تاویل کرتے ہو، وہ ان کے مقصود کے برعکس ہے۔ لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ ان کے واضح کلام کو تو چھوڑ دیتے ہو، اور مجمل ومختصر عبارتوں کو مذہب بنا لیتے ہو، اور ان سے اہلِ علم کے کلام کے خلاف استنباط کر لیتے ہو۔ پھر یہ گمان کر لیتے ہو کہ تمہارا یہ کلام ومفہوم اجماعی ہے، کیا تم سے پہلے ان عبارتوں سے کسی نے تمہاری طرح کا مفہوم اخذ کیا ہے؟ اے سبحان اللہ تم اللہ سے ڈرتے نہیں!

اب تم ان کی عبارت پر غور کرو، انھوں نے لکھا یدعوھم (انھیں پوجے) ویتوکل علیھم (اور ان پر بھروسہ کرے) وَيَسْأَلُهُمْ (اور ان سے سوال کرے) کس طرح واوٴ کا عطف کے ساتھ لائے، اور دعا وتوکل اور سوال کو کس طرح ملایا ہے کیونکہ ''دعا'' لغت عرب میں، مطلق عبادت، اور ''توکل'' دل کا عمل، اور ''سوال'' وہ طلب ہے جس کو اب دعا کہتے ہیں،

اور انھوں نے اس عبارت میں یہ نہیں کہا کہ ''یا وہ ان سے سوال کرے'' بلکہ دعا، توکل، اور سوال، تینوں کو یکجا جمع کیا ہے، اور اب تم صرف ایک ''سوال'' پر ہی کافر گردانتے ہو۔ تمہارا یہ مفہوم وخیال اس عبارت میں کہاں ہے؟ علاوہ بریں یہ کہ اسی شیخ نے اس عبارت کو اور اس کی اصلیت کو متعدد جگہ اپنے کلام میں ظاہر کیا ہے۔

یہی حال ابنِ قیم کا ہے کہ انھوں نے اس کی اصلیت واضح کی ہے کہ شیخ کہتے ہیں کہ صائبہ، مشرکین میں سے کچھ وہ وگ ہیں، جو اسلام کی بعض باتوں کا اظہار کرتے ہوئے ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں، اور گمان رکھتے ہیں کہ وہ ان کی حاجتوں کو سنتے ہیں، وہ انہیں سجدہ کرتے، اور ان کے لیے قربانی کرتے، اور انھیں پوجتے ہیں، تو انھوں نے ان منتسبین الی الاسلام کے بعض لوگوں کو مشرکین کے مذہب کے صائبہ کی قسم میں شمار کیا ہے اور مشرکین براہمہ ستاروں کی پرستش کو فرض جانتے ہیں، اور یہی وہ جادوگر ہیں جن کے مذہب پر کنعانی لوگ تھے، اور ان کے بادشاہوں کے معارضہ ومجادلہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ کو حنیفیت ملتِ ابراہیم اور اخلاص فی دین اللہ کے ساتھ مبعوث فرمایا، یہ آج تک موجود ہیں۔ اور ابنِ قیم کہتے ہیں کہ اس قسم کے لوگ اقرار کرتے ہیں کہ جہاں کا بنانے والا ہے، جو فاضل، حکیم، مقدس عن العیوب والنقائص ہے، لیکن اس کے جلال وعظمت کی وجہ سے ہم اس کے مواجہ میں آنے کی کوئی راہ نہیں پاتے، بجز وسائط ووسائل کے۔ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ اس کی قربیت ان وسائط ووسائلِ روحانیہ کے ذریعے حاصل کریں جو اس کے قریب ہیں۔ اب چونکہ ہم اس کی قربیت چاہتے ہیں، تو ان کے ذریعہ اس کا تقرب پاتے ہیں تو یہ ہمارے ارباب ہمارے معبود اور ہمارے شفیع رب الارباب اور معبودوں کے معبود کے حضور ہیں تو ہم ان کی پرستش اسی لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا تقرب اور اس کی نزدیکی دلا دیں۔ اس وقت ہم ان سے اپنی حاجتوں کو سوال کرتے ہیں، اور ان پر اپنے احوال پیش کرتے ہیں، اور اپنے تمام امور میں ان کو نصب کرتے ہیں، تو یہ اپنے اور ہمارے معبود کے حضور سفارش کرتے ہیں، اور یہ بات استمدادِ روحانی کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے۔ تو ایسا تضرع و پرستش، بھینٹ وقربانی اور

بخورات وغیرہ سب کے سب ایسے کفر اصلی ہیں جن کے مٹانے کے لیے تمام رسول تشریف لائے، ان کی پہلی تعلیم یہی تھی کہ اس اللہ کی پرستش کرو جو وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، اور اس کی تکفیر کرو، جو خدا کے سوا کسی دوسرے کی پرستش کرتا ہے اور دوسری تعلیم رسولوں کی یہ تھی کہ اللہ کے تمام رسولوں، اور جو کچھ وہ اللہ کے پاس سے لائے ہیں، اس کی تصدیق و اقرار اور اطاعت کر کے ایمان لاؤ۔" یہ تھا ابنِ قیم کا کلام جو ختم ہوا۔

تو اب ان کی عبارت میں وسائط و وسائلِ مذکورہ پر نظر وفکر کرو، تم کس طرح اسے اس کے غیر محل پر محمول کرتے ہو۔ یہ تعجب والی بات نہیں ہے کہ تم خدا کے کلام، اس کے رسول کے فرمان، اور ائمۂ اسلام کے ارشادات کو غیر محملِ صحیح پر محمول کرنے کے علاوہ اجماع امت کو توڑتے ہو۔ اور یہ سب سے زیادہ عجیب بات نہیں کہ تم ان عبارتوں سے وہ استدلال کرتے ہو، جو ان کے مذکورہ کلام کے بالکل خلاف و برعکس ہے۔ اور جو نقل ہوا ہے، عین مسئلہ میں وہ کس قدر صریح ان کا کلام ہے۔ اور کیا تمہارا ایسا ہی عمل ہے؟ تم تو صرف متشابہ پر عمل کرتے ہو، اور محکم کو چھوڑ دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں نفس کی خواہشوں کی پیروی سے بچائے۔

تبرک، قبر کو چھونے اور مٹی لینے اور طواف کرنے کی حقیقت

بلاشبہ اس کا ذکر اہل علم میں سے بعض نے مکروہات میں، اور بعض نے محرمات میں کیا ہے، لیکن ان میں سے کسی اہلِ علم نے ایسا نہیں کہا کہ ان فعلوں کا کرنے والا مرتد ہے، جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو بلکہ اس فعل کے کرنے والے کو جو کافر نہ کہے، اُسے بھی تم کافر کہتے ہو۔

مذکورہ العنوان مسائل کتب فقہ میں "کتاب الجنائز" کے تحت دفن و زیارت المیت کی فصل میں تحریر ہیں۔ اگر تم واقفیت چاہتے ہو، تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تو کتبِ فقہ فروع و اقناع وغیرہما مطالعہ کر لو، مگر تم تو ان کتابوں کے مصنفوں کی بھی بہت زیادہ بُرائی کرتے ہو۔ لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حضرات اپنے خود ساختہ نفسانی مذہب کو نہیں بیان کرتے ہیں، بلکہ ان ائمہ ہدیٰ میں نے جن کی ہدایت و درایت پر امت مجتمع ہو چکی ہے۔ امام احمد بن حنبل اور ان کے متبعین کے مذہب کو بیان کرتے ہیں۔ اب تمہارا انکار بجز عناد کے کچھ نہیں ہے اور تمہارا

انکار بجز عناد کے کچھ نہیں اور تمہارا مراتب علیا اور بغیر تقلید ائمہ ہدیٰ کے ادلّہ کے اخذ کرنے کا ادعا کرنا بلاشبہ یہ خرقِ اجماع ہے۔

تحقیق مسائل بطرزِ عجیب

فصل: اس تقدیر پر جیسا کہ تم گمان کرتے ہو کہ یہ امور یعنی نذر وغیرہ کفر ہیں، تو ہم ایک اور اصل وقاعدہ بیان کرتے ہیں، جو اہلِ سنت و جماعت کے اصول میں سے مجمع حلیہ ہے۔ جن کا ذکر شیخ تقی الدین اور ابنِ قیم نے اہل سنت و جماعت سے کیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر اس امت میں سے کوئی جاہل وخطا کار کوئی کفری یا شرکی عمل کرے، تو اس کے کرنے والے کو کافر ومشرک نہیں کہیں گے اور اس کے جہل وخطا کو عذر قرار دینگے، تاوقتیکہ اس کے بیان واضح سے ایسی حجت قائم نہ ہو جائے جسکے تارک پر کفر لازم آجائے۔ (۴۴) اور اس میں ذرّہ بھر التباس وشبہ نہ رہے، یا وہ انکار کرے ایسی بات کا جس کا دین اسلام میں سے ہونا بداہۃً معلوم ہو، اور اس کے واضح، قطعی اجماع پر ساری امت مجتمع ہو، اور ہر مسلمان بغیر نظر وتامّل کے جانتا ہو کہ یہ دین اسلام سے ہے۔ جیسا کہ آئندہ انشاء اللہ آرہا ہے، اور اس کی مخالفت بجز اہلِ بدعت کے کوئی نہیں کرے گا۔

اب اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ بَعْدَ اِیْمَانِہٖ الآیہ یعنی مگر وہ شخص جو اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے۔ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے جبر واکراہ کے ذریعہ کلمۂ کفر ادا کرنے پر مجبور ہو کر منہ سے بول دیا تھا۔ جواب میں کہونگا کہ یہ آیت حق ہے، یہ تو تم پر ہی حجت ہے، نہ کہ ہمارے لیے! بلاشبہ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے بارگاہِ رسالت علی الصلوٰۃ والسلام میں بدگوئی کی اور آپ کے دین سے اظہارِ نفرت کیا، اور یہ اجماعاً کفر ہے، اسے ہر مسلمان جانتا ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو معذور گردانا جنھوں نے اس کلمۂ کفر کو جبراً وکرہاً منہ سے بولا۔ اور ان سے مواخذہ نہ فرمایا، لیکن اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان لوگوں کو کافر ہی کہا جنھوں نے انشراحِ صدر یعنی خوش دلی سے یہ کلمۂ کفر بکا۔ اور وہ جو اسے جانتا ہو اور اس سے راضی ہو، اور ایمان پر اسے اختیار بھی ہو، اور اس

سے نادان بھی نہ ہو، آیت کریمہ میں اسی کو کافر کہا ہے۔ یہ ان مسائل میں سے ہے جن پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اسے اپنی کتابوں میں نقل کرتے رہے ہیں، اور ہر وہ مسئلہ جس کو ''مکفرات'' میں شمار کر کے بیان کیا ہے۔ لیکن وہ امور جن کی بناء پر تم مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو، تم سے پہلے کسی بھی اہلِ علم نے تکفیر کی طرف سبقت نہیں کی ہے، اور نہ انہوں نے ''مکفرات'' کے ضمن میں بیان کیا ہے، بلکہ ان کا تذکرہ اقسامِ شرک کی ایک صنف میں کیا ہے، اور بعض نے ''محرمات'' کے ضمن میں بیان کیا ہے، اور ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ ان امور کا کرنے والا کافر ہے، مرتد ہے، اور نہ ان پر اس آیت کریمہ سے حجت پکڑی ہے۔ جیسا کہ تم حجت پکڑتے ہو۔ لیکن تمہارا ان آیتوں سے استدلال کرنا عجیب نہیں ہے، جو ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئیں کہ اِذَاقِيْلَ لَهُمْ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْن (جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو تکبر کرتے ہیں) وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ○ (اور وہ کہتے ہیں، کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہو جائیں، یقیناً یہ شاعر و دیوانہ ہے) اور وہ لوگ جب ان سے کہا جائے اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى (کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے) اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ (اے خدا اگر یہ وہی حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا) اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (کیا ایک معبود کے سوا بہت سے معبود بناتے ہو)۔

ان صراحتوں کے باوجود ان آیتوں سے استدلال کرتے ہو، اور ان لوگوں پر چسپاں کرتے ہو، جو شہادت دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں، اور اس کا اقرار کرتے ہیں کہ کوئی بھی اللہ کے ساتھ عبادت کا مستحق نہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو ان آیتوں سے ان مسلمانوں پر استدلال کرتے ہیں جن کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی شہادت ہے، اور جن کے اسلام پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، انکا یہ استدلال کتنا عجیب ہے۔ اگر وہ اپنے مذہب پر آیت سے استدلال کریں، تو اگر تم سچے ہو،

تو ہم پر واضح کرو کہ اس آیت سے ان کا کفر کس طرح ثابت ہوتا ہے جن کی تم تکفیر ان مخصوص اعمال و اقوال کی بناء پر کرتے ہو۔ اور جن کو تم کفر قرار دیتے ہو، لیکن خدا کی قسم تمہاری کوئی مثال نہیں، بجز عبدالملک بن مروان کے۔ جبکہ اس نے اپنے بیٹے کی ولی عہدی کے لیے کہا کہ تم لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے بلاؤ، اگر وہ تم سے اپنا سر بچائیں تو ان کے سر پر اس طرح تلوار رکھ کر کہو، یعنی انہیں قتل کر دو۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط۔

استدلال بر طریق آخر

فصل: اس جگہ پر ایک اور قاعدہ بھی ہے، وہ یہ کہ بیشک مسلم میں کبھی دو مادّہ جمع ہو جاتے ہیں، کفر و اسلام، اور کفر و نفاق، اور شرک و ایمان، اور حقیقت یہ ہے کہ مسلم میں دو مادّے جمع ہو سکتے ہیں اور کفر ایسا کافر نہیں بناتا کہ ملّت سے نکال دے، جیسا کہ اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے، عنقریب ان کا تفصیلی بیان آنے والا ہے، جن کا سوائے اہلِ بدعت کے کوئی مخالف نہیں۔

خوارج کا ذکر

باخبر رہنا چاہیے کہ سب سے پہلا فرقہ جو جماعت سے خارج ہوا، وہ خوارج کا فرقہ ہے، جو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جماعتِ لمسلمین سے خارج ہوا۔ اور بلاشبہ ان کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، اور ان کے قتل و قتال کا حکم دیا تھا، اور ارشاد فرمایا وہ اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کمان سے تیر۔ جہاں کہیں بھی تم انہیں پاؤ قتل کر دو۔ اور ان کے بارے میں فرمایا، یہ لوگ جہنم کے کتّے ہیں۔ اور فرمایا، یہ لوگ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے۔ اور فرمایا آسمان کی چھت کے نیچے ان کا مسلمانوں کو قتل کرنا بڑا فتنہ ہوگا۔ اور فرمایا وہ قرآن کو پڑھیں گے اور یہ گمان رکھیں گے، یہ ان کے لیے نافع ہے، حالانکہ وہ ان پر حجت ہوگا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صحیح احادیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں مروی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خروج کیا، اور سیدنا علی و عثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہم اور ان کے متبعین کی تکفیر کی، اور مسلمانوں

کا خون بہانے کو، اور ان کے اموال کو حلال جانا۔ انھوں نے مسلمانوں کے شہروں کو بلادِ حرب قرار دیا، حالانکہ وہ بلادِ ایمان یعنی دارالاسلام تھے۔ اور وہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ اہلِ قرآن ہیں، اور وہ سنت کو نہیں قبول کرتے تھے بجز ان کے جو ان کے مذہب کے موافق ہوں۔ اور جو ان کی مخالفت کرتا، یا ان کے شہروں سے نکل جاتا، اسے وہ کافر گردانتے۔ اور گمان رکھتے کہ علی اور صحابہ رضوی اللہ عنہم نے (معاذ اللہ) اللہ کا شرک کیا اور نہیں جانتے تھے کہ قرآن میں کیا ہے، بلکہ وہ یہی گمان کرتے تھے کہ وہ قرآن پر عمل کر رہے ہیں اور متشابہاتِ قرآن سے اپنے مذہب پر استدلال کرتے تھے۔ اور وہ آیتیں جو ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں، جو اہل اسلام کو جھٹلاتے تھے، ان کا مصداق انہی اکابرِ صحابہ کو اپنے نزدیک جانتے، اور ان صحابہ کو حق کی طرف اور مناظرہ کی طرف دعوت دیتے۔ اور سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے مناظرہ فرمایا، اور ان میں سے چار ہزار افراد نے حق کی طرف رجوع کیا۔ باوجود ان ہیبتناک باتوں، اور کفرِ صریح و واضح اور خروج عن المسلمین کے سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے ان کے بارے میں فرمایا، ہم تم سے قتال میں پہل و ابتداء نہ کریں گے، اور نہ تم کو اپنی مسجدوں سے روکیں گے، اگر تم وہاں خدا کا نام لو، اور نہ تمکو مالِ غنیمت سے منع کریں گے جب تک تمہارے ہاتھ ہمارے ساتھ ہیں۔

پھر ان خوارج نے جدائیگی اختیار کر کے مسلمانوں اور امام اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے کی ابتدا کی، تو علی مرتضیٰ نے ان پر لشکر بھیجا، اور مسلمانوں کو ایسے دردناک اور ہیبتناک امور درپیش ہوئے جن کا تذکرہ طویل ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود، نہ تو صحابہ نے، نہ تابعین نے اور نہ ائمہ مسلمین نے ان کی تکفیر کی، اور علی مرتضیٰ، اور نہ کسی اور صحابی نے یہ کہا کہ تمہارے اوپر حجت تمام ہو چکی، اور تمہارے بارے میں حق واضح ہو چکا ہے۔ شیخ تقی الدین کہتے ہیں کہ ان کی تکفیر نہ علی مرتصیٰ نے کی اور نہ کسی صحابی نے اور نہ کسی ائمہ مسلمین نے۔ انتہیٰ۔

اب تم غور کرو، خدا تم پر رحم کرے کہ اصحابِ رسول ﷺ کا طریقہ مدعی اسلام کی تکفیر سے زبان روکنے میں کیا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ جماعت ہے جنھوں نے ان خوارج

کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث دیکھیں اور روایت فرمائی ہیں۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ احادیث رسول اللہ ﷺ سے دس وجھوں سے صحیح ہیں۔ فرمایا اہل علم نے ان سب کو بیان کیا، اور ان کی تخریج امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں فرمائی۔ تو اب اصحابِ رسول ﷺ اور ائمہ مسلمین کے طریقہ پر غور کرو، شاید کہ اللہ تعالیٰ سبیل المومنین کے اتباع کی طرف تمہیں ہدایت فرمائے، اور ان بلاؤں سے تمہیں خبردار کرے، جو تم اس وقت خیال کیے ہوئے ہو کہ یہی سنت ہے۔ یہ گمان خدا کی قسم! تمہاری ہی قوم کا طریقہ ہے، نہ کہ علی مرتضیٰ اور ان کے متبعین کا۔ رزقنا اللہ اتباع اٰثارھم۔ اٰمین

اگر تم اپنے پر حجت لاکر یہ کہو کہ انھوں نے ''غالیہ'' کو قتل کیا، بلکہ انھیں آگ میں جلایا، اور وہ مجتہد ہیں، اور صحابہ نے اہلِ ردّت کو قتل کیا! تو جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ سب درست ہے، مگر غالیہ کا قتل تو اس لیے تھا کہ وہ سب مشرک و زندیق تھے انھوں نے فریب دینے کے لیے اسلام کا اظہار کیا تھا، یہاں تک کہ اُن کا کفر خوب واضح طور پر ظاہر ہوگیا، اور کسی کو اس میں شبہ باقی نہ رہا۔

آگ میں جلانے کی حقیقت

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ جب بابِ کندہ سے اُن پر نکلے، تو وہ سب سجدہ میں گر پڑے آپ نے ان سے فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ انھوں نے کہا آپ اللہ ہیں۔ فرمایا میں اس کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں! انھوں نے کہا بلکہ آپ اللہ ہی ہیں۔ پھر آپ نے ان سے توبہ کرنے کا مطالبہ فرمایا، اور ان پر شمشیر کھینچ لی۔ انھوں نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے زمین میں گڑھا کھودنے، اور اس میں آگ جلانے کا حکم دیا۔ پھر انھیں آتشکدہ کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے فرمایا، اگر تم نے توبہ نہ کی تو اس میں تم کو جھونک دیا جائے گا۔ مگر انھوں نے توبہ کرنے سے انکار کیا، اور کہنے لگے آپ اللہ ہی ہیں۔ پھر آپ نے انھیں آگ میں جھونکنے کا حکم دے دیا۔ جب انھیں آگ میں جلنے کا احساس ہوا، تو کہنے لگے اب ہمیں ثابت ہوگیا کہ یقیناً آپ اللہ ہی ہیں، کیونکہ خدا کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں

دیتا۔'' تو یہ قصہ ان زندیقوں کا ہے جن کو علی مرتضیٰ نے جلایا تھا۔ اس کا ذکر علماء نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ اب اگر تم دیکھو کہ کسی مخلوق کو کوئی کہتا ہے کہ یہ اللہ ہے، تو اسے جلا دو۔ ورنہ اللہ سے ڈرو، اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، اور اپنے فاسد رائے اور واہی مفہوموں سے مسلمانوں کو کافروں کی مانند قیاس نہ کرو۔

قتل مرتدین بزمانۂ خلافتِ صدیقی

اب رہا حضرت صدیق اکبر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتدین کو قتل کرنے کا قصہ! تو معلوم ہونا چاہیے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات فرمائی، تو لوگ اسلام پر باقی نہ رہے، سوائے اہل مدینہ اور اہلِ مکہ و طائف اور جوثا، جو کہ بحرین کے دیہات میں سے ہے۔ چونکہ رِدّت کی خبریں اور قصے بہت طویل ہیں جن کے لیے دفتروں کی ضرورت ہے مگر ہم ان میں سے صرف چند واقعات بیان کرتے ہیں، جن کو علماء نے بیان کیا، تا کہ تمہیں ظاہر ہو جائے کہ تم کس حال پر ہو۔ اور یہ کہ مرتدین کے قصے سے تمہارا استدلال کرنا بھی ایسا ہی ہے، جیسا کہ پہلے قصہ سے استدلال کرنے کا ہے۔

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واجبات میں سے ہے کہ جاننے کے مرتدین کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ کہ اسلام سے منحرف ہو کر جو ملّت سے نکل گئے تھے اور اپنے اس کفر کی طرف لوٹ گئے تھے جس پر وہ پہلے تھے مثلاً بت پرستی وغیرہ پر۔ اور ایک قسم یہ کہ اسلام سے مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب (۴۵) جو قبیلۂ بنو حنیفہ سے تھا اس کے پیرو ہو گئے تھے۔ اور ان کے سوا اور بھی قبائل نے مسیلمہ کی تصدیق کی، اور اس کی نبوت کے دعوے پر قائم ہو گئے تھے ایک قسم یہ کہ مرتد ہو کر اسود عنسی (۴۶) کے زمرہ میں چلے گئے اور یمن میں جو اس نے دعوئے نبوت کیا اس کے وہ مقر ہو گئے تھے۔ اور ایک قسم یہ کہ مرتد ہو کر طلیحہ اسدی کے دعوئے نبوت کی تصدیق کر لی تھی، یہ غطفان، فرازہ اور ان کے حلیف قبائل تھے۔ اور ایک قسم یہ کہ سجاح کی تصدیق کی تھی۔ لہٰذا یہ تمام لوگ مرتد تھے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر ہو گئے تھے، اور انھوں نے زکوٰۃ، نماز، اور تمام شعائر اسلام کو چھوڑ دیا تھا۔ مگر روئے زمین پر

کوئی نہ تھا کہ اللہ کے لیے سجدہ کرے، بجز مسجد مدینہ، مکہ مکرمہ اور جواثا، جو کہ بحرین کا ایک دیہات ہے۔ اور ایک قسم اور ہے وہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نماز و زکوٰۃ میں فرق کیا، اور امام کی طرف زکوٰۃ کی ادائیگی کے وجوب میں رخنہ ڈالا۔ درحقیقت یہ لوگ باغی و سرکش تھے، ان لوگوں نے اس زمانہ میں اس نام کا خاص دعویٰ نہیں کیا، کیونکہ یہ بھی مرتدین کے زمرہ میں داخل ہو گئے تھے لہٰذا ان کا نسبتی نام مرتدین میں ہی کر دیا گیا، اس لیے کہ یہ دونوں معاملہ میں اہم و اعظم تھے۔ اور زمانۂ خلافت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ میں جو ہوا مورخین نے انھیں ''قتالِ اہلِ بغی'' کے نام سے لکھا۔ کیونکہ یہ اپنے زمانہ میں منفرد تھے اور مشرکین سے ان کا اشتباہ و اختلاط نہ ہوتا تھا، مگر ان مرتدین کے معاملہ میں اختلاف رونما ہوا اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو شبہ لاحق ہوا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ان سے مناظرانہ گفتگو شروع کر دی، اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے حجت پیش کی کہ فرمایا ''مجھے لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں اب جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا اس کا مال اور اس کی جان محفوظ ہو گئی۔

اس کے بعد امام ابوسلیمان رحمہٗ اللہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ ہمیں واضح ہو گیا کہ اہلِ رِدّت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو ملت سے مرتد ہو کر مسیلمہ وغیرہ کی نبوت کے اقراری ہوئے، اور کچھ وہ ہیں جنھوں نے تمام شرائع اسلامی کا انکار کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں صحابۂ کرام نے جن سب کا نام ''کفار'' رکھا۔ اور یہی حکم ان کے قیدیوں اور ان کے اموال کے بارے میں سیدنا ابوبکر اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے میں تھا۔ پھر زمانۂ صحابہ میں کس نے اس کے خلاف نہ کیا، یہاں تک کہ سب کا اجماع ہو گیا کہ مرتد کو قید نہ کیا جائے (بلکہ قتل کر دیا جائے)۔

اب رہا مانعینِ زکوٰۃ کا قضیہ! تو ان میں کچھ تو اصل دین پر قائم رہے، تو انھیں باغی و سرکش کہا گیا، اور مشرک نام نہ دیا گیا، اگرچہ وہ کافر سمجھے جاتے تھے، اور یہ کہ مرتدین سے مشارکت و شمولیت کی بناء پر ان کی طرف رِدّت کی نسبت کی گئی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے بعض دینی حقوق کی ادائیگی سے منع کیا ہے۔ اور انھیں رِدّت کا نام اس بنا پر دیا گیا کہ رِدّت

ایک لغوی نام ہے اور اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو قبول کردہ امر سے پھر جائے۔ لہٰذا یقیناً یہ لوگ پھر گئے تھے بلاشبہ اس قوم سے طاعت سے پھرنا، منعِ حق اور انقطاع عن الملت پایا گیا، اور ان سے مدح وتعریف کے نام منقطع ہو گئے اور قومِ مرتدینِ عن الحق سے مشارکت کی بنا پر ان پر اسم قبیح مسلط کر دیا گیا۔ اس کے بعد امام ابوسلیمان رحمہٗ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آج ہمارے زمانہ میں کوئی زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے اور اس کی ادائیگی میں مانع ہو، تو اس کا حکم باغیوں کی مانند ہوگا۔ جواب میں فرمایا، نہیں! کیونکہ اس زمانہ میں جو زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے گا، تو وہ وجوبِ زکوٰۃ پر اجماع مسلمین کی وجہ سے کافر ہوگا۔ بلاشبہ وجوبِ زکوٰۃ کو ہر خاص و عام خوب جانتا ہے، اور عالم و جاہل سب کو ہی یہ معلوم ہے، تو اس کے منکر کو معذور نہ جانا جائے گا۔

یہی حکم ہر اس منکر کا ہے، جو کسی ایسے امر دینی کا انکار کرے جس پر امت کا اجماع ہو، اور اس کا علم سب کو ہو، جیسے نماز پنجگانہ، ماہِ رمضان کے روزے، غسل جنابت، حرمت سود، تحریم شراب و نکاح محارم وغیرہ دیگر ضروریات و احکام دینی۔ مگر یہ کہ وہ نومسلم ہو اور اسلامی تعلیم سے بھی مکمل واقفیت نہ ہوئی ہو، اور اس کے حدود کا ابھی علم نہ ہو، ایسا نومسلم شخص اگر جہالت سے کسی امر دینی کا انکار کرے، تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ ابھی اس کا وہی طرز ہے جس پر وہ پہلے تھا، ابھی صرف نام کا مسلمان ہوا ہے۔ لیکن جس امر دینی کی واقفیت بطریقِ علم خاص ہو، اور وہ ہو بھی ایسا کہ اس میں اجماع ہونا معلوم نہ ہو، جیسے حرمتِ نکاح، عورت کے ساتھ پھوپی و خالہ کے جمع کرنے کی، اور قاتل عمد، مقتول کا وارث نہیں، اور دادا کے لیے چھٹا حصہ وغیرہ اس کے مشابہ دیگر مسائل دینیہ، تو اگر کوئی انکا انکار کرے، تو تکفیر نہ کی جائے گی، بلکہ اسے معذور جانا جائے گا، کیونکہ عام لوگوں میں علم کا عام پھیلاؤ نہیں ہے۔ بے خطا کا کلام یہاں ختم ہوا۔

''المفہم'' کے مصنف ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا، تو اہل عرب مرتد ہو گئے، بجز تین مسجدوں کے رہنے والے، مسجد مدینہ منورہ، مسجد مکہ اور مسجد جواثا۔ انتہیٰ

مختصراً مرتدین کا یہ قصہ ہے، جسے بعض اہلِ علم نے بیان کیا ہے اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ لیکن یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ بلاشبہ تمہاری مانند، یا وہ جو تم سے کچھ علم میں زیادہ ہو، اس کے لیے نہ استنباط جائز ہے اور نہ قیاس۔ اور یہ تو کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ لوگوں کو اپنا مقلد بنائے۔ البتہ جو مرتبہُ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو، اس پر واجب ہے کہ وہ مجتہدِ فی الدین کی تقلید کرے۔ اور یہ مسئلہ اجماع سے ثابت ہے۔ لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے ان کے زمانہ سے نکلا، بلاشبہ وہ اجماع قطعی سے نکل گیا، اس لیے کہ جو حضرات ان کے ساتھ تھے، وہ اہلِ علم اور اہلِ اسلام تھے اور یہ وہ مہاجرین و انصار ہیں جن کی تعریف و توصیف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمائی ہے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت، جمیع شرائط امت سے امامتِ حقہ تھی، اور وہ تمام شرائط کے جامع تھے۔ اب اگر آج تم میں کوئی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مہاجرین و انصار کی مانند ہو، اور تم میں سے کسی کی امامت پر ساری امت مجتمع ہو، تو تم اپنے کو ان پر قیاس کر سکتے ہو، ورنہ خدا کی قسم! تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق سے شرم کرو، اور اپنی قدر و قیمت کو پہچانو۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے، جو اپنے آپ کو پہچانے، اور خدا اسے جھوٹے گھمنڈ سے بچائے اور تمام مسلمانوں کو ان کے فتنہ و فساد سے محفوظ رکھے، اور ان کو مومنین کے راستہ پر چلائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَتَّبِعَ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ۝	جو مسلمانوں کے خلاف راہ چلے، ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے، اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔

اتمام حجت

فصل:

جبکہ خوارج کا تذکرہ، اور صحابہ کرام اور اہلِ سنت و جماعت کا مذہب کہ وہ ان کی تکفیر ایسی نہیں کرتے کہ دائرہ اسلام سے انھیں نکالدے، باوجودیکہ وہ جہنم کے کتے، اور اسلام سے

نکل چکے ہیں، جیسا کہ ماسبق میں گزر چکا ہے، ان تمام باتوں کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں کافر قرار نہیں دیا۔ کیونکہ وہ ظاہراً اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اگرچہ ان میں سے بکثرت لوگ از روئے تاویل نکل جانے والے ہیں، لیکن تم لوگ تو آج ان لوگوں کی تکفیر کر رہے ہو، جن میں ان میں کی ایک بھی خصلت موجود نہیں ہے، بلکہ آج تو تمہیں تکفیر پر ہی اکتفاء نہیں، ان کے خون بہانے، اور ان کے اموال لوٹنے کو حلال قرار دے رہے ہو۔ حالانکہ ان کے عقائد اہل سنت و جماعت کے ہی عقائد ہیں۔ یہ فرقہ ناجیہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں شامل فرمائے۔

فرقہ قدریہ

ان خوارج وغیرہ کے بعد فرقۂ قدریہ کی بدعتوں کا خروج ہے۔ یہ فرقہ صحابۂ کرم رضی اللہ عنہم کے آخری زمانہ میں رونما ہوا۔ اور اس فرقۂ قدریہ کے دو طبقے ہیں۔ ایک طبقہ تو سرے سے ہی قدر کا انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو معاصی و نافرمانی کی قدرت نہیں دی، اور نہ وہ اس پر قادر ہے، اور نہ گمراہی کی ہدایت کی اور نہ وہ اس پر قادر ہے۔ ان کے نزدیک مسلمان وہ ہے، جو اپنے آپ کو مسلمان بنائے، جس طرح کوئی اپنے آپ کو نمازی بناتا ہے، یہی حال تمام طاعتوں اور معصیوں کا ہے، بلکہ بندہ وہی ہے کہ اپنے آپ کو پیدا کرے۔ اور یہ طبقہ بندہ کو خدا کے ساتھ خالق یعنی پیدا کرنے والا قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نہ کسی کی ہدایت پر قادر ہے، اور نہ کسی کو گمراہ کرنے پر قادر ہے۔ اس قسم کے ان کے اقوالِ کفریہ ہیں۔ تعالی اللہ عما یقول اشباہ المجوس علوا کبیرا۔

ان کا دوسرا طبقہ ان کے بالکل مقابل ہے۔ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ان کے اعمال پر مجبور کر دیا ہے اور مخلوق میں کفر و معصیت کی نسبت ایسی ہی ہے جیسے تخلیقِ انسانی میں سفیدی یا سیاہی ہے۔ کیونکہ مخلوق کو قدرت نہیں کہ انسانی رنگ و روپ کو بنا سکے، بلکہ ان کے نزدیک تمام معاصی کی نسبت اللہ کی ہی طرف ہے (معاذ اللہ)

اس عقیدۂ فاسدہ میں ان کا امام و پیشوا شیطان ہے، کیونکہ اس نے کہا ہے میں ان کو اغوا

کروں گا اور راہِ راست سے بھکاؤں گا۔ یہ عقیدہ ان مشرکوں کے قول کے مطابق ہے جو کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا، تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباء واجداد۔ ان کے سواء اور بھی ان کی قباحتیں اور کفری باتیں ہیں، جن کو علماء نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، جیسے شیخ تقی الدین اور ابنِ قیم وغیرہ نے۔ باوجود اس کفرِ عظیم اور ضلالتِ قبیحہ کے ان کے پہلے لوگ زمانۂ صحابہ رضی اللہ عنہم، مثلاً سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس اور دیگر اجلاء تابعین سے ملے ہیں، اور حضرات قدس نے ان پر دلائل سے حجت کر کے کتاب وسنت سے ان کی گمراہی کو واضح کیا، اور صحابۂ کرام نے ان لوگوں سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا۔ اسی طرح تابعین نے ان کی ہر کجی وعیب پر حجت قائم فرمائی۔ مگر باوجود اس ہلاکت خیز کفر عظیم کے نہ صحابہ نے ان کی تکفیر کی، اور نہ بعد والے ائمہ اہل اسلام نے، اور نہ ان کے قتل کو واجب قرار دیا، اور نہ ان پر رِدّت کے احکام جاری فرمائے، اور نہ یہ کہا کہ ہماری مخالفت کر کے تم نے کفر کیا ہے، ہم تو صرف حق بات کی ہی تلقین کر رہے ہیں، اور بلاشبہ ہم نے تم پر اظہار حق کر کے حجت قائم کر دی ہے۔ جیسا کہ تم لوگ آج اسی قسم کی باتیں کرتے ہو۔ فرقۂ قدریہ پر ردّت اور واضح ضلالت لازم ہونے کے صحابہ کرام اور تابعین حق بات کے سوا کچھ نہ کہتے تھے۔ بلکہ ان کے بڑے بڑے مبلغین کو بلا کر امراء نے قتل کیا ہے۔ اور اہلِ علم بیان کرتے ہیں کہ اُن کو حدّاً قتل کیا گیا، جس طرح حملہ آور کو اس کے ضرر کے خوف میں قتل کیا جاتا ہے۔ ان کے قتل کرنے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا، جیسا کہ شیخ تقی الدین کے کلام میں انشاء اللہ آئے گا۔

معتزلہ کا بیان

فصل

اہلِ بدعت کا تیسرا فرقہ اُن ''معتزلہ'' کا ہے، جنھوں نے تابعین کے زمانہ میں خروج کیا تھا۔ اور جو ان کے اقوال و افعال کفریہ مشہور ہیں، ان میں ایک تو ''خلقِ قرآن'' کا قول ہے، دوسرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہگاروں کے لیے شفاعت فرمانے کا انکار کرنا ہے، اور تیسرا قول گناہگاروں کا ہمیشہ جہنم میں رہنے کا ہے۔ ان کے سوا ان کی اور بہت سی بُرائیاں اور قباحتیں

ہیں، جن کو علماء نے نقل فرمایا ہے۔ اس کے باوجود کہ یہ تابعین کے زمانہ میں نکلے، اور اُن کو اپنے مذہب کی طرف بلایا، اور علماء تابعین نے ان سے مناظرہ کر کے حجت قائم کی اور بعد والے بھی کرتے رہے اور ان کا ردِ بلیغ کر کے ان کا بطلان واضح کیا، مگر یہ لوگ اپنے باطل عقیدہ پر مصر رہے، اور اپنی طرف بلاتے رہے۔ اور جب انہوں نے جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی تو اس کے بعد علماء نے ان کو اہلِ بدعت کہا اور ان سے بیزاری کا اظہار کیا۔ لیکن ان کو نہ تو کافر کہا اور نہ ان پر اجراً احکام ردّت کیا، بلکہ انہی پر نہیں، ان سے پہلے کے مبتدعین پر احکامِ اسلام میں سے توارث وتناکح، نماز جنازہ، اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کا ہی حکم جاری کیا۔ اور اہلِ سنت میں سے کسی اہل علم نے یہ نہیں کہا کہ چونکہ ہمارے واضح طور پر بیان کرنے کے بعد اب تم پر حجت قائم ہو چکی ہے کیونکہ ہم حق کے سوا کچھ کہتے ہی نہیں ہیں اور اب تم ہماری مخالفت کرتے ہو، اس لیے تم کافر ہو گئے، اور تمہارا خون بہانا، اور مال لوٹنا حلال ہو گیا ہے، اور تمہارے شہر، حربی شہر بن گئے ہیں، جیسا کہ آج تمہارا مذہب ہے۔ کیا تمہارے لیے ان ائمہ اہلِ اسلام کے عمل سے کوئی عبرت ونصیحت نہیں ہے؟ جس کی بنا پر تم باطل سے رجوع ہو کر حق کی طرف آسکو۔

فرقۂ مرجیہ کا ذکر

فصل:

مذکورہ باطل فرقوں کے بعد فرقۂ ''مرجیہ'' ظاہر ہوا، جو کہتا تھا کہ ایمان بغیر عمل کے زبانی کہنا ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک جو شہادتین کا زبانی اقرار کرے، تو وہ کامل الایمان مومن ہے۔ اگرچہ وہ اپنی طویل عمر میں ایک رکعت بھی نماز نہ پڑھے، اور رمضان کا ایک روزہ بھی نہ رکھے، اور نہ زکوٰۃ ادا کرے، اور نہ کوئی اور عملِ خیر کرے۔ بلکہ ان کے نزدیک جو زبان سے دونوں شہادتوں کا اقرار کر لے، وہ ایسا مومن کامل الایمان ہے جس طرح جبرئیل ومیکائیل اور انبیاء علیہم السلام وغیرہ کا ایمان ہے، اس کے سوا اور بھی بہت سے قبیح اقوال ہیں، جن کو انھوں نے اسلام میں بدعت کی بنیاد ڈالی، اور ائمہ اسلام نے ان سے بیزاری کا اظہار کر کے مبتدع ومضل قرار

دیا، اور ان پر کتاب و سنت اور اہل سنت کے اہل علم اور صحابہ و تابعین کے اجماع کو ظاہر فرمایا، مگر ان کا انکار تمرد و سرکشی سے تجاوز کر کے اہل سنت و جماعت سے بغض و عناد کی شکل اختیار کر گیا۔ اور ان سے پہلے جو ان کی مانند مبتدعین تھے ان کے مشابہ کتاب و سنت سے تمسک کرنے لگے۔ اس ہلاکت آفریں امور کے باوجود اہلِ سنت و جماعت نے ان کی تکفیر نہ کی، اور اپنے مخالفوں کی راہ پر نہ چلے اور نہ ان پر کفر کی شہادت دی، اور نہ ان کے شہروں کو دارالحرب قرار دیا، بلکہ وہی ایمانی اخوت، جو ان کے لیے اور ان کے پہلے مبتدعین کے لیے تھی برقرار رکھی، اور یہ نہ کہا کہ ہمارے حق کے اظہار و بیان کے بعد تم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفر کیا ہے۔ اور نہ یہ کہا کہ تم پر ہماری اطاعت و پیروی واجب ہے، کیونکہ ہم غلطی و خطا سے معصوم بمنزلہ رسول ہیں، اور ہمارا منکر اللہ اور اسکے رسول کا دشمن ہے، جیسا کہ آج تمہارا قول ہے۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

فرقۂ جہمیہ فرعونیہ کا ذکر

ان فرقوں کے بعد ایک اور فرقہ ''جہمیہ فرعونیہ'' پیدا ہوا، جو کہتا تھا کہ عرش پر کوئی معبود نہیں ہے جس کی عبادت کریں، اور نہ زمین میں اللہ کا کلام ہے۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ حضور ﷺ کو اپنے رب کی طرف معراج نہیں ہوئی اور ان صفاتِ الٰہیہ کے بھی منکر تھے جو خدا نے اپنی کتاب میں اپنے لیے ثبت فرمائے، اور سید عالم رسول ﷺ نے ان کا اثبات کیا، اور ان پر صحابہ اور بعد کے تمام مسلمانوں کا اجماع رہا۔ اور آخرت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رویت کے بھی منکر تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے ساتھ تعریف کرے جن کے ساتھ اس نے اپنی تعریف فرمائی، اور رسول اللہ ﷺ نے بھی وہ توصیف کی، تو وہ ان کے نزدیک کافر ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی انتہائی درجہ کے کفری قول و فعل ہیں۔ یہاں تک کہ اہل علم نے ان کا نام فرعون کی مشابہت میں کہ وہ بھی اللہ سبحانہٗ کا انکاری تھا۔ ''فرعونیہ'' رکھ دیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہ ائمہ کرام نے انکار دکر کے ابکی بدعت و ضلالت کو خوب واضح فرمایا ان کو مبتدع و فاسق قرار دیا، اور گزشتہ مبتدعین، جن کی شریعت میں شناعتیں کم تھیں، ان سے بڑھ کر اکفر بتایا، اور انھوں

نے کہا کہ شرعیات پر ان کی عقلیں پہلوں کی مانند ہیں۔ اور اہل علم نے ان کے بعض مبلغین کو جیسے جعد بن درہم، اور جہم بن صفوان کو قتل کرنے کا حکم دیا، اور ان کو قتل کرانے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر لیا جن کا ذکر شیخ تقی الدین نے کیا ہے۔ اور ان کے اوپر ردّت کے احکام جاری نہ فرمائے، جیسا کہ تم ان لوگوں پر اہل رِدّت کا حکم جاری کرتے ہو، جو کہ تمہاری کہی ہوئی باتوں کا دسواں حصہ بھی نہ کرتے ہیں اور نہ کہتے ہیں، بلکہ خدا کی قسم! تم یہاں تک کہتے ہو کہ حق کہنے والے کا تم نے کفر کیا، کیونکہ انھوں نے تمہاری خواہشوں کی مخالفت کی، اس کے بعد میں روافض کا تذکرہ نہیں کرتا، کیونکہ یہ لوگ ہر خاص و عام میں معروف ہیں اور ان کی قباحتیں مشہور ہیں۔

کچھ تو یہ فرقے ہیں جن کو ہم نے بیان کیا، ان سے بہتر گمراہ فرقے نکلے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیثِ مبارک میں ہے کہ یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ماسوائے بہتر فرقوں کے تہترواں فرقہ ناجی ہے جو کہ اہل سنت و جماعت ہیں، اور وہ اصحاب رسول ﷺ کو ماننے والے ہیں۔ یہ ناجی فرقہ آخر زمانہِ تک حق پر قائم و باقی رہے گا۔ رزقنااللہ اتباعھم بحوالہٖ وقوتہٖ۔

جب بھی میں ان گمراہ فرقوں کا ذکر کروں گا، تو اہل علم کی کتابوں سے بیان کروں گا، اور زیادہ تر ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم سے نقل کروں گا۔

عدَمِ تکفیر اہل ضلالت پر مذاہب کا بیان

فصل

اب تم سے میں تھوڑا سا تذکرہ کرتا ہوں کہ ان گمراہ فرقوں کے بارے میں جن کا تذکرہ کر چکا ہوں سلفِ صالحین اور اہل علم کا ان کے عدم تکفیر کے سلسلہ میں کیا مذہب ہے۔ چنانچہ شیخ تقی الدین ”کتاب الایمان“ میں کہتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ نے خوارج، مرجیہ اور قدریہ کی تکفیر نہیں کی۔ اور امام احمد اور دیگر ائمہ سے جہمیہ کی تکفیر منقول ہے اس کے باوجود امام احمد عام جہمی لوگوں کی تکفیر نہیں کرتے، اور نہ اس کی جو کہے کہ میں جہمی ہوں بلکہ ان جہمیوں

کے پیچھے نماز پڑھی جو اپنے قول کی طرف لوگوں کو بلاتے، اور عام لوگوں کو امتحان میں ڈالتے، اور جو ان کی باتوں کی موافقت نہ کرتا ان کو سخت سے سخت عذاب وسزا دیتے تھے۔ امام احمد اور دیگر علماء نے ان کی تکفیر نہیں کی، بلکہ ان کے ایمان و امامت پر اعتقاد اسلام رکھتے اور ان کے لیے دعا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں رائے رکھتے کہ ان کے پیچھے نماز پوری کی جائے، حج کیا جائے اور ان کو جہاد میں ساتھ لیا جائے، اور ان پر خروج کرنے سے منع فرماتے تھے۔ یہی رائے دیگر ان کے ائمہ کے بارے میں بھی تھی۔ اور جو وہ قول باطل کہتے تھے، اس کے رَد میں اسے کفرِ عظیم قرار دیتے، اور کہتے تھے۔ پھر وہ اظہار سنت و دین میں طاعت خدا و رسول جل و علیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم اور انکارِ بدعات ملحدین جہمیہ اور رعایت حقوق المومنین از ائمہ و امت کے درمیان جمع و توفیق کی کوشش فرماتے، اگرچہ یہ مبتدعین انتہائی جاہل اور فسق میں غرق تھے۔"
انتہیٰ کلام الشیخ

اب تم شیخ کے اس کلام پر غل و غش سے ذہنوں کو خالی و صاف کر کے غور کرو۔ شیخ تقی الدین تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جس کے دل میں رسول کے ساتھ، اور جو وہ لائے اس کے ساتھ ایمان ہو، پھر اس میں وہ بدعات جن کا ذکر ہوا مل جائیں، اگرچہ وہ ان بدعات کی طرف دعوت دے، تو وہ ہرگز کافر نہیں ہے۔ اور خوارج تو بدعت وقتال امت اور تکفیر مسلمین میں تمام مبتدع لوگوں سے بڑھ کر تھے ان کی نہ کسی صحابی نے تکفیر کی، اور نہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ اور نہ کسی اور نے، بلکہ ان کا حکم ظالم و سرکش مسلمانوں جیسا بتایا، جیسا کہ ان کے اقوال و آثار ان کے بارے میں اس مقام کے علاوہ بھی مروی ہیں۔ اور یہی حکم ایسے تمام بہتر فرقوں کا ہے۔ جو ان میں سے منافق ہوگا، وہ باطن میں کافر ہوگا، اور جو اللہ و رسول پر ایماندار ہوگا، وہ باطن میں مسلمان ہوگا باطن میں کافر نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ تاویل وتفسیر میں کتنا ہی خطا کار کیوں نہ ہو، بلکہ وہ سراپا خطا کار ہی کیوں نہ ہو۔ اور ان میں سے بعض لوگ تو وہ ہیں جن میں نفاق کا کچھ حصہ ہوتا ہے، اور ان میں ایسا نفاق نہیں ہوتا جس کی بناء پر وہ جہنم کے درکِ اسفل کے مستحق بنیں۔ اور جو کہے کہ بہتر فرقوں میں سے ہر ایک ایسا کفر کرتا ہے، جو ملت سے نکال دیتا ہے، تو بلاشبہ اس نے

کتاب وسنت اور اجماع صحابہ کی مخالفت کی، بلکہ ائمہ اربع اور ان کے سوا دیگر علماء کا اجماع ہے کہ وہ شخص ان میں سے نہیں جو بہتر فرقوں کو کافر کہے۔'' انتہیٰ کلامہٗ

اب تم صحابۂ کرام اور دیگر ائمہ وعلماء اہلِ سنّت و جماعت کی ان حکایتوں پر غور کرو جو تم سے پہلے مذاہب کفریہ عظیمہ پر گزر چکے ہیں۔ ان کے بارے میں ان کا حکم تھا، شاید کہ تمہاری وہ ہوا جس میں تم اور تمہارے ساتھی مبتلا ہیں، آگاہ ومتنبہ ہو سکے۔

ابنِ قیم کہتے ہیں کہ طریقہ ہائے اہل بدعت جو اصل اسلام کے تو موافق ہیں، لیکن وہ بعض اصول میں مخالف ہیں، جیسے خوارج، معتزلہ، قدریہ، روافض، جہمیہ اور غلات مرجیہ وغیرہ تلو ان کی بہت سی قسمیں ہیں:

ان کی ایک قسم تو وہ جو جاہل مقلد اور بے بصیرت ہیں۔ ان کی نہ تکفیر کی جائے گی اور نہ تفسیق اور نہ ان کی شہادت اسلام کو رد کیا جائے گا۔ اس لیے کہ یہ لوگ ہدایت سیکھنے پر قادر نہیں ہیں، ان کا حکم، ضعیف وکمزور مرد وعورت اور بچوں کے حکم کی مانند ہے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی یہ ہے، جو علماء سے دریافت کرنے، ہدایت طلب کرنے، اور معرفت حق حاصل کرنے کی تو قدرت رکھتے ہیں، لیکن وہ دنیاوی لذت وجاہ اور اس کے معاش میں مشغول ہونے کی وجہ سے ترک کیے ہوئے ہیں۔ ایسے مفرط لوگ مستحق وعید، گنہگار اور اس تقوئے الٰہی کے تارک ہیں جو ان پر واجب ہے، اور باوجود قدرت واستطاعت کے حاصل نہیں کرتے۔ اس قسم کے لوگوں پر واجبات سنن و ہدایت کے مقابلہ میں اگر بدعت وہوا غالب ہے، تو ان کی شہادت مردود کردی جائے گی۔ اگر بمقابلہ بدعت وہوا، واجبات سنن جو ہدایت غالب ہے، تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی۔

تیسری قسم ان لوگوں کی یہ ہے کہ وہ علماء سے دریافت بھی کرتے ہیں، اور ان پر ہدایت واضح بھی ہو جاتی ہے، مگر تعصب وعناد اور علماء سے عداوت کی بنا پر ترک کردیتے ہیں، تو ان کا کم سے کم حکم یہ ہے کہ وہ فاسق ہیں، اور ان کی تکفیر محل اجتہاد۔ انتہیٰ کلامہٗ

تو اب تم غور وتامل کرو، انھوں نے اس تفصیل کا ذکر اپنی اکثر کتابوں میں کیا ہے، اور کہا

ہے کہ بلاشبہ ائمہ اہل سنت ان کی تکفیر نہیں کرتے ہیں، باوجود یہ کہ ان میں شرک اکبر اور کفر اکبر کے بعض اوصاف موجود ہیں۔ اور ان کی بیشتر خرافات کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے ان کے کلام سے بطور تصدیق کے ہم نے یہ بیان کیا ہے۔

اور ابن قیم ''المدارج'' میں بیان کرتے ہیں کہ صانع عالم کے لیے شریک ثابت کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں، ایک تو مشرک ہیں، جو اللہ کی ربوبیت والوہیت میں شریک گردانتے ہیں جیسے مجوسی، اور ان کی ایک شاخ قدریوں کی ہے، یہ لوگ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو ثابت کرتے ہیں۔ اور ''قدری مجوسی'' اللہ کے ساتھ، افعال کے خالق کو بھی ثابت کرتے ہیں ان کے نزدیک افعال، اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ نہیں ہیں، اور نہ اسے قدرت ہے (معاذ اللہ) افعال کا صدور بغیر مشیت وقدرتِ الٰہی ہے۔ اور نہ اسے افعال پر قدرت ہے، بلکہ وہ افعال ہر چاہنے والے اور ارادہ کرنے والے کے فعل سے پیدا ہونے کے قائل ہیں، اور حقیقۃً انکا قول یہ ہے کہ حیوانات کے افعال کا خالق اور رب، اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ انتہیٰ کلامہٗ۔ انھوں نے اس شرک کا ذکر اپنی تمام کتابوں میں کر کے ان کو مجوسیوں کے مشابہ قرار دیا جو کہتے ہیں کہ جہان کے لیے دو خالق ہیں۔ دیکھو انھوں نے تکفیر پر کتنی بحث کی، انھوں نے اور ان کے شیخ نے تمام اہل سنت کی متابعت میں عدم تکفیر کی حکایت کس طرح نقل فرمائی، یہاں تک کہ حق اور معاندۃ کی معرفت کے باوجود فرمایا کہ ''انکا کفر محلِ اجتہاد ہے'' جیسا کہ ابھی ابھی بیان ہوا۔ نیز فرقۂ جھمیہ کا ذکر انتہائی قبیح اوصاف کے ساتھ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ان کا شرک، فرعون کے شرک کے مطابق ہے اور یہ لوگ فضول ہیں۔ ان کا شرک ان سے بہت کم ہے۔ اور ان کی مثال میں نونیہ وغیرہ کا تذکرہ اپنی کتابوں میں جیسے ''الصواعق'' وغیرہ ہیں، میں کیا ہے۔

اسی طرح معتزلہ کا تذکرہ کتنے بُرے صفات کے ساتھ کیا ہے، اور معتزلہ اور ان کے گروہ کے اقوال کو مبتدعین میں سے شمار کر کے کہا کہ رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان باقی نہ رہا لیکن جب ''نونیہ'' میں ان کی تکفیر پر بحث کرتے ہیں، تو انھیں کافر قرار نہیں دیتے، بلکہ انھیں اس جگہ اس سے جدا رکھتے ہیں، جیسے وہ ایک طرف ہیں، جیسا کہ گزرا۔ پھر اسی میں جب دوسری جگہ اہل

سنت کو مخاطب کرتے ہیں، تو ان کو مبتدعین میں محسوب کر کے ان کے قول کے بارے میں کہتے ہیں کہ ''رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان نہ رہا۔ اور ہم پر گواہ ہو جاؤ کہ ہم نہ تمھاری تکفیر کرتے ہیں، اور نہ تمہارے ساتھیوں کی، اس لیے کہ ہمارے نزدیک تم جاہل لوگ ہو، نہ تم صاحب کفر ہو اور نہ تم صاحبِ ایمان۔'' عنقریب انشاء اللہ شیخ تقی الدین، اور اجماع سلف کی مزید بحث آگے آنے والی ہے، اور یہ کہ اہلِ بدعت خوارج و روافض و معتزلہ وغیرہ کے قول کو کفر کہا۔

ابوالعباس ابن تیمیہ ''متکلمین فی القرآن'' کے بارے میں کہتے ہیں کہ معتزلہ وغیرہ کے کچھ لوگ اسلام میں ''اہلِ کلام'' نام رکھ کر داخل ہو گئے۔ اسی طرح کچھ صابئہ و مشرکین کے وہ جھگڑالو لوگ جو اللہ کے رسول کی معرفت و ہدایت سے محروم تھے، ''اہلِ کلام'' بن کر آگئے وہ چاہتے تھے کہ مسلمان ان کے ماخذ کو اختیار کر لیں۔ جس کی کہ نبی کریم نے ایک حدیث میں خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''بلاشبہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو تم سے پہلوں کی باتوں کو (بطور ماخذ) اپنائیں گے۔'' الحدیث اس کے بعد ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ ان متکلمین میں اکثر لوگ حق پر تھے، انھوں نے دلائل شرعیہ کا اتباع کیا اور نورِ قرآن اور نورِ اسلام سے ان کے دل منور ہو گئے۔ اور متکلمین کے کچھ لوگ بہت سی ان باتوں سے جن کو نبی کریم ﷺ لے کر تشریف لائے تھے گمراہ ہو گئے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے تو اس کی موافقت کی کہ اللہ تعالیٰ نہ کلام کرتا ہے، اور کلام کو سنتا ہے، جس طرح کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ''نہ اسے علم ہے اور نہ قدرت ہے، اور نہ صفات میں سے کوئی اس کی صفت ہے۔'' اس کے بعد ابنِ تیمیہ نے کہا کہ پھر جب انھوں نے دیکھا کہ تمام انبیاء و رُسُل علیہم السلام اس پر متفق ہیں کہ اللہ متکلم ہے اور قرآن کریم میں اس کے کلام و قول کا اثبات ہے، تو وہ کسی وقت کہنے لگتے کہ ''اللہ تعالیٰ حقیقۃً تو متکلم نہیں ہے، بلکہ مجازاً متکلم ہے۔'' یہ ان کا قول تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ لوگ عناد وجود میں داخل ہونے سے پہلے ہی فطرۃً اپنے کفر و بدعت میں مبتلا تھے۔ پھر انھوں نے یہاں تک کہا کہ قول اس کا ہے جو کہتا ہے کہ ''قرآن مخلوق ہے۔'' پھر کہا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے، یا اس طریقہ پر کلام فرمانے جس پر کتبِ الٰہیہ دلالت کرتی ہیں اور جسے رسولوں نے اپنی

اپنی قوم کو سمجھایا، اور اس پر ہر فطرت سلیمہ اتفاق کرتی ہے، ان کا انکار کیا۔ ان لوگوں نے یہ طرزِ استدلال، صائبین اور مسلمان و مومن متبعین رسول کے درمیان اختلاف کے مابین پیدا کیا۔ تو ان میں کے کچھ لوگوں نے تو، جو ہدایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے تھے اس سے کفر کیا، اور کتاب اللہ سے اختلاف کیا۔ اور کچھ لوگ ان میں سے مومن ہی رہے اور مسلمانوں کی ہی پیروی کی جن کی طرف ان کے رب نے ہدایت نازل فرمائی تھی۔ اور ان مومنین متکلمین نے خوب جان لیا کہ ان کا یہ قول، یہود و نصاریٰ کے قول سے زیادہ خبیث ہے اور عبداللہ بن مبارک تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ بلاشبہ ہم یہود و نصاریٰ کے کسی قول کی یقیناً نقل و حکایت کرجاتے ہیں، لیکن جھمیوں کے کسی قول کی نقل و حکایت نہیں کرتے۔ بلاشبہ ان میں کے اکثر لوگ تو وہ ہیں، جو مشرکین کی شاخوں میں سے ہیں، اور کچھ لوگ ''صائبین'' کے پیروکار ہیں۔ یہ لوگ دوسری صدی میں خلیفہ مامون کے زمانہ میں ظاہر ہوئے اور صابئوں اور نجومیوں وغیرہ کے علوم کو ظاہر کیا۔ یہ باتیں اہل علم اور صاحبان شمشیر و امارت کے درمیان پھیل گئیں، اور خلفاء و اُمراء، وزراء و فقہا اور قاضیوں سے کچھ لوگ اس کے پیروکار ہو گئے جس کی بناء پر عام مسلمان و مومن، مرد و عورت کو کڑی آزمائش و امتحان سے دوچار ہونا پڑا۔ ابن تیمیہ کا کلام یہاں ختم ہوا۔

اب تم اس کلام میں غور و فکر کرو کہ انھوں نے ان کے کتنے بڑے بڑے کفر و شرک، اور بعض کتاب پر ایمان، اور بعض کتاب سے کفر کو بیان کر کے مشرکین و صائبین کی شاخوں میں بتایا، اور یہ کہ یہ لوگ پہلے کفار کی باتوں کو کس طرح ماخذ بنا کر اپناتے تھے اور عقل و نقل اور فطرت کے کیسے مخالف، اور تمام رسولوں کے ارشادات کے کس طرح خلاف چلتے، اور حق کے معاند و دشمن تھے۔ اور اہل علم حضرات ان کے اقوال کو یہود و نصاریٰ کے قول سے زیادہ خبیث کہتے تھے، اور عام مسلمان مردوں، عورتوں کو حق کے قیام پر کیسے کیسے عذاب و تکلیف پہنچاتے تھے اس کلام میں ان لوگوں سے ہماری مراد، معتزلہ، قدریہ، جھمیہ اور وہ لوگ جو مبتدعین میں سے ان کے پیروکار وغیرہ ہیں۔ مثلاً خلفاء میں سے مامون، المعتصم، اور واثق اور ان کے وزراء فقہاء اور ان کے قاضی تھے۔ یہ وہ صاحبِ شمشیر و حکومت ہیں، جنھوں نے امام احمد رضی اللہ عنہ

کے جسم مبارک پر کوڑے برسائے اور قید میں رکھا۔ اور احمد بن بصیر خزاعی وغیرہ کو قتل کیا۔ اور عام مسلمان مردوں، عورتوں کو اپنے اختراعی قول پر دعوت دینے پر قسم قسم کے عذاب پہنچائے جیسا کہ گزرا اور آگے آئے گا۔ باوجود ان تمام باتوں کے امام احمد نے ان کی تکفیر نہیں کی، اور نہ سلف میں سے کسی اور نے۔ بلاشبہ امام احمد ان کے پیچھے نماز پڑھتے اور ان کے لیے استغفار کرتے تھے۔ ان کا حکم بجا لاتے اور بغاوت و خروج نہ کرنے کا مشورہ دیتے۔ حالانکہ امام احمد رضی اللہ عنہ یقیناً ان کے قول اور کفر عظیم کی تردید فرماتے تھے، جیسا کہ گزرا غور سے پڑھو۔ تو اب خدا کی قسم! تم پر غور وفکر لازم ہے کہ یہ کیا بات تھی، اور تمہارا قول وعمل ان سے کتنا مخالف و متضاد ہے، تم اسے بھی کافر کہتے ہو، جو تمہارا مخالف ہو، اور جو اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اللہ کی رسّی مضبوط تھامو! جہل اور قولِ زُور کی حد ہوگئی۔ سلف صالحین کی اقتداء کرو، اور اہل بدعت کے طریقہ سے اجتناب کرو، اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جن کے بُرے عمل کو مزیّن بنا کر اچھا کر کے دکھایا گیا۔

شیخ تقی الدین فرماتے ہیں کہ منکرین و اہلِ بدعت دو طرح کے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو سرے سے ہی تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو مسلمانوں کے بعض طبقوں کی تکفیر کرتے ہیں، اور ان کے جان و مال کو حلال جانتے ہیں۔ اس کی دو بڑی وجہ یہ ہیں کہ وہ دوسرا گروہ اس میں کبھی اتنی بڑی بدعت نہیں ہوتی جتنی طائفہ مکفِّرہ میں ہوتی ہے، بلکہ کبھی طائفہ مکفِرہ کی بدعت ان کے لیے طائفہ مکفَّرہ کی بدعت سے زیادہ بڑی ہوتی ہے، اور کبھی ان کے برابر، اور کبھی ان سے کم۔ یہی حال ان عام اہل بدعت و ہوا کا ہے جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْادِ يْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ (۴۷)	بلاشبہ انھوں نے اپنے دین کو تقسیم کرکے ٹکڑے ٹکڑے بنا لیے تو تم ان کی کسی بات کو نہ مانو

دوسری وجہ یہ کہ اگر دو گروہوں میں سے کسی ایک کو بدعت میں خاص جانیں، اور

دوسرے کو سنت کے موافق تو اس کے لیے یہ سنت نہ ہوگا کہ وہ ہر اس شخص کی تکفیر کرے جس کے قول میں خطا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا (۴۸)	اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ فرما اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں۔

اور صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فعل پر ارشاد فرمایا:

لاجناح علیکم فیما اخطأتم به ؤلکن ماتعمدت قلوبکم	جس چیز میں تم خطا کرو اُس میں تم پر مؤاخذہ نہیں، مگر اُس پر جو تمہارے دلی قصد سے ہو

اور نبی کریم ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطاء و نسیان، اور وہ کام جس پر جبر کیا گیا ہو کو معاف فرمایا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے جسے ابنِ ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔(۴۹)

بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، برگزیدہ تابعین، اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ کافر نہیں ہے جو ایسا قول کہے جس میں خطا ہو، اور اس بناء پر اُسے کافر کہا جائے اگرچہ وہ قول سنّت کے مخالف ہو، مگر لوگ مسائل تکفیر میں جھگڑتے ہیں۔ اس بات کو تفصیل کے ساتھ دوسری جگہ لکھا ہے۔

شیخ تقی الدین یہ بھی فرماتے ہیں کہ خوارج کی دو خاصیتیں مشہور ہیں جس کی بناء پر مسلمانوں اور ان کے ائمہ سے جُدا ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ انھوں نے سنت سے خروج کر کے جو بدی نہیں تھی، اسے بدی قرار دیا، اور جو نیکی نہیں تھی، اسے نیکی بنایا۔

دوسری یہ کہ خوارج اور مبتدعین کی یہ خاصیت ہے کہ وہ گناہوں اور بُرائیوں پر تکفیر کرتے ہیں، اور اس پر مسلمانوں کے جان و مال کو حلال قرار دے کر نتیجہ مرتب کرتے ہیں اور دارالاسلام کو دارالحرب، اور اپنے گھروں کو دارالایمان ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح کی باتیں تمام

روافض، جمہور معتزلہ، جہمیہ، اور وہ غالی گروہ جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلواتا ہے، کرتے ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان دونوں خبیثا عادتوں سے بچے اور جو اس اصل خباثت کی پیداوار ہیں، مثلاً مسلمانوں کی مذمت، ان پر لعنت، اور ان کے جان و مال کو حلال سمجھنا وغیرہ ان سے بھی اپنے آپ کو بچائے۔

اہلِ بدعت کیسے پیدا ہوتے ہیں

بلاشبہ عام طور پر اہلِ بدعت، مذکورہ دونوں خبیث قاعدوں اور اصلوں سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ پہلی خصلت اپنانے کا سبب تاویل فاسد ہے۔ یہ تاویل، یا تو اس حدیث میں کریں گے جو انہیں پہنچی ہو، اور وہ غیر صحیح ہو، یا وہ رسول کریم ﷺ کے سواء سے ملی ہو اور اس کے قائل نے اس میں تقلید لازم کر لی ہو، اور وہ قائل راہِ صواب پر نہ ہوگا۔ یا وہ تاویل کتاب اللہ کی کسی آیت کی تفسیر میں کرینگے، اور وہ تاویل صحیح نہ ہوگی۔ یا قیاسِ فاسد کریں گے، یا کوئی رائے قائم کر کے اس رائے کو درست و صحیح خیال کریں گے، حالانکہ وہ غلط و خطاء پر مبنی ہوگی۔ اس کے بعد بیان کرتے ہیں کہ امام احمد رحمۂ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ تاویل و قیاس کے ہی ذریعہ خطا کرتے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ اہل بدعت، مقدمات پر دینِ اسلام کی بنیاد بناتے ہیں، اور اسی کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں۔ ان کی بنیاد یا تو الفاظ کی دلالت میں ہوگی، یا عقلی معانی میں۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بیان پر غور و فکر نہیں کریں گے۔ اسی بناء پر وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اور امام احمد اسے قابل اعتراض بتاتے ہیں کہ جو صرف ظاہر الفاظ قرآن پر تمسک کرے، اور بیان رسول کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین سے استدلال نہ کرے۔ اور یہی طریقہ تمام ائمہ مسلمین کا ہے کہ وہ بیانِ رسول ﷺ سے صرفِ نظر نہیں کرتے تھے، اگرچہ وہ اس کی طرف راہ پالیں۔

اور شیخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں اور میرے پاس بیٹھنے والا ہر طالبِ علم ہمیشہ اس پر قائم رہے ہیں کہ یہ بڑی ہی ممنوع بات ہے کہ کسی معین شخص کو کافر، فاسق یا معصیت میں مبتلا کہا جائے، بجز اس وقت کے جب کہ اس پر ایسی قوی حجت قائم ہو جائے جس کی مخالفت سے کبھی

کافر ہو جائے یا فاسق و عاصی۔ بلاشبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے۔ یہ خطاؤں کی معافی عام ہے، خواہ وہ مسائل خبر یہ میں ہوں، یا مسائل علمیہ میں۔ اور سلف میں ہمیشہ اس قسم کے مسائل میں کثرت سے اختلاف رہا ہے، مگر ان میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس بناء پر کسی کو کافر، فاسق یا عاصی کہا ہو۔ مثلاً قاضی شریح کا قرأت میں بل عجبت اور یسخرون میں اختلاف و انکار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ پر تعجب کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔

یہ شیخ یہاں تک بیان کرتے ہیں کہ سلف میں مسائل میں نزاع و اختلاف سے جدال و قتال تک نوبت آجاتی تھی، باوجود یہ کہ اس پر سب اہل سنت کا اتفاق تھا، کہ دونوں طرف کی جماعتیں سب کے سب مومن و مسلمان ہیں بلاشبہ ان کی ثابت شدہ عدالت کے لیے یہ قتال مانع نہیں ہے، کیونکہ قتال کرنے والا اگرچہ باغی ہو، مگر وہ متاوّل ہے، اور تاویل فاسق نہیں بناتی۔ اور میں ان کی طرف سے ظاہر کرتا رہتا ہوں کہ سلف اور ائمہ سے جو قولِ کفری کے اطلاق میں مسائل ہیں کہ ایسا کہے یا ایسا کہے وغیرہ میں، لیکن یہ بھی حق ہے، مگر اطلاق اور تعین کے درمیان فرق کرنا واجب ہے۔ یہی وہ ابتدائی مسئلہ ہے جس میں امت بڑے بڑے مسائل اصولیہ میں جھگڑ رہی ہے۔ مثلاً مسئلہ ''وعید'' ہے بلاشبہ قرآنِ یم میں مسئلہ وعید (سزائے آخرت) مطلق اور عام ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا ۰ ۵ الآیہ	بیشک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں الخ

اس قسم کی وہ تمام وعیدیں جن میں ہے کہ ایسا کیا تو ایسی سزا ملے گی اور وہ ایسا ہے'' تو یہ نصوص مطلق و عام ہیں، اور یہ بمنزلہ سلف کے ان اقوال کے ہیں جن میں ہے کہ ''اگر ایسا کیا یا کہا تو وہ کافر ہے۔'' کیونکہ حکم تکفیر از قسم وعید ہے۔ اگرچہ وہ قول و فعل صدق پر مبنی نہ ہو، اسی لیے رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''لیکن آدمی ابھی تازہ بتازہ مسلمان ہوا ہے اور اس کی زندگی دُور دراز علاقوں میں بسر ہوئی ہے۔''

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ آدمی ان نصوص کو نہیں سنتا، یا اس نے سنا تو ہو مگر اسے یاد نہ رکھ سکا ہو، یا اُسے کوئی اور خاص سبب لاحق ہوا ہو، یا اس نے ازروئے تاویل واجب کر لیا، اگر چہ وہ تاویل میں خطا کار ہو۔

اور میں ہمیشہ صحیحین کی اس حدیث کو بیان کرتا ہوں، جو اس شخص کے بارے میں ہے جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب میں سو جاؤں، تو مجھے آگ میں جلا دینا (الحدیث) تو یہ شخص اللہ کی قدرت، اور جب وہ ذرہ ذرہ ہو جائے، تو اس کے لوٹانے پر قادر ہونے کے شک میں مبتلا تھا، بلکہ اس کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ دوبارہ نہیں لوٹا سکتا، حالانکہ یہ باتفاق لمسلمین، کفر ہے۔ لیکن چونکہ وہ جاہل تھا، وہ اس کا علم نہیں رکھتا تھا، مگر وہ تھا ایماندار وہ اس سے ڈرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہ فرمائے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے اسی بنا پر بخش دیا۔

تو وہ مجتہدین کرام جو متابعتِ رسول کریم ﷺ کی حرص میں تاویل کرتے ہیں وہ بدرجہ اولیٰ اللہ کی مغفرت کے اس کی مانند مستحق ہیں۔ انتہیٰ

یہی شیخ ان دو شخصوں کے بارے میں جو مسئلہ تکفیر میں بحث کر رہے تھے کہتے ہیں کہ ان کے جواب در جواب میں طوالت اختیار کر لی، تو بالآخر دوسرے نے کہا کہ اگر فرض کیا جائے کہ کوئی شخص حکم تکفیر سے بچانے کی خاطر وہ یہ گمان کرے کہ یہ کافر نہیں ہے اور اپنے نزدیک مسلم بھائی کی حمایت و نصرت کرے، تو یقیناً یہ شرعاً غرض حسن ہے۔ اور وہ اس میں جب اجتہاد کرے گا، تو اگر اجتہاد درست ہوا تو وہ دو اجر کا مستحق ہوگا اور اگر اجتہاد میں خطاء کی ہے، تو وہ ایک اجر (اجتہاد کرنے کا) ضرور پائے گا۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ تکفیر دین کی بدیہی اور واضح معلومات والے مسائل کے انکار پر ہوتی ہے۔ یا ان احکام کے انکار پر جو متواتر و اجماعی ہوں۔ (۵۱) انتہیٰ

اب تم شیخ کے اس کلام پر غور و فکر کرو۔ کیا تمہارے اس قول کی مانند ہے کہ ''یہ کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔'' خاص طور پر ان کے اس قول پر توجہ دو کہ فرمایا ''اگر وہ تکفیر سے بچانے کی خاطر اجتہاد میں خطا بھی کرے، تب بھی وہ ایک اجر کا مستحق ہے۔'' اور ان

کے اس پہلے قول پر غور کرو کہ ''کبھی وہ کفر ہوتا ہے، مگر قائل یا فاعل کافر نہیں ہوتا، چونکہ اس میں چند احتمالات ہیں، ممکن ہے کہ اسے اتنا علم ہی نہ پہنچا ہو کہ اس سے کافر ہو جاتا ہے، اور یہ بھی امکان ہے، اسے اس کا علم ہوا ہو، مگر وہ اسے سمجھا ہی نہ ہو، یا ممکن ہے کہ اس کے نزدیک کوئی ایسی تاویل عارض ہوئی ہو، جس سے اس نے لازم کیا ہو۔ ان کے سوا اور بھی احتمالات ہیں جن کا انھوں نے تذکرہ فرمایا۔

تو اے اللہ کے بندو! تنبیہ حاصل کرو، اور حق کی طرف واپس آجاؤ، اور سلف کی راہ عمل کو اختیار کرو، موجودہ حرکت سے باز آجاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے تمھیں ورغلا رکھا ہے، اور تکفیر مسلمین کو مزّین بنا دیا ہے، اور تم نے اس کے ورغلانے سے اپنی مخالفت کو لوگوں کے کفر کی ترازو بنا لیا ہے، اور اپنی موافقت کو اسلام کی ترازو جان رکھا ہے۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہم اللہ پر اور اس کی مراد و شریعت اور اس کے رسول ﷺ کے بیان مراد پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں خواہشوں کی پیروی سے بچائے۔ آمین

ابنِ قیم کہتے ہیں کہ دراصل انواعِ کفر اور کفرِ جحود کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک کفر مطلق و عام، دوسرے کفر مقید و خاص۔ لہٰذا مطلق یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل وفرمایا، اور اس کے رسول ﷺ نے پہنچایا ان کا کلیۃً انکار کرے۔ اور خاص وہ مقید یہ ہے کہ فرائض اسلام میں سے کسی فرض، یا محرمات میں سے کسی حرمت، یا توصیفِ الٰہی میں سے کسی صفت یا کسی ایسی خبر کا جس کی اللہ نے خبر دی ہو قصد وعمد کے ساتھ انکار کرے یا کسی پہلے قول کی جان بوجھ کر اپنی کسی غرض دنیاوی کے تحت انکار کرے، لیکن اگر یہ انکار جہل یا تاویل کی بناء پر ہے، تو اسے معذور رکھا جائے گا اور اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ کیونکہ بخاری ومسلم اور دیگر سنن و مسانید میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرد نے جس نے کبھی کوئی نیک کام نہ کیا، اپنی بی بی سے کہا الحدیث اور ایک راویت میں ہے کہ ایک مرد نے اپنی جان پر ظلم کیا، پھر جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں، تو میرے جسم کو جلا کر، آدھی خاک ہَوا میں اور آدھی خاک دریا میں بہا دینا۔

پس خدا کی قسم! اگر اللہ اس پر قادر ہوگیا، تو اتنا شدید عذاب دے گا کہ جہان میں ایسا عذاب کسی اور کو نہ دیا ہوگا چنانچہ وہ مر گیا، تو اس کی وصیت کے مطابق کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا اور ہَوا کو اس کی خاک جمع کرنے کا حکم فرمایا، اس کے بعد زندہ کر کے فرمایا، تو نے ایسا کیوں کیا؟ کہا اے رب تیرے خوف سے، اور تو خوب جانتا ہے۔ اس پر اللہ نے اسے بخش دیا۔

تو غور کرو کہ یہ مرد قدرتِ الٰہی کا منکر اور بعث ومعاد پر اعتقاد نہ رکھتا تھا، باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا، اور اس کے جہل کو عذر قرار دیا، اس لیے کہ اگر اسے اس کا علم پہنچتا تو وہ عناد و دشمنی میں اس کا انکار نہ کرتا۔ تو یہ حدیث اس نزاع کے بطلان میں قول فیصل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہل کی بناء پر نہ تو معذور رکھتا ہے اور نہ اس سے عذاب اٹھاتا ہے یہ تو اس وقت ہے جبکہ اسے اس کا علم ہو جائے۔ انتہیٰ

شیخ الاسلام (۵۲) ابن تیمیہ لوگوں میں مروجہ مسئلہ تکفیر کے بارے میں کہ کس نے اسے ایجاد کر کے اس بدعت کو شروع کیا، کہتے ہیں کہ اسے سب سے پہلے اسلام میں معتزلہ نے اختراع کیا، اور ان سے اس نے جس نے ان سے ملاقات کی۔ اور اسی طرح خوارج ہیں جنھوں نے اسے پہلی پہل ظاہر کر کے اس میں لوگوں کو پریشان کیا کچھ لوگ تو امام مالک رضی اللہ عنہ کے دو قول اس میں بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح امام شافعی اور امام احمد سے بھی دو روایتیں ہیں، اور امام ابوالحسن اشعری اور ان کے تلامذہ سے بھی دو قول منقول ہیں۔ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ بسا اوقات قولِ کفری میں اس کے قائل کی تکفیر میں قول کو مطلق رکھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جس نے ایسا کہا وہ کافر ہے، لیکن وہ شخص معین جس کا یہ قول ہو، اس کی تکفیر نہیں کرتے، جب تک کہ سلطان یا امیر مطاع کے سامنے اس پر ایسی حجت نہ قائم ہو جائے جس کے تارک پر حکم شرع سے کافر ہو جاتا ہے، جیسا کہ کتبِ احکام میں یہ مسئلہ واضح طور پر مرقوم ہے۔ پھر جب وہ حکم کو جان لے، تو اس سے جہالت اُٹھ جاتی ہے، اور اس پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کتاب وسنت میں کثرت کے ساتھ وعید (سزائے آخرت) پر نصوص ہیں۔ اور قول اپنے مفہوم ومصداق کے اعتبار سے بروجہ عموم واطلاق واجب ہی رہتا ہے، بغیر اس کے کہ کسی

معین شخص کو کہا جائے کہ یہ کافر ہے، یا فاسق وملعون یا مغضوب علیہ اور مستحق نار ہے۔ بالخصوص اس شخص میں جس میں فضائل وحسنات بھی ہوں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے ماسواء کے لیے جائز ہے کہ ان میں صغائر وکبائر ہوں، باوجود اس امر کے کہ وہ شخص صدیق، شہید یا صالح ہو۔ جیسا کہ اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ تفصیل سے واضح کیا ہے کہ مرتکب گناہ سے اس کے گناہ توبہ و استغفار سے بدل جاتے ہیں، یا نیکیاں مٹا دتی ہیں، یا تکلیفیں اسے ختم کر دیتی ہیں، یا اس کے لیے شفاعت مقبول ہو جاتی ہے یا محض مشیت الٰہی اور اس کی رحمت اسے فنا کر دیتی ہے۔ پھر جب ہم اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے بموجب کہتے ہیں کہ:

(۱) وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا (الآیہ) (۵۳)
جو کسی مسلمان کو قصد وعمد سے قتل کرے۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (الآیہ) (۵۴)
بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں یقیناً وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں بہت جلد انھیں جہنم میں ڈالا جائے گا۔

(۳) وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ (الآیہ) (۵۵)
جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کے حدود سے تجاوز کرے۔۔۔

(۴) وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (الٰى قَوْلِهٖ) وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا (الآیہ) (۵۶)
باطل طریقہ سے باہم اپنے مالوں کو نہ کھاؤ (یہاں تک کہ) جو ایسا کرتا ہے وہ سرکش وظالم ہے

ان کے سواء اور بھی بکثرت وعید پر مشتمل آیاتِ کریمہ ہیں۔ اسی طرح رسولِ کریم ﷺ کے ارشادات کے بموجب کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس پر جو شراب کو پیئے یا والدین کی نافرمانی کرے یا زمین میں فساد پھیلائے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے، یا لعنت کرے اللہ چوری کرنے والے پر یا لعنت کرے اللہ سود کھانے والے، اس کی وکلات کرنے والے، اس کی گواہی دینے والے اس کی کتابت کرنے والے پر۔ یا لعنت کرے اللہ اس پر جو صدقہ کو چھپانے والے، یا اس میں تجاوز کرنے والے یا

شہر میں افواہ پھیلانے والے، یا بدعات کو ترویج دینے والے ہیں، تو ان پر اللہ کی، فرشتوں کی، اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اور ان کے سواء اور بھی وہ احادیث کریمہ ہیں، جن میں وعید کا ذکر ہے۔ ان سب میں یہ جائز نہیں رکھا جاتا کہ جو اس قسم کے افعال میں سے کچھ کرے اس معین شخص پر لعنت وغیر کی جائے۔ البتہ اس شخص معین کو یہ کہا جائے گا کہ اسے یہ وعید پہنچتی ہے، کیونکہ توبہ وغیرہ دیگر عقوبات کے ساقط کرنے والی باتوں کا امکان ہے۔ اس کے بعد ابن تیمیہ لکھتے ہیں، جس شخص نے ان امور کو اس اجتہادی یا تقلیدی وغیرہ گمان کے ساتھ کیا کہ یہ مباح ہیں، تو زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اسے بسبب مانع کے الحاقِ وعید سے معذور جانا جائے گا۔ جس طرح توبہ کرنے والے، یا مٹانے والی نیکیاں، کرنے والے یا بدلنے والے مصائب وغیرہ کے لیے وعید کا الحاق ممتنع ہو جاتا ہے۔ یہی وہ راہِ صواب ہے جس کی پیروی واجب ہے۔ لہٰذا ان کے ماسواء جو دو اور طریقے ہیں، وہ خبیث ہیں۔ ایک یہ کہ ہر ہر فرد معین پر وعید کو چسپاں کیا جائے، اور دعویٰ کیا جائے کہ اس نے بموجب نصوص عمل کیا ہے۔ تو یہ خوارج و معتزلہ کا قول ہے، جو کہ گناہوں کے سبب تکفیر کرتے ہیں بہت قبیح اور برا ہے۔ اس قول کا فساد تو بالاضطرار معلوم ہے، اور اس کے دلائل دوسری جگہ واضح طور پر موجود ہیں۔ بلاشبہ یہ نصوص اور ان کے ماسواء دیگر وعیدی نصوص حق ہیں۔ لیکن وہ شخص معین جس نے اس کا ارتکاب کیا ہے، اس پر اس وعید کی گواہی نہ دیں گے اور نہ کسی اہل قبلہ معین پر جہنم کا حکم لگائیں گے، چونکہ شرائط مفقود ہیں۔ یا یہ کہ مانع کے حصول کا امکان ہے۔ اسی قسم کے وہ اقوال ہیں جن کے قائل کی تکفیر کی جاتی ہے، کیونکہ کبھی ان کے قائل کا یہ حال ہوتا ہے کہ معرفتِ حق میں، نصوص واجبہ اُسے پہنچتی ہی نہیں، اور کبھی پہنچتی بھی ہیں، تو وہ اس کے نزدیک ثابت نہیں ہوتیں، یا وہ اس کے سمجھنے کی لیاقت و قدرت نہیں رکھتا، یا اسے شبہات لاحق ہو جاتے ہیں، جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ اسے معذور رکھتا ہے۔ لہٰذا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والا، اور اسلام کا ظاہر کرنے والا ہو، اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت بھی کرتا ہو، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا، اگرچہ وہ بعض قولی یا عملی گناہوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔ برابر ہے کہ ان

گناہوں پر لفظِ شرک کا اطلاق ہوتا ہو یا لفظ معاصی کا۔ یہی وہ راہِ مستقیم ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام اور تمام ائمہ اسلام کا عمل ہے۔ لیکن ائمہ کرام کے مذہب کا مقصود، نوع و عین کے درمیان فرق بتا کر اس مسئلہ کی تفصیل بیان کرنا ہے۔ بلکہ امام احمد کے قول اور تمام ائمہ اسلام، مثلاً مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کے اقوال کے درمیان کوئی اصولی اختلاف ہے ہی نہیں، یہ سب کے سب فرقہ مُرجیہ جو کہتے ہیں کہ ایمان قول بلا عمل کا نام ہے، ان کی تکفیر نہیں کرتے، اور ان کے نصوص خوارج وقدریہ وغیرہ فرقوں کی تکفیر کی ممانعت میں صریح واضح موجود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رحمہٗ اللہ، تکفیر جہمیہ کے قول کو مطلق رکھتے ہیں، کیونکہ وہ ان کی وجہ سے مبتلائے مصائب رہے ہیں، یہاں تک کہ انھوں نے ان کی واقعی حقیقت کو جان لیا ہے، وہ انھیں معطل قرار دیتے ہیں، حالانکہ سلف اور ائمہ سے جہمیہ کی تکفیر مشہور ہے، لیکن وہ سب کسی شخص معین کی تکفیر نہیں کرتے۔ لہٰذا وہ لوگ جو اس قول کی طرف بلاتے ہیں، تو وہ ان کے فرمودہ قول سے بہت عظیم ہے، وہ ہرگز اس کی طرف نہیں بلاتے تھے۔ اور وہ لوگ جو اس کی مخالفت پر عقوبت پہنچاتے ہیں، وہ اس سے عظیم ہے جو محض بلاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اس کی مخالفت پر تکفیر کرتے ہیں، وہ اس سے عظیم ہے جو عقوبت پہچانتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ لوگ جو صاحبِ شمشیر وحکومت ہیں، اور جہمیوں کی مانند کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے، اور یہ کہ آخرت میں دیدارِ الٰہی نہ ہوگا، اور یہ کہ بغیر معرفتِ الٰہی کے ظاہر قرآن سے حجت نہیں لی جاسکتی اور نہ احادیثِ صحیحہ سے، اور یہ کہ دین تمام نہیں ہوتا بجز اس کے کہ آراء و خیالات باطلہ اور عقولِ فاسدہ سے آراستہ ہو۔ بلاشبہ ان کے خلاف اور جہالتیں بمقابلہ اللہ کے دین کے جو کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور برگزیدہ تابعین رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہے زیادہ محکم ومضبوط ہے۔ اور یہ کہ نفی و اثبات میں جہمیہ ومعطلہ کے اقوال اللہ کے دین میں زیادہ محکم ہیں۔ اسی سبب سے مسلمانوں کو آزمائش و امتحان میں انھوں نے مبتلا کیا، امام احمد رحمۃ اللہ کو قید میں ڈال کر ان پر کوڑے برسائے، اور ایک جماعت کو قتل کیا، اور کسی کو سولی پر چڑھایا۔ اس کے باوجود انھوں نے اسیری کا اعلان نہ کیا، اور بیت المال سے کچھ

نہ دیا، مگر صرف اسے جس نے ان کی موافقت کی اور ان کے قول کا اقرار کیا۔ اس کے سواء اسلام میں انھوں نے بہت سی باتوں کا اجرا کیا، جس کی تفصیل دوسری جگہ ہے۔ اور یہ فرقۂ معطلہ تو شرک سے زیادہ شریر وفتنہ انگیز تھا، لیکن امام احمد رحمۃ اللہ نے ان پر رحمت ومغفرت کی دعا فرمائی اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے ہیں، اور جو حضور لائے ہیں ان کا وہ انکار کرنے والے ہیں۔ لیکن انھوں نے چونکہ تاویل کی، تو اس میں ان سے خطا ہوئی، اور انھوں نے اپنے اس قول میں دوسروں کو اپنا مقلد بنانا چاہا۔

اور امام شافعی رحمہٗ اللہ نے جب اس حفص سے جو کہ فرقۂ معطلہ کے اماموں میں سے تھا، مسئلۂ قرآن میں مناظرہ کیا، تو حفص نے کہا قرآن مخلوق ہے، تو امام شافعی نے اس سے فرمایا، خدا کی قسم! تو نے کفر بکا، پھر اس کی تکفیر کی۔ اور محض اس وجہ سے اس کے مرتد ہونے کا حکم نہ دیا۔ اگر آپ اس کی ردّت، اور اس کے کفرِ قطعی کا اعتقاد رکھتے تو یقیناً اسے قتل کرانے کی کوشش فرماتے۔ حالانکہ علما نے اس کے مبلغین کے قتل کرنے کا فتویٰ دیا تھا، جیسے غلیان قدری، اور جعد بن درہم اور امام الجھمیہ، جہم بن صفون وغیرہ ہیں۔ پھر لوگوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا۔ کیونکہ ان کا قتل کرانا ایسا ہی تھا جیسا کہ حملہ آور کو مدافعت میں قتل کیا جائے نہ کہ ان کی ردست کی بناء پر۔ اگرچہ ان پر حکم کفر تھا، اور یقیناً مسلمانوں نے دوسرے مسلمان کی مانند ان کو دیکھا۔ یہ باتیں دوسری جگہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ انتہیٰ کلام ابن تیمیہ

اب میں اس کلام کے اہم نکات کو طوالت کے خوف سے چھوڑتا ہوں، کیونکہ پہلے میں ان کی طرف اشارہ کر چکا ہوں، اور جبکہ یہ بات صحابۂ کرام اور سلف وغیرہ کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے، جس کی تفصیل گزر چکی، تو اب یہ بات کہ ”یہ ان لوگوں کا کفر ہے“ حالانکہ یہ شرک سے بہت بڑا ہے، جیسا کہ شخین کے کلام سے بار بار گزر چکا ہے، اسکے علاوہ صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین سے لے کر امام احمد رحمہم اللہ کے زمانہ تک کے اہل علم نے ان لوگوں سے مناظرہ کیا، اور ان پر اظہار حق فرمایا، باوجود یہ کہ ان کا یہ قول کتاب وسنت اور سلف صحابہ اور بعد والوں کے

اجماع کے خلاف تھا، اور اہلِ علم کے مکمل بیان وضاحت سے عقل ونقل کے بھی خلاف تھا، مگر پھر بھی ان کی تکفیر نہ کی، یہاں تک کہ ان کے مبلغین کو بلا کر قتل کیا گیا، مگر مسلمانوں نے ان کی تکفیر نہ کی۔ کیا اس میں تمہارے لیے کوئی عبرت ونصیحت نہیں ہے، جو کہ تم عام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو اور ان کے جان و مال کو حلال قرار دیتے ہو، اور ان کے شہروں کو بلادِ حرب بناتے ہو، حالانکہ ان لوگوں میں جتنا ان میں پایا جاتا تھا اس کا دسواں حصہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اور ان میں اقسامِ شرک میں سے کچھ حصہ پایا بھی جائے، تو وہ خواہ شرکِ اصغر ہو، یا شرک اکبر، بہرحال وہ جاہل ہیں، اور ان پر ایسی حجت قائم نہیں ہوئی جس کے تارک کی تکفیر کی جائے۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ یہ تمام ساداتِ ائمہ اہل اسلام، ان کے کلاموں سے حجت نہیں قائم کر سکے، اور تمہارے ساتھ حجت قائم ہو چکی ہے؟ بلکہ خدا کی قسم! تم تو اس کی بھی تکفیر کرتے ہو، جس کو تم نے کافر کہا، کوئی اس کی تکفیر نہ کرے، اگرچہ اس میں شرک وکفر کا کوئی شائبہ بھی نہ پایا جائے۔ اللہ اکبر، لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا۔

وہابیوں کو نصیحت

اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، جس کی گرفت بہت سخت ہے اس سے خوف کرو۔ بلاشبہ تم تمام مسلمان مرد وعورت کو اذیت پہنچاتے ہو، بلاشبہ جن لوگوں نے مسلمان مرد وعورت پر بغیر ان کے کسب کے تہمت رکھتے ہیں، بلاشبہ وہ بہتان اٹھاتے اور کھلے گناہ میں مبتلا ہیں۔ خدا کی قسم! اللہ کے نزدیک بندگانِ خدا کا کوئی گناہ نہیں۔ مگر یہ کہ وہ تمہاری پیروی میں ان مسلمانوں کی تکفیر نہیں کرتے جن کے اسلام پر نصوصِ صحیحہ اور اجماعِ مسلمین گواہی دیتے ہیں۔ اب اگر وہ تمہارا اتباع کریں، تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ان پر غضب ہوتا ہے، اور اگر تمہاری رائے کی نافرمانی کرتے ہیں، تو تم ان پر کفر و رِدّت کا حکم لگاتے ہو۔ بلاشبہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ فرمایا: میں اپنی امت پر ان کے قتل کی یورش سے خائف نہیں ہوں، اور نہ ان دشمنوں سے جو انھیں بے دست و پا بنا دیں، لیکن اپنی امت پر گمراہ کرنے والے اماموں سے خوف کرتا ہوں، اگر وہ ان کی اطاعت کریں، تو وہ فتنہ میں پڑ جائیں، اور اگر

ان کی نافرمانی کریں، تو قتل کر دیے جائیں۔ (رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے کہ جب تک میں اللہ کی فرمانبرداری کروں تو تم میری اطاعت کرو، اور اگر میں نافرمانی کروں، تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔ اور فرماتے میں خطا بھی کر سکتا ہوں، اور ٹھیک بھی ہو سکتا ہوں۔ جب آپ کو کوئی معاملہ درپیش ہوتا، تو صحابۂ کرام کو جمع کر کے ان سے مشورہ طلب فرماتے، اور سیدنا عمر فاروق وہی کہتے جو آپ فرماتے اور وہی کرتے جو آپ کرتے۔ اسی طرح سیدنا عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

اور ائمہ اہلِ علم، کسی پر یہ لازم نہیں ٹھہراتے کہ وہ ان کے قول کو اپنائے۔ بلکہ جب خلیفہ وقت رشید نے مؤطاء امام مالک رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو حفظ کرنے کی ترغیب دی تو امام مالک نے اس سے فرمایا، اے امیر المومنین! ایسا حکم نہ دیجیے، کیونکہ علم میرے غیر میں پھیل جائے گا، یا یہ کلامِ معنوی بن جائے گا۔ (اصل الفاظ محفوظ نہ رہیں گے)۔

اسی طرح تمام علماء اہل سنت، کسی پر یہ لازم نہیں کرتے تھے کہ ان کے قول کو اپنائے، حالانکہ تم تو اسے جو تمہاری بات نہ مانے، کافر گردانتے ہو، اور اپنی ہی رائے کو سب کچھ سمجھتے ہو۔ میں تم سے بخدا پوچھتا ہوں کہ کیا تم معصوم ہو کہ تمہارا قول ماننا واجب ہو؟ اگر تم کہو کہ نہیں! تو پھر تم کیوں امت کو اپنی بات ماننے پر مجبور کرتے ہو؟ کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم ایسے امام ہو جس کی اطاعت واجب ہو؟ میں بخدا تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس میں اہلِ علم کے بیان کردہ شرائط امامت و اجتہاد مجتمع ہیں؟ یا شرائطِ امامت میں سے کوئی ایک خصلت بھی اس میں پائی جاتی ہے؟ خدا کی قسم! تم باز آجاؤ، اور تعصب چھوڑ دو۔ ہم تو تمہیں اتنا معذور گردانتے ہیں کہ تم اتنے عامی و جاہل ہو، جس نے اہل علم کی کوئی بات بھی نہ پڑھی، لیکن اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارا کیا جواب ہوگا جب تم اس سے ملو گے۔ فرزانگی نہ چھوڑو، جبار السمٰوٰتِ والارض کے عذاب سے خوف کرو۔ بلاشبہ ہم نے اہلِ علم کے کلام، اور فرقۂ ناجیہ اہلِ سنت وجماعت کے اجماع کو بیان کر دیا ہے، انشاء اللہ آگے بھی جسے خدا ہدایت نصیب فرمائے مزید ہدایت آمیز بیان آئے گا۔

کفر و اسلام کی مزید بحث

فصل

ابن قیم ''شرح المنازل'' میں کہتے ہیں کہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک شخص میں ممکن ہے کہ اس میں ولایتِ الٰہی ، اور دو مختلف وجہوں میں سے ایک وجہ عداوت کی جمع ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ محبوب باللہ بھی ہو، اور من وجہ مبغوض ہو، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں ایمان و نفاق، اور ایمان و کفر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں میں سے کوئی دوسرے سے زیادہ قریب ہو، پس وہ اس کے اہل کی طرف ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَان (٥٧) یعنی یہ لوگ کفر سے آج کے دن بمقابلہ ایمان کے زیادہ قریب ہیں۔ اور فرمایا وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْن (٥٨) یعنی ''اکثر یہ لوگ مومن باللہ نہیں ہوتے مگر وہ مشرک ہوں۔'' پھر اللہ تبارک و تعالیٰ شرک کی مقارنت کے ساتھ ایمان پر انہیں ثابت قدم رکھے۔ اب اگر اس شرک کے ساتھ اللہ کے رسول کی تکذیب بھی ہو، تو انھیں وہ ایمان جو ان میں موجود ہے، نفع نہ پہنچائے گا۔ اور اگر اللہ کے رسول کے ساتھ تصدیق ہو، تو ارتکاب منجملہ اقسام شرک، انھیں ایمان بالرسل، ایمان بالیوم الآخر سے نہیں نکالتی۔ اسی اصل کی بناء پر اہل سنت و جماعت نے مرتکبِ کبائر کا جہنم میں جانا، پھر وہاں سے نکل کر جنت میں جانا ثابت کیا ہے۔ جس وقت ان میں دو سبب قائم ہو جائیں، تو کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما تحت تفسیر آیتِ کریم فرمایا

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ○ (٥٩)	جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کرے، وہ کافر ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ ایسا کفر نہیں کہ ملّت سے اُسے نکال دے جبکہ وہ ایسا عمل کرے، گویا وہ اس حکمِ رب کا کافر تو ہے، لیکن وہ ایسا کافر نہیں جس کی بنا پر اسے اللہ اور یوم آخرت کا منکر بنا دے۔ اسی طرح طاؤس اور عطاء فرماتے ہیں۔ انتہیٰ کلام

شیخ تقی الدین فرماتے ہیں کہ صحابہ اور سلف فرماتے تھے کہ یہ ممکن ہے کہ بندہ میں ایمان

ونفاق جمع ہو جائے، اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ فرمایا هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَان (۶۰) یعنی یہ لوگ اس وقت بمقابلہ ایمان کے کفر سے زیادہ قریب ہونگے۔ سلف کے کلام میں اس قسم کے نظائر بکثرت ہیں ظاہر کرتے ہیں کہ دل میں ایمان ونفاق کا جمع ہونا ممکن ہے۔ اور کتاب وسنت بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی بناء پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا "وہ آگ سے نکال لیا جائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہے۔" چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ جس کے ساتھ کم سے کم مقدار میں بھی ایمان ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ اگرچہ اس کے ساتھ نفاق کثرت سے موجود ہو، لہٰذا وہ اپنے نفاق کی مقدار کے مطابق عذاب پائے گا۔ پھر وہ نکال لیا جائے گا___ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بلاشبہ کسی انسان میں اجزاء ایمان میں سے ایک جزو ایمان ہوتا ہے، اور کسی میں اجزاء کفر ونفاق میں سے کوئی جزو کفر ونفاق کا ہوتا ہے۔ اور کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں تہ پر تہ کفر کی چڑھی ہوتی ہے، اور اسے کلیۃً اسلام سے پھیر دیتی ہے جیسا کہ صحابۂ کرام میں سے سیدنا ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وغیرہٗ کفر دون کفر، یعنی اس کے سوال کفر پر کفر ہے۔ یہ سلف کا عام قول ہے۔ انتہیٰ

اب تم اس فصل، اور سلف کے اجماع پر غور وفکر کرو، یہ گمان نہ کرنا کہ یہ خطا کار ہیں، کیونکہ حقیقۃً یہ وہ حضرات ہیں، جن سے اپنی خطا کا گناہ اٹھا دیا گیا ہے جیسا کہ متعدد جگہ پہلے گزر چکا ہے۔ اب تم کم سے کم کفر کے ساتھ بھی اس کی تکفیر کرتے ہو، بلکہ تم تو اس کی بھی تکفیر کرتے ہو جو محض تمہارے گمان میں کفر ہے، بلکہ صریح اسلام کے ساتھ بھی اس کی تکفیر کرتے ہو حتیٰ کہ تمہارے نزدیک وہ شخص، اس کی تکفیر میں جس کی تم تکفیر کرتے ہو توقف کرے، اور وہ اس میں علاماتِ اسلام کو دیکھتے ہوئے تکفیر میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرے، تو تمہارے نزدیک وہ بھی کافر ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لائے اور ہمیں اور تمہیں اس صراط مستقیم کی ہدایت فرمائے جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اس نے انعام فرمایا، یعنی وہ راہ نبیوں کی ہے، شہدا کی ہے اور صالحین کی۔

ظاہر ایمان پر حکمِ اسلام کا اجراء
فصل

شیخ تقی الدین ''کتاب الایمان'' میں بیان کرتے ہیں کہ وہ ایمانِ ظاہر، جس پر دنیاوی احکام جاری ہوتے ہیں، اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ باطن میں بھی ایماندار ہے۔ بلاشبہ ایسے منافقین زبان سے کہا کرتے تھے کہ ''ہم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایماندار نہ تھے۔'' مگر وہ بظاہر ایماندار تھے، مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے، ان میں نکاح کرتے، اور ان کا ورثہ پاتے تھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہرہ کے زمانہ میں منافقوں کا حال تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں ان کافروں کا حکم جاری نہ فرمایا جن کا کفر ظاہر تھا۔ نہ مناکحت میں، اور نہ وراثت وغیرہ میں۔ بلکہ جب عبداللہ بن اُبی منافق مرا ہے، حالانکہ وہ نفاق میں سب سے زیادہ مشہور تھا، تو اس کے بیٹے نے اس کا ورثہ لیا، اور وہ خیارِ مومنین میں سے تھے۔ اسی طرح تمام مرنے والے منافقین کا ورثہ مومنوں نے حاصل کیا۔ جب مسلمان انتقال کرتے تو وہ ان کے وارث بنتے، اور مسلمانوں کے ساتھ ورثہ لیتے، باوجود یہ کہ معلوم تھا کہ وہ باطن میں منافق ہیں۔ اسی طرح حدود و حقوق میں تمام مسلمانوں کی مانند تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے، اور کچھ تو ان میں سے غزوۂ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل وشہید کرنے کا عزم بھی رکھتے تھے۔ ان سب کے باوجود ان پر اہلِ ایمان کے دنیاوی احکامِ ظاہرہ جاری تھے۔ اس کے بعد بیان کرتے ہیں کہ ان کی جانیں اور اموال محفوظ تھے، اور ان پر وہ کچھ حلال نہ تھا جو کفار سے تھا، اور وہ لوگ جو ظاہر کرتے کہ وہ مومن ہیں، بلکہ کفر کو ایمان سے کم ظاہر کرتے، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک جہاد کروں، جب تک وہ اس کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، پھر وہ یہ کہہ لیں گے، تو وہ مجھ سے اپنی جان اور اموال کو بچا لیں گے، مگر یہ کہ ان حق وحساب اللہ پر ہے۔'' اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، کیا تم نے اسے قتل کیا بعد کہنے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے؟ عرض کیا، میرا خیال تھا کہ اس نے

جان بچانے کے لیے زبانی کہا تھا۔ فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ پھر فرمایا مجھے لوگوں کے دل اور شکموں کے چیرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔''

اور جب حضور سے کسی کے قتل کرنے کی اجازت لی جاتی، تو آپ فرماتے، کیا وہ نماز نہیں پڑھتا، اور کیا وہ شہادت نہیں دیتا؟ پھر جب کہا جاتا کہ وہ منافق ہے، تو فرماتے اس کا اور اس کے جان و مال کا حکم ان کے غیروں کے خونوں کے مانند ہے۔ ان میں سے کچھ حلال قرار نہیں دیتے، باوجود یہ کہ بکثرت لوگوں کے نفاق کا علم تھا۔ انتہیٰ

ابن قیم ''اعلام الموقعین'' میں بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ نے اپنی مخلوق پر اپنی طاعت فرض کی ہے، اور ان کے لیے اور کوئی امر لازم نہیں کیا اور کسی کی عیب چینی کا حکم نہیں دیا، نہ دلالت کے ذریعہ اور نہ گمان کے ذریعہ، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علم کے مقابلہ میں مخلوق کا علم ناقص ہے، حالانکہ انبیاء علیہم السلام کو بھی جو ان پر گزرتی ہے، اس پر توقف کا حکم دیا گیا، یہاں تک کہ خدا کی طرف سے اس کا حکم آجائے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی نبیوں پر حجتیں ظاہر فرماتا ہے، تو وہ دنیا میں اُن پر حکم نافذ فرماتے ہیں بجز اس کے جس کا محکوم علیہ ہونا ظاہر ہو۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم ﷺ پر بت پرستوں سے جہاد کرنا اس وقت تک فرض ہے جب تک وہ کلمہ اسلام پڑھیں، جب وہ اسلام ظاہر کردیں تو ان کی جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ اب تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے اسلام کی صداقت بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم ﷺ کو ان کے ظاہری اسلام پر مطلع فرماتا ہے، اور آپ اسے دوسروں سے چھپاتے ہیں، اور ظاہری مسلمانوں اور حقیقۃً منافقوں پر حکم اسلام کے خلاف کچھ نہیں اجازت دیتے، اور کوئی فیصلہ دنیا میں ان کے اظہار کے خلاف ان پر نافذ نہیں فرماتے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (٦١)

دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تم فرما دو ایمان نہیں لائے، بلکہ کہو اسلام ظاہر کیا۔

مطلب یہ کہ تم نے محض قتل وقید کے خلاف سے زبانی اسلام ظاہر کیا ہے، پھر اللہ نے خبر

دی کہ ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے، اگر یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں یعینی اگر یہ زبانی ہی اطاعتِ رسول کا اقرار کر لیں تو دنیا میں یہ بچ جائیں گے۔ اور منافقوں کے بارے میں جو کہ ایک دوسری ہی قسم ہے فرمایا:

اِذاجَاءَکَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْ انَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَکَاذِبُوْن o اِتَّخذُوا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً (۶۲)

(پ ۲۹ سورۃ منافقون)

جب یہ منافقین آپ کے پاس آکر کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا کہ یہ منافقین یقیناً جھوٹے ہیں انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔

یعنی انھوں نے اپنی قسموں کو قتل سے بچنے کی ڈھال بنا رکھی ہے۔ اور ارشاد باری ہے:

وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَکُمْ اِنَّهُمْ لَمِنْکُمْ وَمَاهُمْ مِنْکُمْ (۶۳) (الآیہ)

تمہارے سامنے عنقریب یہ قسمیں کھائیں گے کہ یقیناً تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔

تو اللہ نے ان کے ظاہری قول کے مطابق حکم فرمایا، اور اپنے نبی ﷺ کو حکم ایمان کے خلاف ان کے لیے کوئی حکم نہ دیا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اسکا علم مرحمت فرمایا تھا کہ:

اِنَّهُمْ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ؕ (۶۴)

بلاشبہ یہ منافقین جہنم کے انتہائی نچلے درجہ میں ہوں گے۔

تو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ان کی باطنی حالت کی بناء پر ہے، اور نبی کریم ﷺ کا دنیا میں یہ حکم ان کی ظاہری حالت پر ہے۔ اس کے بعد بیان کرتے ہیں کہ بلاشبہ منافقین نے خدا و رسول کے ارشاد کی ہر معاملہ میں تکذیب کی۔ اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کی خبر نبی کریم ﷺ کو بھی

دی، جیسا کہ اس روایت میں ہے جسے مالک نے از ابن شہاب از عطاء بن یزید از عبید اللہ بن یزید بن عاری بن جبار روایت کی ہے کہ ایک شخص پکڑ کر نبی کریم ﷺ کے حضور لایا گیا، پکڑنے والا نہیں جانتا تھا کہ کسے پکڑا ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، تو ملاحظہ فرمایا کہ یہ قیدی منافقین کے کسی شخص کو قتل کے جرم میں پکڑ کر لائے ہیں۔ فرمایا کیا یہ لاالٰہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتا؟ کہاں ہاں! اور اس کے لیے نماز نہیں! اس کے بعد فرمایا مجھے ان لوگوں کے قتل کرنے سے روکا گیا ہے پھر حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں حتیٰ کہ وہ شہادت دیں۔ اس کے بعد ان کا حساب، ان کا صدق، انکا کذب، اور انکی باطنی حالت اللہ کے ذمہ ہے، وہی ان کی باطنی حالتوں کا جاننے والا ہے، وہی ان پر حکم کرنے پر مالک ہے، نہ کہ اس کے انبیاء اور اس کی مخلوق کے حکام۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد، بندوں کے درمیان حدود، اور ان کے جملہ حقوق میں جاری ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ حضور کے تمام احکام ان کی ظاہری حالت پر ہیں، اور اللہ ہی ان کی باطنی حالتوں کو جانتا ہے۔ اب جو لوگوں پر ان کے ظاہر کردہ احوال کے خلاف حکم لگاتے، اور استدلال کرتے، اور ان کے باطن پر ظاہر کے خلاف حکم جاری کرتے یا استدلال کرتے ہیں، وہ میرے نزدیک قابلِ تسلیم نہیں اور کتاب وسنت کے خلاف ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ اور جو کلمۂ اسلام اشہد ان لاالٰہ الا اللہ وانّ محمداً رسُول اللہ ﷺ پڑھ لے، تو وہ اس کا قبول کیا جائے گا، اور اس سے اس کے ظاہر و باطن کے احوال بیان کرنے، اور جو لفظ بولے ہیں اس کے معنیٰ پر کوئی سوال نہ کیا جائے گا اور اس کا باطن اور قلبی بھید اللہ ہی کی طرف ہیں، نہ کہ اس کے سواء کسی نبی وغیرہ کے ذمہ، یہ اللہ اور اس کے دین کا ایسا حکم ہے جس پر تمام علماء امت مجتمع اور متفق ہیں۔ انتہیٰ کلام الشافعی رحمہ اللہ

ابنِ قیم، امام شافعی رحمہٗ اللہ کا کلام نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہی احکام نبی کریم ﷺ کی طرف سے نافذ ہوئے، اور انہی پر صحابۂ کرام، تابعین اخیار، ائمہ اسلام اور تمام متبعین علماء امت کا عمل رہا، اور قیامت تک رہے گا۔ انتہیٰ کلامہٗ

واجباتِ تکفیر
فصل

تمھیں اہلِ علم کے کلام، اور ان کے اجماع سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ دین میں کسی کی تقلید اور پیشوائی جائز نہیں ہے، مگر اسی کی جس میں مکمل طور پر تمام شرائط اجتہاد جمع ہوں۔ اور یہ مسئلہ گزر چکا ہے کہ جس میں شرائطِ اجتہاد نہیں ہیں، اس پر واجب ہے کہ وہ صاحب الشرائط مجتہد کی تقلید کرے، اور لہود کو اس کا پیروکار بنائے۔ اور اہل سنت و جماعت کا یہ اجماع بھی بیان ہو چکا ہے کہ جو شخص رسول کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کا اقرار ہو، اور اس کا پابند ہو، اگرچہ اس میں کوئی شائبہ کفرِ اکبر اور شرک کا پایا جائے، تو اس کی اس وقت تک تکفیر نہ کریں گے جب تک اس پر ایسی حجت نہ قائم ہو جائے، جس کے تارک پر کفر لازم ہو جائے۔ اور بلاشبہ بجز اجماع قطعی کے حجت قائم نہیں ہوتی، نہ کہ محض وہم و گمان سے۔ اور یہ حجت امام یا نائب امام ہی قائم کرتا ہے بلاشبہ کفر اس وقت ہی مستحق ہوتا ہے جبکہ ضروریاتِ دین اسلام کا انکار کرے، مثلاً وجود اور توحید باری تعالیٰ اور رسالت کا انکار کرے، یا کسی امرِ ظاہر واضح کا انکار کرے، جیسے وجود سے نماز و زکوۃ وغیرہ۔ اور اگر مسلمان رسول کا اقراری ہے اور اس کی طرف کسی قسم کا ایسا شبہ منسوب کیا جائے جس کا مثل پوشیدہ ہ، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ اہلِ سنت و جماعت، ایسے شخص کی جو منسوب الی الاسلام ہو، اس کی تکفیر سے بیزاری ظاہر کتے ہیں، حتیٰ کہ انھوں نے مبتدعین کے ائمہ کی تکفیر میں بھی توقف کیا ہے (۶۵) باوجود یہ کہ دفع ضرر کے لیے انھیں قتل کیا گیا، نہ کہ ان کے کفر کی بناء پر۔ اور یہ کہ کسی ایک شخص میں کفر و ایمان، اور نفاق و شرک جمع ہو سکتا ہے۔ اور ہر کفر کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ (۶۶) اور اگر وہ اسلام کا اقراری ہو، تو اسے قبول کیا جائے گا۔ خواہ وہ اس میں صادق ہو یا کاذب۔ اگرچہ اس سے بعض علاماتِ نفاق کا ظہور بھی ہُوا ہو۔ بلاشبہ بے جھجک تکفیر کرنے والے یہی اہل بدعت دھوَا ہیں۔ (۶۷) اور بلاشبہ جہالت، کفر سے معذور رکھتی ہے، اسی طرح شبہ بھی، اگرچہ ضعیف و کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے سواء اور بھی معذورات ہیں، جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

اب اگر تم اس سے اتفاق کرو، تو تمہاری اپنی بدعت سے باز رہنے کے لیے یہ تنبیہ کافی ہے۔ جس بدعت کی وجہ سے تم جماعت مسلمین اور ائمہ مسلمین سے جدا ہوئے ہو۔ یہ ہمارا استنباط و اجتہاد نہیں ہے، بلکہ ہم نے علماء کے کلام کی حکایت، اور مجتہدین کاملین کے ارشادات کو نقل کیا ہے۔

اس کے بعد ہم ان وجوہ کے ذکر و بیان کی طرف رجوع ہوتے ہیں، جو کہ تکفیر مسلمین کی بناء پر تمہارے مذہب کی عدم صحت پر دلالت کرتی ہیں۔ چونکہ تم ہر شخص کو اسلام سے نکالتے ہو، جو غیراللہ کو پکارے، یا غیراللہ کے لیے نذر دے، یا غیراللہ کے لیے ذبح کرے، یا قبر سے برکت چاہے یا اسے ہاتھ سے چھوئے وغیرہ۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کی بناء پر تم مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو، بلکہ اسے بھی کافر کہتے ہو، جو اسے کافر نہ کہے، حتیٰ کہ تم نے بلادِ اسلام کو، بلادِ کفر وحرب بنا دیا۔

جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ان مسائل میں تمہارا قصد قرآن سے استنباط کرنا ہے، تو بلاشبہ اجماع پہلے گزر چکا ہے کہ تمہاری طرح کا استنباط کسی نے جائز نہیں رکھا ہے، اور تمہارے لیے یہ حلال ہی نہیں کہ جو تم نے سمجھا ہے اس پر اعتماد کرو، بغیر کسی اہلِ علم کی اقتداء و تقلید کے۔ اور یہ بھی اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی مومن کے لیے حلال نہیں کہ جو تم نے بغیر تقلید و اقتداء ائمہ، سمجھا ہے اس میں وہ تمہاری تقلید کرے۔

اب اگر تم یہ کہو کہ بعض اکابر اہلِ علم کی پیروی میں یہ ہے کہ ان افعال میں شرک ہے تو ہم جواب میں کہیں گے کہ ہم اس میں تمہاری موافقت کرتے ہیں کہ اس میں کچھ شائبہ شرک کا ہے لیکن اہل علم کے کلام کے کس حصہ سے تم نے یہ اخذ کیا کہ یہ وہی شرک اکبر ہے جس کا ذکر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا، اور یہ وہی شرک اکبر ہے جس کی بناء پر جان و مال حلال ہو جاتا ہے۔ اور ان پر مرتدین کے احکام جاری ہو جاتے ہیں؟ اور اگر کوئی اس کے کفر میں شک کرے، تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے؟ ہم پر واضح کرو کہ مسلمانوں کے کس امام و مجتہد نے ایسا کہا ہے، ان کا کلام نقل کرو، اور ان کا مقام بتاؤ؟ کیا اس پر سب کا اجماع ثابت ہے، یا اس میں اختلاف ہے؟ ہم نے اہل علم کے بعض مباحث وکلام کا مطالعہ کیا ہے، تمہارے اس کلام کی

مانند ہم نے کہیں نہیں پایا۔ بلکہ جو ہمارے مطالعہ میں آیا ہے، وہ تو اس کے خلاف پر ہی دلالت کرتا ہے، بلاشبہ کفر، ضروریاتِ دین کے انکار سے لازم آتا ہے، جیسے وجود و وحدانیتِ باری تعالیٰ اور رسالت وغیرہ مسائل ضروریہ یا ایسے اجماعی مسائل، جن پر اجمل ظاہر وقطعی ہو، انکا انکار کرے، جیسے وجوب ارکانِ اسلام خمسہ، یا وہ جو ان کے مشابہ ہیں۔ باوجود اس کے اگر وہ اس کا جہالت سے انکار کرتا ہے، تو تکفیر نہ کی جائے گی، یہاں تک کہ اسے اتنا زیادہ سمجھایا جائے گا کہ اس سے جہالت دور ہو جائے۔ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جھٹلانے والا بنے گا۔ لیکن وہ مذکورہ مسائل جن کی بناء پر تم مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو، وہ تو ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہیں۔

اور اگر تم یہ کہو کہ یہ مسائل ایسے اجماعی ہیں جن کا اجماع ظاہر ہے، اور ہر خاص و عام جانتا ہے تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ اس کے ثبوت میں علماء کا کلام لاؤ۔ اگر صراحت سے نہ لاسکو، تو انہیں سے کلام کا ہزار واں حصہ لاؤ۔ اگر یہ بھی نہ کرسکو، تو لاکھواں حصہ لے آؤ۔ اگر یہ بھی نہ کرسکو، تو کروڑواں حصہ لے آؤ۔ اگر یہ بھی نہ کرسکو، تو کروڑویں حصہ کا دسواں حصہ لے آؤ۔ جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس کا شرک ہونا ایسا ہی اجماعی ہے جیسے کہ نماز پنجگانہ وغیرہ۔ ہم کہے دیتے ہیں کہ تم ہرگز ثبوت میں نہ لاسکو گے، بجز "الاقناع" کی اس عبارت کے جو شیخ کی طرف منسوب ہے اور وہ عبارت یہ ہے کہ "جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان عبادت میں کسی کو واسطہ بنائے۔" پھر یہ کہ یہ عبارت بھی مجمل ہے۔ اور ہم تو تم سے کسی مجتہد اہلِ علم کا کلام طلب کر رہے ہیں تا کہ ہماری جہالت دور ہو جائے۔ لیکن سب سے تعجب والی بات یہ ہے کہ تم ان کی عبارت سے مصنف کی منشاء و مراد کے خلاف استدلال کرتے ہو۔ انھوں نے جو اپنے کلام کی خصوصیات پر اپنی کتابوں میں ان چیزوں کا تذکرہ کیا ہے جن سے کفر لاحق ہوتا ہے، اس کے برعکس تم کہتے اور کرتے ہو، بلکہ انھوں نے نذر اور ذبح کو دعا کے ضمن میں اور ان مسائل میں سے بعض کو مثلاً تبرّک، چھونا، تبرک کے لیے قبر کی مٹی لینا، اور اس کا طواف کرنا وغیرہ کو مکروہات کے باب میں ذکر کیا ہے۔ بلاشبہ علماء نے اپنی کتاب میں لکھا ہے، اور "الاقناع"

کے مصنف کے الفاظ میں ہے کہ کہا ''قبر کے پاس شب گزارنا، قبر کو پختہ کر کے بیل بوٹے اور آراستہ کرنا، قبر کو بوسہ دینا اور اس کا طواف کرنا، منتیں ماننا، رقعہ لکھ کر قبر کے پاس رکھنا چادر سے قبر کو ڈھانپنا، اور بیماریوں کے لیے قبر کی مٹی سے شِفاء حاصل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ سب بدعت ہیں۔'' انتہیٰ حالانکہ تم لوگ ان باتوں کو کفر بتاتے ہو۔ (۶۸)

پھر اگر تم یہ کہو کہ ''الاقناع'' کے مصنف اور دیگر علماء حنابلہ مثلاً صاحب ''الفروع'' وغیرہ جاہل ہیں، وہ ضروریات دین کو نہیں پہچانتے ہیں، بلکہ تمہارے نزدیک تمہارے مذہب کے لزوم سے وہ سب کافر ہیں؟ تو جواب میں کہونگا کہ یہ حضرات اپنا اختراعی مذہب نہیں بیان کر رہے ہیں، اور نہ وہ ایسے ہیں، اور نہ ان سے ایسا گمان ہوسکتا ہے، بلکہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ جو ائمہ اسلام میں سے ایک ہیں، اور ان کی امامت پر امت کا اجماع ہے، ان کے مذہب کی حکایت ونقل کرتے ہیں۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ جاہل پر تمہاری تقلید واجب ہے، اور ائمہ اہل علم کی تقلید کا چھوڑنا لازم ہے، بلکہ ائمہ اہل علم کا اجماع ہے جیسا کہ گزرا کہ مجتہدین کے سواء کسی کی تقلید جائز نہیں ہے۔ اور ہر وہ شخص جو مرتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچے اس پر واجب ہے کہ وہ مذاہب اہلِ اجتہاد پر فتویٰ دے اور حکایت کرے۔ البتہ مستفتی کو اس کی اجازت ہے کہ وہ ان میں سے جس سے چاہے فتویٰ لے سکتا ہے، کیونکہ یہ سب اہلِ اجتہاد کے مذاہب کی حکایت کرنے والے ہیں۔ اور تقلید تو مجتہد کی ہوتی ہے نہ کہ حکایت کرنے والے (مفتی) کی۔ یہ تصریح عام طور پر اہلِ علم میں موجود ہے۔ اگر اسے اس کی جگہ تلاش کرنا چاہو، تو تم کو مل جائے گی۔ اور تمہاری کفایت کے لیے تو اتنا لکھا ہوا بھی کافی ہے۔

حقیقتِ واقعیہ یہ ہے کہ ان عبارتوں کا مقصود جن سے تم تکفیر مسلمین پر استدلال کرتے ہو یہ ہے ہی نہیں۔ اور نہ یہ تمہاری مراد پر دلالت کرتی ہیں۔ اور جو ان عبارتوں کو نقل کرے، تو ان سے ہی استدلال کرے گا، جو انھوں نے ذکر کیا ہے، یعنی نذر، دعا اور ذبح وغیرہ کو انہی ابواب کے ضمن میں بیان کرے گا، جن ابواب میں انھوں نے ذکر کیا ہے، اور ایسا کفر نہیں بنا سکتا جس سے وہ ملت سے نکل جائے، سوائے اس کے جس کا ذکر شیخ نے بعض جگہوں میں کیا

ہے۔(۶۹) کہ ''دعا کی ہی ایک قسم یہ ہے کہ گناہوں کی مغفرت، کھیتوں کی افزائش وغیرہ کی دعا کرنا ہے۔'' اس کے سواء اور بھی مسائل انھوں نے بیان کیے ہیں۔ یہ سب اگرچہ کفر ہیں، لیکن اس کے کرنے والے کی تکفیر نہ کی جائے گی، جب تک کہ اس پر ایسی حجت قائم نہ ہو جائے جس کے تارک پر کفر متحقق ہو جاتا ہے، اور شبہ زائل ہوتا ہے۔ حالانکہ انھوں نے دعائے مذکور کے ضمن میں ایسی تکفیر کا ذکر ہی نہیں کیا جو اجماعی ہو۔ حتیٰ کہ تم شیخ کی عبارت سے ایسا استدلال کرتے ہو، بلکہ تمہارے قول سے لازم آتا ہے کہ خود شیخ کی ذات، اور ان کے ساتھی سب کی تکفیر ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے جو عبارت کا مفہوم نادرست تم سمجھتے ہو، اس سے محفوظ رہنے کی دعا مانگتے ہیں۔

بلاشبہ علماء اہلِ سنت نے خواہ وہ چاروں مذہب میں سے کسی کے مقلد ہوں ہر ایک نے ''کتاب لرِدّۃ'' میں امور مکفرہ کو جدا جدا شمار کرایا ہے، ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جو غیر اللہ کے لیے نذر مانے وہ کافر ہے، بلکہ شیخ نے خود اس عبارت کے ساتھ جس سے تم استدلال کرتے ہو، ذکر کیا ہے کہ استغاثہ کے لیے کسی شیخ کی نذر ماننا ایسا ہی ہے جیسے کسی مخلوق کے ساتھ قسم کھانا ہے، جیسا کہ ان کا کلام پہلے گزر چکا۔ کسی مخلوق کی قسم کھانا، یہ شرکِ اکبر نہیں ہے۔ بلکہ شیخ نے یہاں تک لکھا ہے کہ جو کہے میری نذر مانو تمہاری حاجتیں پوری ہو جائیں گی اس سے توبہ لی جائے۔ پھر توبہ کرے، تو بہتر ورنہ زمین پر فساد کرنے کی کوشش میں قتل کر دیا جائے۔ تو شیخ نے اس کا قتل حداً قرار دیا، نہ کہ ہر بناء کفر۔ اسی طرح خصوصیت کے ساتھ نذر میں شیخ کا کلام پہلے گزر چکا ہے، جو کہ ہر طرح کافی ہے۔ انھوں نے وہاں بھی یہ نہیں کہا کہ جو غیر اللہ سے مانگے وہ کافر ہے، بلکہ آگے انشاء اللہ ان کا ایسا کلام آ رہا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ کفر نہیں ہے اور نہ ذبح بغیر اللہ کو کفر کہا۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ وہ مسئلہ کو تو بیان کر جاتے ہیں، مگر وہ اس کے معنی کو نہیں جانتے تھے؟ یا وہ قصداً لوگوں کو وہم میں ڈالتے اور ورغلاتے تھے؟ یا وہ تمہارے اس مفہوم پر جو تم ان کی عبارتوں سے سمجھتے ہو، لوگوں کو حیلے سکھانے، اور وہ اس کی حکایت نہ ہوتی جو بیان کرتے تھے؟ یا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کا کلام جہالت سے ہے؟ یا انھوں نے اس کفرِ صریح کو چھوڑ دیا ہے جس سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے، اور اس کی جان و مال

حلال بن جاتی ہے؟ حالانکہ ان کے زمانہ میں بھی اس قسم کے عمل دن رات علانیہ لوگ کرتے تھے، انھوں نے اس کو بیان کرنے سے چھوڑ دیا بلکہ اس کے خلاف بیان کر دیا؟ یہاں تک کہ اب تم آئے ہو اور ان کے کلام سے استنباط کرتے ہو؟ نہیں، خدا کی قسم! ان کی وہ مراد ہی نہ تھی جو تم مراد لیتے ہو۔ بلاشبہ وہ حق کی گہرائی میں تھے اور تم قعرِ ضلالت میں! اور جو کچھ تمہارے کلام اور تمہاری تکفیر مسلمین سے ظاہر ہوتا ہے، وہ درست نہیں ہے۔ بلاشبہ توحید و رسالت کی شہادت کے بعد ارکانِ اسلام میں، نماز سب سے اعظم رکن ہے۔ اس کے بعد انھوں نے ذکر کیا کہ جو دکھاوے سے نماز پڑھے، اللہ تعالیٰ اسے اس پر رَد کر دے گا، اور اسے قبول نہ کرے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں شرک کے شریکوں سے بے نیاز ہوں، جو کوئی ایسا عمل کرے جس نے میرے سواء کو اس میں شریک بنایا ہے، میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دونگا۔ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ اپنے اس عمل کے بدلے مجھ سے اپنا ثواب مانگو۔ تو انھوں نے اس میں عمل کا بطلان تو ظاہر فرمایا، مگر اس کے کرنے والے کو نہ کافر کہا اور نہ اس کی جان و مال کو حلال کہا بلکہ جو اس کی تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہے، جیسا کہ تمہارا مذہب ہے کہ تم اس سے بہت کم پر کی بھی تکفیر کرتے ہو انھوں نے تکفیر نہ کی یہی حال اس سجدہ کا ہے جو ہیئتِ نماز میں اعظم رکن ہے۔ اور وہ نذر دعا وغیرہ سے اعظم ہے، انھوں نے اس میں فرق کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ جو سورج، چاند، ستارے یا بُت کو سجدہ کرے وہ کافر ہے، جو ان کے ماسواء کو سجدہ کرتا ہے اس کی تکفیر نہیں کرتے، بلکہ اسے کبائرَ محرمات شمار کرتے ہیں۔ لیکن حقیقۃ الامر یہ ہے کہ تم نہ تو اہلِ علم کی تقلید کرتے ہو، اور نہ ان کی عبارتوں کو مانتے ہو، بلاشبہ تم اپنے ہی اختراعی مفہوم و استنباط کو ایسا حق جانتے ہو کہ جو اس کا انکار کرے گا یا اس نے ضروریاتِ دین کا انکار کیا۔

لیکن تمہارا استدلال مشتبہ عبارتوں سے ہے جو کہ تلبیس ہے۔ مگر ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ تم اپنے اس مذہب کی موافقت میں ائمہ اہلِ علم کا کلام ہمارے اور لوگوں کے لیے واضح طور پر بیان کرو، اور ان کا ایسا کلام بتاؤ جو شبہات کو دور کر دے، حالانکہ تمہارے پاس سوائے تہمت، گالی، الزامات، الزام تراشی اور تکفیر مسلمین کے کچھ نہیں ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے کہ

اس امت کا انجام ویسا ہی ہو جیسا کہ ان پہلوں کا ہوا، جن کے لیے خدا نے شریعت نازل فرمائی، وہ انھیں محفوظ رکھے۔

دعاء ونذر میں کفر نہیں، سنت کے مطابق ہے

فصل

وہ دلائل، تم جن کی تکفیر کرتے ہو، ان کی تکفیر میں تمہاری عدم درستگی ثابت ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دعا اور نذر ایسا کفر نہیں جس کی بناء پر وہ ملت سے نکل جائے، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ شبہات سے حدود اُٹھ جاتے ہیں۔ بلاشبہ حاکم نے اپنی ''صحیح'' میں اور ابوعوانہ اور بزار نے سندِ صحیح کے ساتھ اور ابن سنی نے بروایت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا جانور جنگل و بیابان میں گم ہو جائے، تو بآوازِ بلند تین مرتبہ یہ کہے ''اے اللہ کے بندو! اسے روک لو۔'' بلاشبہ اللہ کے بندے موجود ہوتے ہیں، وہ اسے روک لیں گے۔ اور طبرانی نے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی مدد طلب کرنا چاہے، تو وہ کہے کہ ''اے اللہ کے بندو! میری امداد کرو۔'' (۷۰) اس حدیث کو ائمہ عظام نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، اور اشاعت کے لیے اسے نقل کیا ہے تاکہ امت اسے یاد کر لے، اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ امام نووی نے ''الاذکار'' میں، ابنِ قیم نے اپنی کتاب ''الکلم الطیب'' میں، اور ابن مفلح نے ''الآداب'' میں ذکر کیا۔ ابن مفلح اس حدیث کو ''الآداب'' میں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن امام احمد رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے پانچ مرتبہ اس حدیث کے مطابق امداد طلب کی ہے، اور ہر مرتبہ انھوں نے مجھے راہ دکھانے کی فضیلت بخشی ہے۔ میں سفر کر رہا تھا (راہ گم ہونے کی صورت میں) میں نے بآوازِ بلند کہا ''اے اللہ کے بندو! مجھے راہ بتاؤ۔'' میں برابر کہتا رہا یہاں تک کہ میں راہ پر لگ گیا۔ انتہیٰ

اقول (علامہ سلیمان بن عبدالوہاب رحمہٗ اللہ فرماتے ہیں کہ) تم کیسے اس کی تکفیر کرتے

ہو جو کسی غائب یا کسی مُردے کو پکارے اور سوال کرے، بلکہ تمہارا گمان تو یہ ہے کہ وہ کفار جنھوں نے اللہ وار اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کی ہے، ان کا شرک اس شخص سے خفیف و ہلکا ہے، جو خشکی و تری میں غیراللہ کو پکارے اور سوال کرے۔ اس مفہوم پر تمہارے اس استدلال کو کہ نہ تمہارے اور نہ کسی اور کے لیے یہ جائز ہے، کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے کیا تم اس حدیث کو وضعی اور جعلی قرار دیتے ہو، اور اس کے مضمون کے موافق علماء کے عمل کو اس شخص کے لیے جو ایسا کچھ کرے مشتبہ بتاتے ہو؟ کیونکہ تم گمان رکھتے ہو کہ یہ شرکِ اکبر ہے۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

''مختصر الروضۃ الصحیح'' میں فرمایا ہے کہ بلاشبہ وہ شخص جو توحید و رسالت کی شہادت دیتا ہو اس کی علی الاطلاق بدعت پر تکفیر نہ کی جائے گی، اور اس کے عمل کی تاویل کی جائے گی کہ اسے عمل کی مثلیت میں شبہ ہو گیا ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جسے ہمارے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ نے راجح رکھا ہے۔ انتہیٰ

کیا تم گمان کرتے ہو کہ غائب کو پکارنا ضرورتِ دینیہ کا کفر ہے۔ اور اسے ائمہ اسلام نہیں جانتے تھے۔ کیا تم گمان رکھتے ہو کہ تمہارے اس قول کے درست وصواب ہونے کی تقدیر پر تمہارے کلام سے لوگوں پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ ہم شیخ تقی الدین کے اس کلام کو بیان کر چکے ہیں، جن کی عبارت کا سہارا لے کر تم نذر و دعا کی بناء پر مسلمانوں کی تکفیر پر استدلال کرتے ہو۔ اس میں جو بیان ہو چکا ہے، اگرچہ وہ کافی ہے، لیکن مزید فائدہ کے لیے بیان کرتا ہوں کہ شیخ ''اقتضاء صراطِ مستقیم'' میں فرماتے ہیں کہ جو بقعہ (زمین کے کسی ٹکڑے) کا ارارہ کرے اور اپنے اس قصد سے خیر کی توقع رکھے، تو اسے شریعت نے مستحب نہیں رکھا ہے، کیونکہ یہ منکرات سے ہے، اور بعض، بعض سے اشد ہے، برابر ہے کہ وہ درخت ہو یا چشمہ، میدان ہو یا پہاڑ، یا جنگل، اور یہ بہت ہی قبیح ہے کہ اس بقعہ سے ندر مانی جائے اور کہا جائے کہ یہ نذر کو قبول کرتا ہے، جیسا کہ بعض گمراہ لوگ کہتے ہیں۔ کیونکہ باتفاقِ علماء ایسی نذر، نذرِ معصیت ہے اس کا پورا کرنا جائز نہیں۔ پھر انھوں نے متعدد مواقع پر بیان کیا ہے کہ حجاز کے اکثر شہروں اور اس کے

بکثرت دیہات میں کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں۔ اور اسی کتاب کی دوسری جگہ کہتے ہیں کہ سائلین کبھی دعائے حرام مانگتے ہیں۔ جہاں اس سے غرض حاصل ہوتی ہے وہاں اس سے ضررِ عظیم بھی پہنچتا ہے۔ پھر بیان کیا کہ کاش ان کے لیے نیکیاں ہوتیں جن کی وہ تربیت کرتے، تو اب اللہ تعالیٰ ان سے ان کو معاف فرمائے۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ ہمیں ایک حکایت سنائی گئی کہ مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے بعض مجاوروں کو کسی خاص قسم کے کھانے کی خواہش ہوئی، پھر کچھ ہاشمی لوگ ان کے پاس آئے تو ان سے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے تمہاری طرف یہ بھیجا ہے، اور فرمایا ہے کہ ہمارے پاس سے لے جاؤ، کیونکہ ہمارے پاس وہ رہے، جس کو اس قسم کی خواہش نہ ہو۔ کہا کہ شیخ مدینہ اور دوسرے لوگوں نے ان کی ضرورتوں کو پورا کر دیا، اور انھوں نے اپنے اجتہاد یا مجتہدین کی تقلید یا اپنی کمی علم سے اس قسم کی باتیں ان سے نہ کہیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جاہل کو وہ چیزیں معاف ہیں، جو دوسروں کو نہیں۔ لہٰذا وہ جو اس باب میں بیان کیا ہے عام ہے، کیونکہ وہ لوگ کم علم و معرفت والے ہیں۔ اور اگر یہ شریعت اور دین ہوتا، تو یقیناً اہلِ علم و معرفت زیادہ لائق تھے کہ وہ فاعل کے عفو و مغفرت اور اباحتِ فعل کے درمیان فرق بیان کرتے۔

بلاشبہ تم نے جان لیا ہوگا کہ وہ جماعت جس نے انبیاء و صالحین کی زیادت گاہوں (قبروں) سے اپنی حاجتوں کے بارے میں سوال کیا، اور ان کی حاجتیں پوری ہو جانے کے باوجود ان کو نکال دیا گیا، جیسا کہ بیان ہوا، کیونکہ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے جس کی پیروی کی جائے۔

اور وہ امور جن کا اثبات افعالِ مستحبہ میں ہے، اور وہ کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، اور جن پر سلف صالحین کا عمل ہے، وہ ان امور محدثہ کے ماسویٰ ہیں، تو ان امور محدثہ کو مستحب نہیں کہا جاسکتا، اگرچہ بعض اوقات فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔

نیز فرمایا نذورِ محرمہ کو شریعت میں پھیر دیا گیا ہے، وہاں کے رہنے والوں، مجاوروں اعتکاف کرنے والوں کو کھانے پینے کی طرف وہ نذر ماننے والے ہیں، جو ان میں سے کوئی کہنا

ہے میں بیمار ہوں، تندرستی کی نذر پیش کرونگا، یا کوئی کہتا ہے کہ جنگ کرنے والے دفع ہو جائیں، تو نذر ادا کرونگا۔ یا کوئی کہتا ہے کہ مجھے سمندر کا سفر درپیش ہے، سلامتی پر نذر پیش کرونگا۔ یا کوئی کہتا ہے، میں قید میں ہوں، رہائی پر نذر دونگا وغیرہ، تو ان لوگوں نے ان نذروں سے اپنے لیے حصولِ مطلب اور دفع ضرر کو قائم کر لیا ہے۔ بلاشبہ صادقِ مصدوق حضورِ اکرم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے کہ طاعتِ الٰہی سے ہٹکر معصیت والی نذر ماننے میں کوئی خیر کا ذریعہ نہیں ہے، بلکہ تم بہت سے لوگوں کو پاؤ گے کہ جو کہیں گے کہ فلاں درگاہ میں یا فلاں جگہ میں ندر مقبول ہوتی ہے۔ تو ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اگر تم وہاں نذر مانو گے تو تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ وہ جو روایت ہے کہ ایک شخص نے روضۂ نبی کریم ﷺ کے حضور آکر خشک سالی کی شکایت کی، تو اس نے دیکھا کہ اسے حکم ہوا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جائے۔ چنانچہ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ لوگ دعائے استسقاء کے لیے نکلیں کہتے ہیں کہ اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جو حضور کے قریب رہنے والوں سے واقع ہوئے ہیں، اور میں واقعات سے باخبر بھی ہوں۔ اسی طرح بعضوں کا حضور اکرم ﷺ یا آپ کے سواء کسی اُمتی سے اپنی حاجت کے لیے سوال کرنا، پھر اس کا پورا ہو جانا، اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں، لیکن تمہیں یہ علم ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کا دعا کو قبول کرنا، یا آپ کے سواء کسی اور نیک صالح امتی کا ان سائلین کی حاجتوں کو پورا کرنے سے سوال کرنے کے استحباب پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ان میں کے اکثر سائلین ایسے ہیں، جو اپنے حال میں سخت پریشان اور مضطرب تھے۔ اگر ان کی دُعاؤں کو قبول نہ کیا جاتا، تو ان کا ایمان ڈگمگا جاتا، جس طرح کہ اُن کی حیاتِ ظاہرہ میں سائلوں کے ساتھ سلوک کرنے کا معاملہ رہا۔

نیز شیخ بیان کرتے ہیں کہ حد یہ ہے کہ بعض قبروں پر سال کے ایک خاص دن میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، اور دور دراز شہروں سے سفر کر کے ماہِ محرم یا صفر یا عاشورہ وغیرہ میں

بالارادہ آتے ہیں۔ اور اس خاص دن میں ایسا ہی اجتماع کرتے ہیں، جس طرح سال کے خاص دنوں سے عرفات، مُزدلفہ وغیرہ میں اجتماع ہوتا ہے۔ بسااوقات اس قسم کے اجتماعات، دین و دنیا میں اشد ترین ممنوع ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں قبر کے حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ غرضیکہ قبروں کے پاس اس قسم کے یہ افعال وہی ہیں جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت منقول ہے۔ اور نہی افعال کو امام احمد بن حنبل رحمہٗ اللہ نے منکر رکھا ہے، فرماتے ہیں کثرت سے لوگوں نے اس میں بہت زیادتی کی ہے۔ پھر امام احمد رحمہٗ اللہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کے پاس جو ہوتا ہے، اس کا ذکر فرمایا۔ شیخ بیان کرتے ہیں کہ اسی قبیل سے وہ افعال ہیں، جو مصر میں قبرِ نفیسہ کے پاس ہوتے ہیں۔ اور عراق میں اس مقام پر جسے قبر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے، اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ پر، اور دیگر اسلامی شہروں کی قبروں پر ہوتا ہے ان سب کا حصر وشمار دشوار ہے۔ انتہیٰ

تو اے اللہ کے بندو! شیخ کے کلام پر غور وفکر کرو۔ یہ وہ مقام ہے جس سے تمہارا وہ مفہوم جو ان کے کلام کی عبارت سے استدلال کرتے ہو، رَد ہوتا ہے۔ اور تمہاری تکفیرِ مسلمین کا بطلان ہوتا ہے۔ اب ہم فائدہ کی تکمیل کے لیے مزید اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

پہلا اقتباس:

روضۂ منورہ کی زیارت، اور چشمے، درخت اور غاروں سے نذر ماننے کے سلسلہ میں شیخ بیان کرتے ہیں کہ یہ منکرات میں سے ہیں۔ (۷) ان کا ایفاء واجب نہیں ہے۔ مگر اس کے کرنے والے کو کافر ومرتد، حلال المال والدم نہیں کہا، جیسا کہ تم کہتے ہو۔

دوسرا اقتباس:

بلاشبہ کچھ لوگ ندر ماننے، اور مذکورہ مقامات کی طرف بالقصد زیارت کرنے کا حکم دیتے ہیں، تو انھوں نے اس کا نام ضلال رکھا اور کفر نہ کہا، جیسا کہ تم کہتے ہو۔

تیسرا اقتباس:

مذکورہ مقامات، اور وہاں کے مقابر اور بلادِ اسلامیہ ان افعال کے کرنے والوں سے قدیم

سے بھرے ہوئے ہیں، تو نہ تو شیخ نے اور نہ کسی اہل علم نے یہ کہا کہ یہ سب بلادِ کفر ہیں، جیسا کہ تم ان کے رہنے والوں کی تکفیر کرتے ہو، بلکہ جو انھیں کافر نہ کہے اس کی بھی تم تکفیر کرتے ہو۔

چوتھا اقتباس:

بلاشبہ انھوں نے اہلِ قبور سے طلب و استدعا کے ذکر میں کہا یہ بکثرت شائع و جاری ہے، اس کا انتہائی حکم یہ ہے کہ وہ حرام ہے، بلکہ اس خصوص میں مجتہد یا مقلد یا جاہل سے خطا جاتی رہتی ہے، حالانکہ تم ان امور کے کرنے والے کو ان سے بڑا کافر گردانتے ہو، جن کفارِ قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی ہے۔

پانچواں اقتباس:

بلاشبہ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ مسلم جانتا ہے کہ اللہ نے اسے مشروع قرار نہیں دیا ہے، حالانکہ تم لوگ کہتے ہو کہ مسلمان جانتا ہے کہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے جو کہ کفر ہے۔ حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ اسے جانتے ہیں، اور اس کے کرنے والے کی تکفیر نہیں کرتا۔ وہ بھی کافر ہے، تو اے اللہ کے بندو! خبردار ہو جاؤ۔

چھٹا اقتباس:

انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یا کسی اور صالح اُمتی کا ان پرسان حال سائلوں کی استدعا کو قبول کرنا اس لیے تھا کہ اگر وہ قبول نہ کرتے تو ان کا ایمان خطرے میں پڑ جاتا! تو انھوں نے ان کو مومن قرار دیا، اور ان کی اجابتِ دعاء کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت قرار دیا، تاکہ ان کا ایمان مضطراب اور خطرے میں نہ پڑ جائے، اور تم لوگ کہتے ہو کہ جو ایسا کرے، وہ کافر ہے، اور جو اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

ساتواں اقتباس:

بلاشبہ یہ امور، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنا صحابہٴ کرام کے زمانہ میں پیش آئے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قحط اور خشک سالی کی شکایت کی گئی، اور حضور نے خواب میں حکم دیا

کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں۔'' تو انھوں نے اس کا ذکر نہیں کیا کہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا، مگر تم لوگ اس قسم کی باتوں سے کافر گردانتے ہو۔

آٹھواں اقتباس:

بلاشبہ یہ باتیں، امام احمد رحمۃ اللہ کے زمانہ سے پہلے ائمہ اسلام کے زمانہ میں رونما ہوئیں اور کسی نے ان کو منکر قرار نہ دیا، مگر اس کے باوجود تمام بلاد اسلامیہ ان باتوں کے کرنے والوں سے ہمیشہ بھرے رہے، جن کی وجہ سے تم ان کی تکفیر کرتے ہو۔ بایں ہمہ مسلمانوں کے اماموں میں سے کسی ایک نہ بھی ان کی تکفیر نہ کی، نہ ان کو مرتد کہا، نہ ان پر جہاد کا حکم دیا، اور نہ بلادِ اسلامیہ کا نام، بلادِ شرک وحرب رکھا، جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو، بلکہ تم اس کی بھی تکفیر کرتے ہو، جو اس کے کرنے والے کی تکفیر نہ کرے، اگرچہ وہ ان افعال کو نہ کرتا ہو۔ کیا تم گمان رکھتے ہو کہ یہ امور اسی قبیل سے ہیں جن کے کرنے والے پر عبارتوں میں اجماعی کفر بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ ائمہ کرام کے زمانہ کو آٹھ سو سال گزر چکے ہیں (اور اب تو نو سو سال گزر چکے) باوجود یہ کہ علماء اسلام میں سے کسی عالم نے بھی ایسی روایت بیان نہیں کی، جس میں انھیں کافر کہا گیا ہو۔ بلکہ عقلمند سے ایسا گمان بھی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ خدا کی قسم! تمہارے قول سے لازم آتا ہے کہ امام احمد رحمہٗ اللہ کے زمانہ کے بعد تمام امت اور ان کے علماء و امراء اور سب عوام کافر و مرتد تھے۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن ط۔ہم اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں، پھر اسی سے استغاثہ کرتے ہیں، جیسا کہ تمہارے بعض عوام کہتے ہیں کہ تمہارے سواء کسی سے حجت قائم ہی نہیں ہوئی، اور نہ تم سے پہلے کوئی دین اسلام کو جانتا تھا۔ اے اللہ کے بندو بس کرو! حالانکہ شیخ کا یہ کلام تم پر حجت قائم کرتا ہے کہ تمہارا یہ مفہوم کہ ان امور کے کرنے والے ''شرکِ اکبر'' کے مرتکب ہیں۔ غلط اور خطاء ہے۔ نیز یہ کہ تمہارا یہ مفہوم کہ یہ افعال اس عبارت کے معنی میں داخل ہیں، ان کے اور اللہ کے درمیان جعل وفریب ہے جو آخرت میں قابل مواخذہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں گمراہی سے محفوظ رکھے۔

امت شرک سے نہیں باہمی عداوت سے ہلاک ہوگی

فصل

تمہارے قول کے بطلان پر یہ حدیثِ پاک بھی دلالت کرتی ہے، جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں بروایتِ ثوبان نبی کریم ﷺ سے روایت کیا، ارشاد ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹا، تو میں نے اس کے مشارق و مغارب کو ملاحظہ فرمایا۔ بلاشبہ میری امت، مشاہدہ شدہ زمین کے آخری کناروں تک اور مجھے دوخزانے سرخ وسفید مرحمت فرمائے گئے۔ میں اپنے رب سے اپنی امت کے بارے میں درخواست کرتا ہوں کہ اسے عذابِ عام سے ہلاک نہ کرے، اور ان کی اپنی جانوں کے سوا کوئی دشمن ان پر مسلط نہ کرے، جو ان کی سفیدی کو ختم کرے۔ بلاشبہ میرے رب نے فرمایا، اے محمد! جب میں قضاء کو نافذ کردیتا ہوں، تو میں اسے نہیں پلٹتا۔ میں نے تمہاری امت کے لیے مقدر کردیا ہے کہ میں اسے عذابِ عام سے ہلاک نہیں کروں گا، اور سوائے ان کی جانوں کے کسی ایسے دشمن کو مسلط نہیں کروں گا جو ان کی سفیدی کو دور کردے، اگرچہ وہ دشمن ہر طرف سے گھیر لے یا فرمایا کہ ان کے کناروں کے درمیان سے ہو (شک راوی ہے) البتہ یہ امت ایک دوسرے کو ہلاک کرسکتی ہے، اور ایک دوسرے کو گالی دے گی۔ الحدیث

یہ حدیث تم پر یوں دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دیدی ہے کہ اس امت پر ان کے اپنوں ہی کے سوا کوئی شخص مسلط نہ ہوگا بلکہ بعض ہی بعض پر مسلط ہوں گے۔

ہر خاص و عام کو معلوم ہے جسے احادیث و اخبار کی معرفت ہے کہ یہ امور و افعال جن کی بناء پر بلادِ اسلامیہ کی ملتوں کی تم لوگ تکفیر کرتے ہو، سات سو سال سے زیادہ معلوم بہا ہیں، جیسا کہ پہلے گزرا۔ اگر یہ بڑے بڑے بتوں کی پرستش ہوتی، اور شرکِ اکبر ہوتا، جیسا کہ تم گمان کرتے ہو، تو یہ تمام ملتیں کافروں کا ٹولہ ہوتیں، اور جو ان کی تکفیر نہ کرتا وہ بھی کافر ہوتا، جیسا کہ آج تم لوگ کہتے ہو۔ اور یہ بات بداہۃً معلوم ہے کہ علماء و اُمراء اسلام نے ان کی تکفیر نہیں کی اور ان پر ردّت کے احکام کو جاری نہ فرمایا۔ باوجود یہ کہ بلادِ اسلامیہ کی غالب آبادی،

پوشیدہ نہیں، ظاہر طور پر ان افعال کو کرتی تھی، بلکہ جیسا کہ شیخ کہتے ہیں کہ (ان نذروں کو) اکثر لوگوں کے کھلانے کی طرف پھیر دیا جاتا۔ نیز وہ بیان کرتے ہیں کہ تمام شہروں سے حج سے بڑھ کر ان کی طرف سفر کر کے آتے ہیں۔ تو ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے ہمیں بتاؤ کہ اہل علم اور صاحبانِ شمشیر میں سے کسی ایک نے بھی ایسا کہا جیسا کہ تم کہتے ہو؟ بلکہ انھوں نے ان پر اسلام کے احکام کا ہی اجراء کیا۔ پھر جبکہ یہ کفار تھے اور ان فعلوں کی وجہ سے وہ سب بُت پرست تھے، اور علماء و اُمراء نے ان پر حکمِ اسلام جاری رکھا، تو یہ بھی اُنہی میں سے ہوئے، یعنی علماء و اُمراء بھی کہ تم میں سے ہوئے، اس لیے کہ جو اس مشرک کی، جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنائے تکفیر نہ کرے تو وہ بھی کافر ہوتا ہے۔ تو اس وقت اس امت میں کوئی مسلمان نہ رہا، بلکہ سب کے سب کافر اور اللہ تعالیٰ نے کفار کو امت پر مسلط کر دیا، جس نے ان کی روشنیوں کو سلب کر لیا، تو یہ حدیث اس طرح تمہارے قول کو مردود ٹھہراتی ہے۔ یہ حدیث پر غور و فکر کرنے والے کے لیے ظاہر و روشن ہے۔ واللہ الموفق لا ربُ غیرہٗ۔

اب اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس حدیث کو بعینہٖ "البرقانی" نے روایت کی ہے، انھوں نے اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت کے گمراہ رہنماؤں سے خوف کرتا ہوں جب ان پر تلوار رکھ دی جائے گی، تو وہ قیامت تک نہ اُٹھے گی، اور قیامت اس وقت قائم ہوگی جب میری امت کے لوگ مشرکوں سے مل جائیں گے یہاں تک کہ وہ پرستش کریں گے اور اصنام (بت) میری امت کی رہنمائی کریں گے۔ اور یقیناً میری امت میں سے تیس ایسے کذّاب (جھوٹے) ہونگے جو سب کے سب یہ گمان کریں گے کہ وہ نبی ہیں، حالانکہ میں خاتم النبین (آخری نبی) ہوں، میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں! باوجود یہ کہ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم و غالب رہے گی جو انھیں رسوا کرنا چاہے گا وہ انھیں نہ پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر یعنی قیامت آجائے۔

جواب میں کہونگا کہ یہ بھی تم پر ہی حجت ہے، اور پہلے ہی قول کی موافقت میں ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ میں اپنی امت کے گمراہ رہنماؤں سے خوف کرتا ہوں، تو

یہ ارشاد دلالت کر رہا ہے کہ حضور ﷺ کو کفر اور شرکِ اکبر میں ان کے مبتلا ہونے کا نہیں ہے۔ بلکہ امت پر گمراہ رہنماؤں کے تسلط کا خوف دامنگیر ہے۔ جیسا کہ واقعات بتاتے ہیں، اور اگر آپ کے بعد وہ سب کافر ہو جاتے، تو وہ یقیناً چاہتے کہ امت پر تسلط جما کر ان سب کو ہلاک کر دیتے۔ اسی قبیل سے حضور کا یہ ارشاد ہے کہ جب تلوار امت پر رکھی جائے گی تو قیامت تک نہ اُٹھ سکے گی، جیسا حضور نے ارشاد فرمایا واقعات نے ایسا ہی دکھایا یہ تو حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے معجزات میں سے ہے کہ جیسی خبر دی ویسا ہی واقع ہوا اور حضور کا یہ ارشاد کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ میری امت کے کچھ لوگ مشرکوں سے نہ مل جائیں تو یہ بھی واقعہ ہے اور حضور کا ارشاد کہ یہاں تک کہ پرستش کریں گے اور بتوں کو رہنما بنائیں گے، یہ بھی حق ہے۔ اور حضور کا ارشاد کہ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہے گی، آخر حدیث تک، تو یہ ان امور پر دلالت کر رہا ہے کہ بلادِ اسلامیہ بت پرستوں سے نہیں بھریں گے۔ اور اگر تمہارے بیان کردہ امور بت پرستی ہی ہوتی، تو حق پر قائم رہنے والی، مدد کی ہوئی جماعت ضرور ان سے قتال کرتی، حالانکہ ایسا کوئی زمانہ نہ گزرا۔ اور نہ کسی نے بیان کیا کہ ان امور پر امت میں سے کسی ایک نے بھی قتال کیا، اور تم سے پہلے اس کے کرنے والے کو کافر، حلال المال والدم قرار دیا۔ اب اگر تم اس کو ہمیشہ سے ہوتا ہوا پاتے ہو یا ایسے احکام ہوں، تو انھیں بیان کرو، میں اس میں تمہارے ساتھ ہو جاؤں گا۔ اور یہ جو ہم نے بیان کیا ہے، وہ حدیث کے اول و آخر سب میں واضح ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

تکفیر مسلمین کے بطلان پر مزید دلیل

فصل

وہ دلیل جو تمہارے مذہب کے رو سے تکفیر مسلمین ہے، اس کے بطلان پر وہ روایت ہے جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ حق یہ ہے کہ میں دینے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا، اور

میری امت ہمیشہ اَمرِ مستقیم پر قائم رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے یا اللہ کا حکم۔ انتہیٰ

اس حدیث سے تمہارے مذہب کا بطلان اس طرح ہوتا ہے کہ حضور نے خبری کہ میری امت امر مستقیم پر آخر زمانہ تک ہمیشہ قائم رہے گی۔ اور یہ معلوم ہے کہ یہ امر جن کی بناء پر تم تکفیر مسلمین کرتے ہو قدیم زمانہ سے ظاہر طور پر شہروں کی بستیوں میں رائج ہیں جیسا کہ گزرا۔ اب اگر یہ بہت بڑے بت ہوتے، اور ان کے کرنے والے ویسے ہی بڑے بت پرست ہوتے تو یہ امت امر مستقیم پر قائم نہ رہتی، بلکہ برعکس ہوتے، اور ان کے شہر، ایسے شہر ہوتے جن میں بتوں کی پرستش ظاہری طور پر ہوتی ہے، اور ان کے رہنے والے بت پرستوں پر اسلام کے احکام جاری ہوتے رہے ہیں۔ پھر استقامت کہاں رہتی۔ تو یہ حدیث واضح اور جلی ہے۔

اب اگر تم یہ اعتراض کرو کہ احادیثِ صحیحہ میں نبی کریم ﷺ سے ایسی روایتیں بھی تو مروی ہیں، جو اس کے معارض ہیں، وہ یہ کہ حضور کا ارشاد ہے کہ "یہ اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک کے سواء سب جہنمی ہونگے۔"

تو جواب میں کہوں گا کہ یہ حق ہے اور کوئی معارض نہیں والحمدللہ۔ بلاشبہ علماء نے اسے بیان کر کے اس کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ حضور کا یہ ارشاد کہ یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ الحدیث تو وہ اہلِ ہَوَاء و بدعت ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، مگر وہ کافر نہ ہونگے بلکہ وہ سب کے سب مسلمان ہونگے، بجز اس کے کہ جو دل میں رسول کریم ﷺ کی تکذیب چھپائے ہو، تو وہ منافق ہے، جیسا کہ اس بارے میں مذہب اہل سنت کی حکایت میں شیخ کا کلام گزر چکا ہے۔ اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ "بجز ایک کے وہ سب جہنمی ہیں۔" تو یہ اس وعید کی مانند ہے، جو اہل کبائر، قاتلِ نفس، مال یتیم کھانے والے وغیرہ کے بارے میں وعیدیں آئی ہیں لیکن فرقۂ ناجیہ، وہ تمام بدعتوں سے محفوظ اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کا پیروکار ہے، جیسا کہ اہل علم نے اسے واضح کیا ہے، اور اس پر اہلِ علم کا اجماع ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

اب رہا حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ "ضرور کچھ لوگ تم سے پہلوں کے طریقہ کی پیروی کریں گے" الحدیث۔ تو شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ خبر ساری امت مسلمہ کے لیے نہیں

ہے، بلاشبہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد تواتر تک ہے کہ "اس امت کی ایک جماعت ظاہر طور پر ہمیشہ حق پر رہے گی، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔" اور یہ بھی ارشاد ہے کہ "یہ امت ضلالت پر کبھی مجتمع نہیں ہوگی۔" کیونکہ وہ ہمیشہ دین کی آبیاری کرتے رہیں گے، اور ان کا عمل اس کی طاعت میں رہے گا۔ تو حضور ﷺ کی اس خبر سے معلوم ہوا کہ اس امت کی ایک جماعت اس ہدایت پر جسے خالص دین اسلام کہتے ہیں قائم و متمسک رہے گی۔ اور کچھ لوگ یہود و نصاریٰ کے شعبوں میں سے کسی شعبہ کی پیروی کی طرف پھر جائیں گے۔ اگرچہ وہ ایک شخص ہی کیوں نہ ہو۔ مکمل انحراف سے کافر نہیں ہوتا، بلکہ کبھی فاسق بھی نہیں ہوتا۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگ زمانۂ جاہلیت میں تھے، پھر آپ کی بعثت کے بعد جاہلیت مطلقہ جاتی رہی، کیونکہ اس امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ ظاہری طور پر قیامت تک باقی رہے گی۔ اب رہی جاہلیت مقیدہ! تو کبھی بعض مسلمانوں کے شہروں میں ہوتی ہے، یا کبھی بعض شخصوں میں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت پر جاہلیت کی چار باتیں ممنوع ہیں ان میں سے ایک یہ کہ جاہلیت کا دین آخر زمانہ تک نہیں لوٹے گا۔ انتہیٰ

اب تم پر ظاہر ہو چکا ہوگا کہ دین اسلام، احادیثِ رسول ﷺ کی صراحت کے بموجب بلادِ اسلامیہ میں بھرپور رہے گا، جیسا کہ علماء اعلام نے اس کی تفسیر میں وضاحت کی ہے کہ ہر فرقہ اسلام پر ہے، بخلاف تمہارے اس قول کے۔ اب اگر تمہارا مذہب صحیح مان لیا جائے تو بجز تمہارے، آٹھ سو سال سے روئے زمین پر کوئی مسلمان باقی ہی نہ تھا۔ تعجب بالائے تعجب یہ کہ وہ فرقہ ناجیہ جس کی رسول اللہ ﷺ نے اتنی تعریف و توصیف فرمائی ہے، اور واقعۃً وہ اس کے لائق ہیں، اور اہلِ علم نے بھی اس کی صفتیں بیان کی ہیں ان میں سے تو کوئی صفت بھی تم میں نہیں پائی جاتی۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط۔

بطلانِ مذہبِ ضلال پر مزید دلیل

فصل

تمہارے مذہب کے عدم صحت پر دلائل میں سے ایک یہ روایت ہے جسے بیہقی اور ابنِ

عدی وغیرہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ فرمایا اس علم کو وہ اٹھاتے ہیں جو تمام مخلوق میں عادل ہوں، جو گمراہوں کی تحریفوں، باطلوں کی حیلہ جوئیوں اور جاہلوں کی تاویلوں کا رد کرتے ہیں۔" "الادب" میں کہا کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام احمد رحمہٗ اللہ پوچھا، تو فرمایا صحیح ہے۔ انتہیٰ

ابنِ قیم کہتے ہیں کہ یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو ایک دوسرے کو مضبوط بناتی ہیں اس حدیث سے تمہارے مذہب کے بطلان پر اس طرح دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس علم کو جسے لے کر حضور اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے، اُسے اٹھانے والوں کی صفت میں فرمایا کہ وہ طبقاتِ امت کے تمام طبقوں سے زیادہ عادل ہونگے۔ اور یہ پہلے متعدد جگہ گزر چکا ہے۔ کہ ان افعال کے کرنے والے، جن کو ان افعال کی وجہ سے تم کافر گردانتے ہو، ظاہری وجود کے ساتھ امت میں سات سو سال سے زیادہ سے موجود ہیں۔ بلکہ ابنِ قیم نے بیان کیا ہے کہ ان لوگوں سے زمین بھری ہوئی ہے، اور انھوں نے شام وغیرہ بلادِ اسلامیہ کی خبر دی، بلکہ ان میں سے ہر شہر کو گنا کر وہاں کے امورِ عظیمہ ہائلہ کو بتایا کہ وہاں اہلِ قبور کو سجدہ اور ان کے لیے ذبح کیا جاتا ہے تکلیفوں کے دور کرنے کی طلب اور رہنے والوں کی کلفتوں کا استغاثہ اور نذر وغیرہ کی جاتی ہیں اس کے بعد انھوں نے ان کی حکایتوں کو اختصار کے ساتھ تقسیم کر کے کہا کہ بلاشبہ ان کے افعال ان کے بیان سے زیادہ وافر و اعظم ہیں۔ فرمایا ہم نے ان کے شرک و بدعت کی تفصیل احاطہ کر کے بیان نہیں کی ہے۔ ان تمام کے باوجود انھوں نے اور نہ اس زمانہ کے اہل علم نے، اور نہ ان کے پہلے علماء سے کسی نے، اور نہ ان کے بعد ان تمام اہلِ علم نے جن کی توصیف حضور ﷺ نے عدالت اور تحفظِ دین کی خاطر، غالیوں کے غلو، جاہلوں کی تاویل، اور باطلوں کی حیلہ جوئی کا رد کرنے کی خاطر فرمائی ہے، کسی نے ان پر کفر و ردّت کا حکم جاری نہ کیا، اور نہ ان پر کسی نے کفرِ ظاہر کا حکم لگایا، اور نہ ان کے بلادِ اسلامیہ کا نام "بلادِ کفار" رکھا، اور نہ شہروں پر نہ بندگانِ خدا پر چڑھائی کی، اور ان کو تمہاری مانند مشرکوں کا نام دیا۔ حالانکہ وہ نصرتِ حق کے ساتھ قائم اور وہ قیامت تک رہنے والی جماعتِ منصورہ میں سے تھے۔

بلکہ ابنِ قیم نے تو اُن افعال کا جن کی بناء پر تم تکفیرِ مسلمین کرتے ہو، بلکہ جو اسے کافر نہ کہے اس کی بھی تکفیر کرتے ہو، بلکہ تم گمان رکھتے ہو کہ بکثرت بلادِ اسلامیہ میں بڑے بڑے بت ہیں جن کا تذکرہ کیا ہے۔ انھوں نے یہاں تک کہا کہ جو ان افعال سے بچتا ہے، اور ہر منکر کا عادی نہیں ہے، میں اس کی عزت کرتا ہوں۔ پھر بیان کیا کہ غالب امت اسے کرتی ہے، اور جو نہیں کرتے وہ منکرات سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں، اور جو اس کے عادی ہیں ان سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ اب اگر تمہارا مذہب حق مانا جائے تو تمام امت ایسی ہی ٹھہرتی ہے، اور العیاذ باللہ، اللہ کے ساتھ شرکِ اکبر کرنے والی مشرک بنتی ہے، وہ بھی جنھوں نے اس فعل کو اچھا جانا، اور وہ بھی جنھوں نے ان کو بُرا جانا، خواہ ابنِ قیم کے زمانہ سے پہلے کے ہوں یا ان کے بعد آج تک کے۔ تو اب یہ حدیث مبارک اور آگے آنے والی انشاء اللہ احادیث کریمہ سب ہی تمہارے قول و مذہب کو مردود قرار دیتی ہیں یہ بہت زیادہ واضح اور روشن ہے اس شخص کے لیے جسے توفیق ہو، والحمدللہ

یہ امت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی

تمہارے مذہب کے بطلان پر وہ رایت بھی ہے، جو بخاری و مسلم میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے فرمایا روزِ قیامت تک ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت خوب ظاہر حق پر قائم رہے گی جو انھیں رسوا کرنا چاہے گا، یا ان کی مخالفت کرے گا، ان کو کوئی ضرر ونقصان نہ ہوگا۔ شیخ تقی الدین اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ جس طرح حضور اکرم ﷺ نے خبر دی ہے، ویسی ہی یہ امت رہی ہے، کیونکہ ارشاد ہُوا کہ اس امت کی ایک جماعت علم و شمشیر کے ساتھ ہمیشہ غالب ومنصور رہے گی۔ ان کو پہلے کے بنی اسرائیل وغیرہ کے مانند کوئی مصیبت نہ پہنچے گی۔ جس طرح بنی اسرائیل وغیرہ دشمنوں سے مقہور ومغلوب رہے ہیں، بلکہ اگر زندگی کے ایک کنارے پر اعداء غالب آگئے ہوں تو زمین کے دوسرے کنارے پر امت منصورہ غالبہ، ظاہرہ موجود رہے گی، پوری امت پر کوئی دشمن وغیرہ غلبہ نہ پاسکے گا، لیکن ان میں باہمی اختلاف و فتنے واقع ہونگے۔ فرمایا مذہب اہل سنت و جماعت اور ان کے متبعین قیامت تک غالب و

ظاہر رہیں گے۔ یہی وہ جماعت ہے جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ حق پر رہیں گے۔ اخر حدیث تک۔ انتہیٰ

اقول: صاحبِ رسالہ ہذا فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تمہارے مذہب کے بطلان پر اس طرح استدلال ہے کہ وہ جماعت جس کا ذکر نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ ظاہر ہوگی نہ پوشیدہ و مخفی، جیسا کہ تمہارے نزدیک گمان ہے۔ نیز وہ منصورہ یعنی نصرتِ حق اس کے ساتھ ہوگی، وہ ذلیل و خوار نہ ہونگے کہ وہ مغلوب و مقہور ہو جائیں۔ تو جبکہ یہ اوصاف، صادق و مصدوق ﷺ کی نص سے امت کے لیے ثابت ہیں، توتم ان امور کی بناء پر بلادِ اسلامیہ کے سات سو سال سے زائد کے آباد شدہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو اور ان کے بارے میں تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں، حالانکہ یہ وسائط و وسائل مذکورہ قرآن میں ہیں۔ اس کے ساتھ یہ کہ اَزمَنۂ ماضیہ میں سے کسی ایک زمانہ میں بھی کسی نے ایسا نہ کہا جیسا کہ تم کہتے ہو، یا جیسا کہ تمہارا عمل ہے، بلکہ جو تم پاتے اور حجت پکڑتے ہو، وہ تمہارے اشتباہ کی وجہ سے ہے، بجز اس واقعہ کے کہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے اس شخص کو قتل کیا، جس نے کہا ''آپ اللہ ہیں۔'' اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو قتل کرایا۔ یا وہ مجمل عبارت جسے ہر شخص جانتا ہے جسے علم میں شغل و مہارت ہے۔ بلاشبہ تمہارا یہ مفہوم مضحکہ خیز ہے۔ شبہ کے زوال پر خدا کا شکر ہی ادا کرنا چاہیے۔ خدا کی قسم! صرف ایک یہی حدیث تمہارے مذہب کے بطلان پر کافی ہے اگر تمہارے کان حق کے سننے اور قبول کرنے کی صلاحیت رکھیں۔ ہم اللہ سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں ہلاکت سے بچائے، بلاشبہ وہ بخشش و کرم والا ہے۔

فتنے اٹھنے کی غیبی خبر

فصل

تمہارے مذہب کے بطلان میں ایک دلیل یہ بھی ہے، جو صحیحین میں بروایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ فرمایا، کفر کا سر مشرق کی جانب ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ایمان میرے داہنی جانب ہے، اور فتنے وہاں سے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔ اور صحیحین میں بروایت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما، نبی کریم ﷺ سے مروی کہ فرمایا، وہ سامنے مشرق ہے وہاں سے فتنے اٹھیں گے۔ اور انہی سے بخاری کے الفاظ مرفوعاً یہ ہیں کہ حضور نے دعا مانگی، اے اللہ! ہم اور ہمارے شام و یمن میں برکت دے اے خدا! ہم اور ہمارے شام و یمن میں برکت دے۔ لوگوں نے کہا ہمارے نجد کے لیے بھی دعا مانگیے؟ فرمایا، اے خدا! ہم اور ہمارے شام و یمن میں برکت دے۔ انھوں نے پھر کہا ہمارے نجد کے لیے بھی دعا مانگیے؟ تیسری مرتبہ فرمایا، وہاں سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ اور مسند احمد میں بروایت ابن عمر مرفوعاً مروی ہے کہ فرمایا، اے اللہ ہمارے لیے ہمارے مدینہ میں اور ہمارے پیانوں میں اور ہمارے یمن و شام میں برکت دے۔ اس کے بعد سورج طلوع ہونے کی سمت رخ انور پھیر کر فرمایا یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ اور فرمایا یہاں سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے۔ انتہیٰ

اقول: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ یقیناً صادق ہیں، آپ نے سچ ہی ارشاد فرمایا فصلوات اللہ وسلامہٗ وبرکاتہٗ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ یقیناً آپ نے امانتِ الٰہی ادا فرمائی اور رسالت کا حق ادا فرمایا۔

شیخ تقی الدین کہتے ہیں کہ مدینۂ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے جانب شرق نجد ہے، اسی سمت سے مسیلمہ کذّاب نکلا، جس نے ادعائے نبوت کیا، اور علاوہ دوسرے وواقعات کے یہ پہلا واقعہ و حادثہ ہے، جس میں ایک مخلوق مبتلا ہوئی، اور خلیفہ الرسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے مقاتلہ فرمایا۔ انتہیٰ

اس حدیث مبارک سے بکثرت وجوہ سے تمہارے مذہب کے بطلان پر استدلال کیا سکتا ہے، چنانچہ بعض وجوہ ہم بیان کرتے ہیں۔

اوّل یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان میرے داہنی جانب ہے اور فتنے سمتِ مشرق سے نکلیں گے، اور اسے بار بار فرمایا۔

دوم یہ کہ نبی کریم ﷺ نے حجازِ مقدس اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے بار بار دعا فرمائی، اور اہلِ مشرق کے لیے دعا کرنے سے انکار فرمایا، چونکہ وہاں سے فتنے اٹھی گے خصوصاً نجد سے۔

سوم یہ کہ سب سے پہلا فتنہ جو نبی کریم ﷺ کے بعد واقع ہوا، وہ ہماری اس زمین (نجد) میں واقع ہوا۔ تو اب ہم ان امور کی بناء پر کہتے ہیں کہ جن کی بناء پر تم مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو، تو ان لوگوں سے مکہ و مدینہ اور یمن وغیرہ صدیوں سے بھرا ہوا ہے، بلکہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یمن وحرمین کی زمینوں میں اور ہماری اس زمین میں اکثر وہی مسلمان آباد ہیں جو ان افعال پر عمل کرتے ہیں۔ اور یہی وہ زمین ہے جہاں سے فتنے ظاہر ہوئے ہمیں معلوم نہیں اس زمین (نجد) کے فتنوں کے مقابلہ میں کسی اور شہر میں نئے اور پرانے زیادہ فتنے رونما ہوئے ہیں۔ اب تم لوگ ہو، جو اپنے مذہب کو عام لوگوں پر واجب قرار دیتے ہو، اور اپنے مذہب کی پیروی لازم کرتے ہو، اور اگر کوئی اس کی پیروی اختیار کرلے، تو وہ اپنے شہر میں اسکے اظہار پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اگر اپنے شہر والوں کی تکفیر کرے، تو اسے تمہاری طرف ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر تم ہی جماعت منصورہ ہو تو یہ اس حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے اس کی خبر دیدی ہے کہ آپ کی امت پر نصرتِ حق قیامت تک قائم رہے گی۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خبر دیدی ہے جو ان پر گزرے گی اور وہ جن صفات پر ہونگے۔ اب اگر جانتے ہو کہ بلادِ مشرق خصوصاً نجد بلادِ مسلمہ ہے، چونکہ اسے تم دارالایمان قرار دیتے ہو، اور یہاں کے رہنے والوں کو "جماعتِ منصورہ" بتاتے ہو، اور یہی وہ شہر ہوں جن میں ایمان ظاہر ہے تو ان کے ماسواء شہروں کے لیے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ حرمین شریفین اور یمن وغیرہ بلادِ کفر ہوں جن میں بتوں کی پرستش ہوتی ہے، تو وہاں سے ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔ تو یقیناً اس کی خبر دیدی جاتی، اور یقیناً اہل مشرق خصوصاً نجد کے لیے دعا فرماتے، اور یقیناً حرمین اور یمن کے خلاف دعا کرتے ہوئے خبر دے دیتے کہ وہاں بتوں کی پوجا ہوگی، اور ان سے بیزاری ظاہر فرماتے، جبکہ یہ صورت نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس ہی خبر دی گئی ہے، کیونکہ نبی

کریم ﷺ نے مشرق کو عام رکھ کر نجد کو خاص فرمایا کہ وہاں شیطان کا سینگ نکلے گا اور وہاں سے فتنے اٹھیں گے، اور ان کے لیے دعا کو منع فرمایا، تو یہ تمہارے گمان کے بالکل خلاف ہے۔ بلاشبہ آج تمہارے نزدیک وہ لوگ جن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعائے برکت فرمائی، وہ تو کافر ہیں، اور وہ لوگ جن کے لیے دعائے خیر سے انکار فرمایا، اور خبر دی کہ وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا، اور وہاں سے فتنے اٹھیں گے، وہ بلادِ ایمان ہیں کہ طرف ہجرت واجب ہے۔ احادیثِ کریمہ سے یہ بطلان واضح و روشن ہے۔(۷۲) انشاء اللہ

اُمّتِ مسلمہ شرک و کفر سے آلودہ نہ ہوگی

فصل

تمہارے مذہب کے بطلان پر ایک دلیل وہ ہے جو صحیحین میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منبر پر چڑھنے کے بعد فرمایا، یقیناً میں تم سے اس کا خوف نہیں رکھتا ہوں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے، لیکن میں تم پر دنیا کا خوف رکھتا ہوں کہ تم میں باہم بغض و عداوت ہو، پھر باہم قتل کر کے ہلاک ہو جاؤ، جیسے کہ تم سے پہلے ہلاک ہوئے، حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میری دید میں حضور اکرم ﷺ کا منبر پر یہ آخری خطبہ تھا۔ انتہیٰ

اس حدیث سے تمہارے مذہب کا بطلان اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان تمام واقعات کی خبر دیدی ہے، جو آپ کی امت پر قیامت تک رونما ہونگے جیسا کہ بار بار دوسری احادیث میں بیان فرمایا، جن کے تذکرہ کا یہاں موقع نہیں، ان ہی میں سے ایک یہ صحیح حدیث ہے۔ بلاشبہ آپ اپنی امت سے مامون ہیں کہ وہ بتوں کی پرستش کریں اور وہ ان پر اس کا کوئی اندیشہ ہے اور آپ نے اس کی خبر بھی دیدی۔ لیکن وہ چیز جس کا اندیشہ ہے، تو آپ نے اس کی خبر دے کر اس سے بچنے کا حکم فرمایا۔ باوجود اس کے جس کا اندیشہ تھا وہ واقع ہو کر رہا تو یہ تمہارے مذہب کے خلاف ہے، کیونکہ اس پوری اُمت نے تمہارے قول کے بموجب بتوں کی پرستش شروع کر دی ہے، اور ان کے شہر بتوں سے بھر گئے ہیں۔ مگر اگر کسی زمین کا کوئی کنارہ ایسا ہے، جس سے وہ خبر ملحق ہے، تو بتاؤ۔ ورنہ اطراف شرق سے اطرافِ غرب، یمن و روم تک

انہی لوگوں سے بھری ہوئی ہے جن کے بارے میں تمہارا گمان ہے کہ وہاں بت اور بت پرست لوگ ہیں۔ اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ جو ان امور و افعال کرنے والے کی تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور یہ بات بداہۃً معلوم ہے کہ منسوب الی الاسلام ہونے کی بناء پر تمام مسلمانوں پر اسلام کا حکم جاری رہا ہے، اور ان افعال کے کرنے والے کی تکفیر نہیں کی گئی ہے۔ تو اب تمہارے اس قول سے لازم آتا ہے کہ تمہارے شہر کے سواء تمام بلادِ اسلامیہ کفار کے شہر ہیں۔ تعجب کی بات یہ کہ اپنے اس شہر کی بابت یہ نئی بات دس برس کے قریبی زمانہ سے ہی کہہ رہے ہو، تو یہ حدیثِ مبارک تمہارے مذہب کے بطلان کو ظاہر کررہی ہے۔ والحمدللہ رب العٰلمین۔

اب اگر تم یہ اعتراض کرو کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا، مجھے اندیشہ ہے اس چیز کا جس کا اندیشہ بتایا گیا کہ تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے! تو جواب میں کہونگا کہ یہ حق ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ لیکن آپ کی ہر وہ حدیث جس میں امت پر شرک کا خوف دلایا گیا ہے وہ سب شرکِ اصغر سے مقید ہیں۔ جیسے شداد بن اوس کی حدیث، ابو ہریرہ کی حدیث اور محمود بن لبید رضی اللہ عنہم کی حدیث ہے، تو یہ سب مقیدہ و مبینہ ہیں۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ امت پر شرک اصغر سے خائف تھے، جیسا کہ واقعہ ہے چنانچہ زمین بھری ہوئی ہے جیسا کہ آپ نے امت پر خوف ظاہر فرمایا کہ ''دنیاوی فتنے اور قتال میں مبتلا ہوں گے، تو ایسا ہی واقع ہے۔ اور وہ یعنی شرک اصغر وہی ہے وہی ہے، جس کو آج تم شرکِ اکبر سے موسوم کرتے ہو، اور اس کی بناء پر تکفیر مسلمین کرتے ہو، بلکہ جو ان کی تکفیر نہ کرے اس کی بھی تکفیر کرتے ہو۔ لہٰذا احادیث متفق ہیں، اور حق واضح اور ظاہر ہے والحمدللہ۔

شیطان جزیرۂ عرب میں اصنام پرستی سے مایوس ہے

فصل

تمہارے مذہب کے بطلان میں ایک دلیل یہ ہے کہ جسے مسلم نے ''صحیح'' میں بروایت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ فرمایا بلاشبہ شیطان نماز پڑھنے

والوں سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں کوئی اس کی پرستش کرے، لیکن باہم تنافس، تباغض سے۔

اور حاکم نے اسے صحیح بیان کرکے روایت کی، اور ابویعلیٰ اور بیہقی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بلاشبہ شیطان، زمین عرب میں بت پرستی سے مایوس ہو چکا ہے، لیکن وہ اس سے کم سے راضی ہے، اور وہ محقرات وموبقات ہیں، یعنی باہم برُا بھلا کہنا۔ اور امام احمد وحاکم نے اس کی صحت کرکے اور ابنِ ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مجھے اپنی اُمت پر شرک سے ڈرایا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ فرمایا، ہاں! لیکن وہ سورج، چاند اور بُت کی پوجا نہ کریں گے مگر وہ اپنے اعمال میں ریا کریں گے۔ انتہیٰ

اقول: ان سے بھی اسی طرح استدلال ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گزرا کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنے غیب میں سے جتنا چاہا علم مرحمت فرما دیا ہے، اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کی اطلاع دے دی ہے، اور آپ نے بتا دیا ہے کہ شیطان جزیرۂ عرب میں نماز پڑھنے والوں سے مایوس ہوگیا ہے کہ وہ اس کی پرستش کریں، اور سیدنا ابن مسعود کی حدیث میں ہے کہ زمین عرب میں شیطان مایوس ہوگیا ہے کہ وہاں بتوں کی پرستش ہو، اور شداد کی حدیث میں ہے کہ یہ امت بتوں کی پوجا نہ کرے گی۔ یہ سب تمہارے مذہب کے خلاف ہیں۔ بلاشبہ بصرہ اور اس کے گرد کا علاقہ، اور عراق ماسواء دجلہ کے اس مقام کے جہاں حضرت علی اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں، اور اسی طرح پورا یمن وحجاز عرب کی ساری زمین کا یہی حال ہے۔ اور تمہارا مذہب یہ ہے کہ ان تمام علاقوں میں شیطان کی پرستش اور بتوں کی پوجا ہوتی ہے، اور یہ سب کے سب کفار ہیں، اور جو ان کی تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔ حالانکہ یہ تمام حدیثیں تمہارے مذہب کو مردود قرار دیتی ہیں۔ اور یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ زمانۂ رِدّت میں زمین عرب میں بعض جگہ شرک پایا گیا، کیونکہ وہ اسی وقت

ہی تھوڑے سے لمحہ میں زائل کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا وہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسے کہ ہوا ہی نہیں، نا قابلِ شمار ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص یا چند افراد کافروں میں سے زمینِ عرب میں داخل ہو کر کسی خالی جگہ یا چھپ کر غیر اللہ کو پوجیں، لیکن وہ امور و افعال جن کو تم شرکِ اکبر اور بت پرستی قرار دیتے ہو، ان سے تو بلادِ عرب صدہا سالوں سے بھرے ہوئے ہیں تو ان احادیث کے ذریعہ تمہارے قول کا فساد خود ظاہر ہو گیا کہ تم کہتے ہو کہ فرقۂ ناجیہ ممکن ہے زمین کے بعض کناروں میں ہو، اور ان کی خبر نہ آئی ہو، تو اگر یہ بُت پرستی اور شرکِ اکبر ہوتا، تو یقیناً فرقۂ ناجیہ جو نصرتِ حق کا مستحق ہے، اور قیامت تک ظاہر ہے، یقیناً وہ قتال کرتا۔ یہ جو ہم نے بیان کیا ہے واضح و روشن ہے۔ والحمد للہ رب الغلمین۔

مسائل مذکورہ کا محققانہ جواب

تعجب ہے کہ تم گمان رکھتے ہو کہ یہ امور یعنی قبور صلحاء اور جو ان کے پاس عمل ہوتا ہے اور نذر وغیرہ عبادت اصنام کبریٰ (یعنی بڑے بڑے بتوں) کی ہے، اور کہتے ہو کہ بلاشبہ یہ امر واضح و جلی ہے، ہدایۃً ہر ایک جانتا ہے، حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ بھی اسے جانتے ہیں، تو جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ تمہارا یہ گمان ناروا ہے۔ پاکی ہے خدا کو! یہ بہتانِ عظیم ہے۔ بلاشبہ متعدد جگہ گزر چکا ہے کہ یہ امت ان تمام افعال کے ساتھ ہر طبقہ میں آٹھ سو سال سے ہے، اور ان قبروں سے ان کے شہر بھرے ہوئے ہیں، اور کوئی بھی ان کو اصنامِ کبریٰ کی پرستش نہیں کہتا، اور نہ یہ کوئی کہتا ہے کہ جس نے ان امور میں سے کچھ کیا، اس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنالیا ہے، اور نہ ان کے کرنے والوں پر بُت پرستوں کا حکم جاری کیا، اور نہ رِدّت کے ہی احکام جاری کیے۔ ۳۷

اب اگر تم یہ کہو کہ یہود جو کہ بہتان طراز قوم ہے، اسی طرح نصاریٰ اور ان کے توابع بہتان طراز ہیں وہ اس امت کے مبتدعین کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے بڑے بتوں کے پجاری ہیں، تو جواب میں ہم کہیں گے کہ تم سچ کہتے ہو۔ ان کے انہی بہتان، حسد، غلو اور امت پر عظیم و کثیر اتہام طرازیوں کی بدولت اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و رسوا کیا ہے، اور تمام دینوں پر بوعدۂ الٰہی دین اسلام کو غالب فرمایا ہے، ارشادی باری ہے:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ط وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ o ۷۴

خدا کی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کریں۔ پڑے برا مانیں مشرک

نیز میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا، جبکہ مدینہ منورہ اور اس کے قرب و جوار وغیرہ کے لیے دعائے برکت فرمائی، اس وقت کسی حاضر مجدی نے کہا کہ مجد کے لیے بھی دعا فرمایئے، فرمایا وہاں سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے۔(۷۵) حق یہ ہے کہ قسم مجد! خواہشوں کا فتنہ، عظیم فتنہ اور تاریکی ہے، جسے ہر خاص و عام جانتا ہے، مجد کے رہنے والے ظلم و تعدی کے خوگر ہیں۔ اور یہ گروہ دین اسلام کے خلاف ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔ ان کا کم سے کم فتنہ، ان شبہات کا ہے جو دین اسلام سے گمراہ بنا دیتا ہے۔ اور دنیاوی زندگی میں جس کے اعمال ضائع اور اس کی سعی ناکارہ ہو جاتی ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نیکیاں کما رہے ہیں، حالانکہ صحیح حدیث میں ہے کہ خود ساختہ باتوں کو نیک سمجھ کر پیروی کرنے والے ہلاکت میں ہیں۔ حضور نے اسے تین مرتبہ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ط اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ہلاکت سے محفوظ رکھے، کیونکہ وہ بہت رحم فرمانے والا ہے۔

کتاب اللہ اور سنت نبی کی پیروی ہی موجب نجات ہے

فصل

تمہارے مذہب کے بطلان میں ایک دلیل یہ ہے جسے امام احمد و ترمذی نے اسے صحیح کہا، اور نسائی و ابنِ ماجہ نے عمرو بن احوص کی حدیث سے روایت کیا۔ کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے جو کہ آپ نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ تمہارے ان شہروں میں کبھی اس کی پرستش ہو،(۷۶) اسلامی آبادیوں میں سے سب سے آخر میں مدینہ کی آبادی از روئے فناء آخری ہوگی۔"

ان احادیثِ کریمہ سے تمہارے مذہب کا بطلان بکثرت وجوہ سے ہوتا ہے جن میں

سے ہم چند وجوہ بیان کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے رہائش پر امت کو ترغیب دی، ۷۷ اور خبر دی کہ یہ جگہ سب جگہوں سے بہتر ہے، اور کوئی یہاں سے بے رغبتی سے نہ جائے گا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی بے رغبتی کو خیر سے بدل دے گا، اور یہ کہ حضور نے بتایا کہ میں بروز قیامت یہاں کے رہنے والوں کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔ تو حضور کا یہ ارشاد اپنی امت کے لیے کسی خاص زمانہ سے مختص نہیں ہے کہ اس کے سواء کسی اور زمانہ کے لیے یہ نہ ہو۔ بلاشبہ کوئی بھی وہاں کی رہائش کو ترک نہ کرے گا بجز اپنے عدم علم کے، کیونکہ وہ بھٹی کی مانند ہے جو کھوٹ کو دور کرتا ہے اور کھرے کو باقی رکھتا ہے۔'' اور یہ کہ مدینہ فرشتوں کی حفاظت میں ہے، وہاں طاعون اور آخر زمانہ میں دجال داخل نہ ہو سکے گا اور کوئی ایسا نہ ہوگا جس کی بُرائیاں پانی میں نمک گھلنے کی مانند نہ ختم ہو جائیں۔ اور فرمایا یہاں جو مَرنے کی استطاعت رکھے اس چاہیے کہ وہ یہاں مَرے اور اس کی بھی خبر دی کہ (قربِ قیامت) اسلامی آبادیوں میں سب سے آخر میں مدینہ کی آبادی ازروئے فنا آخری ہوگی۔''

تو ان ارشاد کا ہر لفظ تمہارے قول و مذہب کے خلاف پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ وہ اُمور جن کی بناء پر تم تکفیر کرتے ہو، اور ان کا نام صنم یعنی بت رکھتے ہو، اور جو اس میں سے کچھ کرے اسے شرکِ اکبر کا مشرک گردانتے اور بُت کا پجاری کہتے ہو، اور جو اس کی تکفیر نہ کرے، تو وہ بھی تمہارے نزدیک کافر ہے تو ہر ایک کو معلوم ہے جسے مدینہ منورہ، اور وہاں کے رہنے والوں کا علم ہے کہ یہ امور وہاں بکثرت ہیں، اور تمام اسلامی آبادیوں میں بکثرت لوگ ان کو کرتے ہیں، اور ان میں یہ عرصہ ہائے دراز یعنی چھ سو سال سے زائد زمانہ سے رائج ہے۔ بلاشبہ وہاں کے تمام رہنے والے، ان کے رؤساء و علماء اور اُمراء ان پر اسلامی احکام جاری کرتے ہیں اور وہ تمہارے دشمن ہیں، اور تمہارے مذہب کو بُرا جانتے ہیں کہ تم تکفیر کرتے ہو اور انھیں اصنام اور اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کا نام دیتے ہو۔ تو اب تمہارے مذہب کی رو سے وہ سب کفار ٹھہرتے ہیں، حالانکہ یہ تمام حدیثیں تمہارے مذہب کی تردید کرتیں اور تم پر حجت قائم کرتی ہیں۔ اور تمہارے مذہب کی رو سے ہر مسلم پر

واجب ہے کہ وہاں سے خروج کرے، اور یہ احادیث تمہارے اس مذہب کو مردود بناتی ہیں، اور تمہارے گمان کے رُو سے ان جگہوں میں اصنامِ کبریٰ کی پرستش ہوتی ہے، اور یہ احادیث تمہارے گمان کا رد کرتی ہیں۔ اور تمہارے مذہب کی رو سے تمہاری طرف خروج کرنا ان کے لیے بہتر ہے، اور یہ احادیث تمہارے گمان کو رد کر دیتی ہیں۔ اور تمہارے مذہب کی رُو سے وہاں کے رہنے والوں کے لیے حضور اکرم ﷺ کی شفاعت نہ ہوگی۔ اس لیے کہ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود فرض کیا، تو وہ بالا جماع شفاعت و قبول سے محروم ہوگا، اور یہ احادیث تمہارے گمان کا رد کرتی ہیں۔ ان تمام باتوں سے زیادہ روشن واضح یہ امر ہے کہ جس کی نبی کریم ﷺ نے بشارت دی ہے کہ وہ دجّال جو آخر زمانہ میں نکلے گا، وہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اور دجّال کا فتنہ، وَغا یعنی لڑائی جھگڑا، اس سے بڑا فتنہ کوئی نہیں ہے۔ وہ تو صرف غیر اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائے گا۔

اب جبکہ وہ امور موجود ہیں جن کو تم ان کے کرنے والے کو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنانے والا ٹھہراتے ہو، بُت کی پوجا کرنے والا، اور اللہ کے ساتھ شرک اکبر کا مشرک قرار دیتے ہو، تو ان اموں سے مدینہ منورہ کم وبیش چھ یا سات سو سال سے بھرا ہُوا ہے، یہاں تک کہ وہاں کے رہنے والے اس کے عادی ہو گئے ہیں، اور ان کو بُرا جانتے ہیں جو ان کا انکار کرتے، تو اب دجّال کے وہاں داخل نہ ہونے کا کیا فائدہ؟ وہ تو لوگوں کو صرف شرک کے لیے ہی بلائے گا، اور نبی کریم ﷺ کا مشرکوں کے نہ داخل ہونے کی بشارت دینے کا بھی کیا فائدہ؟ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ

اگر تم اپنے مذہب کے لزوم کو جانتے بلکہ اپنے قول صریح کو پہچانتے تو یقیناً تم لوگوں سے شرم کرتے، اگرچہ تمہیں خدا کی شرم و حیاء نہیں ہے۔ جس نے ان احادیث اور ان کے مضمون و مفہوم پر مزید غور و فکر کیا، تو وہ اس سے زیادہ پائے گا جتنا ہم نے تمہارے مذہب و قول کے بطلان میں بیان کیا ہے۔ لیکن سرکش و باغی کی زندگی میں درازی نہیں ہوتی، میں اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے فتنوں سے سلامتی اور عافیت کی دعا کرتا ہوں۔

قربِ قیامت فتنوں کا خروج

فصل

تمہارے مذہب کے بطلان میں یہ روایت بھی ہے جسے مسلم نے اپنی صحیح میں سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ یہ دن و رات اس وقت تک ختم نہ ہوں گے جب تک لات وعزیٰ کی (پھر سے) پرستش نہ ہو۔ اس پر میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں ایسا گمان نہیں رکھتی جبکہ حق تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا کہ

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ۙ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝ (۷۸)

خدا کی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کریں، اگرچہ مشرکین کتنا ہی بُرا مانیں۔

کیونکہ یہ ارشاد مکمل ہے۔ فرمایا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جب بھی خدا چاہے، اس وقت اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہَوا بھیجے گا، تو اس سے ہر وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان ہے رحلت کر جائے گا۔ صرف وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں خیر نہیں ہے، تو وہ اپنے آباء کے دین پر پلٹ جائیں گے۔

اور عمران بن حصین نے نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کی کہ فرمایا میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر مقاتلہ کرتی رہے گی، حتیٰ کہ ان کا آخری قتال ''المسیح الدجال'' سے ہوگا۔''

اور جابر بن مسمرہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ اسے دین کو قائم رکھنے کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ قتال کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔

اور عقبہ بن عامر سے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ میری اُمت کی ایک جماعت امر اللہ پر ہمیشہ قتال کرتی رہے گی، اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی اور اسے کسی کی مخالفت نقصان نہ پہنچا سکے گی، حتیٰ کہ قیامت آجائے گی، اور وہ اسی پر رہے گی۔''

اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ درست ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ مشک ختن کا مانند ایک خوشبودار ہَوا بھیجے گا، جو چھونے میں ریشم کی مانند ہوگی، وہ ہَوا کسی ایسے انسان کو نہ چھوڑے گی جس کے دل میں رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان ہے، مگر وہ اسے قبض کر لے گی پھر شریر لوگ ہی رہ جائیں گے ان پر قیامت قائم ہوگی۔ (رواہ مسلم)

اور مسلم نے بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ بھی روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دجال نکلے گا جو کہ چالیس دن ٹھہرے گا۔ اور اسی حدیث میں مذکور ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اور ہَوا نکلنے اور مومنین کی ارواح کو قبض کرنے، شریر لوگوں کے باقی رہنے کا ذکر فرمایا، یہاں تک فرمایا کہ ان کے لیے شیطان صورت بنا کر ظاہر ہوگا، وہ کہے گا کیا تم میری بات کو نہیں مانتے؟ لوگ کہیں گے تو کیا حکم دیتا ہے، تو وہ انھیں بت پرستی کا حکم دے گا۔" اور مکمل حدیث بیان کی۔

اقول: میں کہتا ہوں کہ یہ حدیثیں تمہارے مذہب کے بطلان پر بہت واضح دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ یہ سب حدیثیں تصریح کرتی ہیں کہ اس امت میں بتوں کی پرستش اس سے پہلے نہ ہوگی جب تک کہ آخر زمانہ میں تمام مومنوں کی جانوں کو پاکیزہ ہَوا کے ذریعہ نہ قبض کر لیا جائے گا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُت پرستی کے ذکر میں بیان فرمایا۔

اور وہ جو سیدہ صدیقہ نے آیت کریمہ سے اپنے مفہوم کے ذریعہ معارضہ فرمایا کہ دینِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تمام دینوں پر غالب رہے گا، اور یہ بت پرستی غلبۂ دین کے بعد کیسے ہوگی؟ تو انھیں حضور نے اس کا مطلب و مراد واضح فرما دیا، اس کی خبر دیدی کہ آیتِ کریمہ کا مفہوم حق ہے، بلاشبہ اصنام پرستی نہیں ہوگی جب تک کہ پاکیزہ ہَوا کے ذریعہ تمام مسلمانوں کی روحوں کو نہ قبض کر لیا جائے۔ لیکن اس سے پہلے اصنام پرستی ہرگز نہیں ہوگی، یہ تمہارے مذہب کے خلاف ہے، کیونکہ تمہارے قول کے بموجب تمام بلادِ اسلامیہ میں مدّتوں سے لات وعزیٰ کی پرستش ہو رہی ہے، اور تمہارے شہروں کے سواء تمہارے قول کے بموجب تقریباً آٹھ سو سال سے کوئی شہر اس سے باقی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ تم گمان کرتے ہو کہ جس نے

تمہارے تمام قولوں کی موافقت کی وہ تو مسلمان ہے اور جس نے تمہاری مخالفت کی وہ کافر ہے۔ تو یہ حدیث صحیح تمہارے مذہب کے بطلان کو خوب واضح کرتی ہے، اس کے لیے جس کے سننے والے کان ہوں۔

نیز سیدنا ابنِ عمر کی وہ حدیث جس میں ہے کہ ایک جماعتِ منصورہ ہمیشہ حق پر قتال کرتی رہے گی یہاں تک کہ ان کا آخری قتال مسیح دجّال سے ہوگا۔'' اسی طرح عقبہ کی حدیث کہ ایک جماعت حق پر قتال کرتی رہے گی، اور ہمیشہ اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے وہ اس پر قائم رہے گی۔'' تو یہ معلوم ہے کہ دجّال کا انتہائی کام یہ ہوگا کہ وہ لوگوں کو غیراللہ کی پرستش کی طرف بلائے۔ پھر جبکہ غیراللہ کی پرستش تمام بلادِ اسلامیہ میں غالب ہے، تو فتنۂ دجّال کے خبر دینے اور تمام نبیوں کا اپنی اپنی اُمتوں کو اس سے ڈرانے کا کیا فائدہ؟ اسی طرح ہمارے نبی کریم ﷺ نے فتنۂ دجّال سے ڈرایا تو وہ جماعتِ منصورہ جو حق پر قتال کرتی رہی ہے، اور اس کا آخری قتال دجّال سے ہوگا، کہاں ہے، جو ان مشرکوں سے قتال کرے جنھوں نے تمہارے گمان کے بموجب، اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا رکھا ہے۔ کیا تم یہ کہو گے کہ وہ پوشیدہ ہے؟ تو یہ احادیث بتا رہی ہے؟ وہ ظاہر ہوگی۔ کیا تم کہو گے کہ وہ کمزور ہے؟ تو یہ ان احادیث میں ہے کہ وہ اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی۔ کیا تم یہ کہو گے کہ وہ زمانۂ دجّال میں آئے گی؟ تو ان احادیث میں ہے کہ وہ جماعت ہمیشہ رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ کیا تم کہو گے وہ ہم ہی لوگ ہیں؟ تو تم تو تقریباً آٹھ سال سے ہو۔ اب ہمیں بتاؤ تم سے پہلے وہ کون لوگ ہیں؟ تا کہ ہم تمہاری تصدیق کریں، ورنہ تم وہ نہیں ہو۔

لٰہذا ان احادیث میں خدا کی قسم تمہارا بہت بڑا رَد ہے، اور تمہارے مذہب کا فساد خود واضح ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے صلوٰۃ وسلام ہو اُس ہستئ مقدس پر جو ایسی کامل شریعت لے کر آئے جس میں ہر گمراہ کی گمراہی کا مکمل رَدو بیان ہے۔

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ شیطان، بعد قبض کر لینے مسلمانوں کی جانوں کے، صورت بدل کر لوگوں میں آئے گا، اور ان کو اپنی طرف بلائے گا تو

لوگ کہیں گے تو کیا چاہتا ہے؟ تو وہ انھیں بُت پرستی کا حکم دے گا۔ پھر جبکہ تمام بلادِ اسلامیہ خواہ حجاز ہو، یا یمن و شام، شرق ہو یا غرب، بتوں سے بھر پور ہیں، اور وہاں بتوں کی پرستش ہوتی ہے تمہارے گمان کے بموجب، تو ان احادیث میں اس کی خبر دینے کا کیا فائدہ؟ جس میں ہے کہ بتوں کی پرستش اس وقت ہوگی، جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر اس مسلم کو جس کے دل میں رائے کے دانہ کی برابر ایمان ہے، وفات دے دیگا؟ اور آخر زمانہ میں دجّال سے قتال کرنے کا کیا فائدہ؟ جبکہ ان طویل زمانوں میں جو کہ تقریباً چھ سات سو سال سے لوگ تمہارے قول کے بموجب بت پرستی میں مبتلا ہیں ان اصنام پرستوں سے قتال نہ کیا؟ خدا کی قسم! یہ وہی معاملہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ آنکھوں کو اندھا نہیں کرتا لیکن وہ دل جو سینوں میں ہیں ان کو اندھا بناتا ہے۔'' تو یہ جوہ واستدلال جن کا ذکر ہم نے سنتِ رسول اللہ ﷺ سے کیا ہے، جو پیرویِ حق کا قصد کرے اور صراطِ مستقیم پر چلنا چاہے، اس کے لیے کافی ہیں۔

اب رہے وہ لوگ جن کو خواہشوں نے اندھا بنا رکھا ہے، اور نفسانی ریا میں مبتلا ہیں، تو وہ ایسے ہیں جن کے لیے حق تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط (٧٨)

اور اگر ہم ان پر فرشتوں کو اتارتے اور ان سے مُردوں کو بلواتے اور ان کے سامنے ان پر ہر شے کو اُٹھاتے، تو وہ پھر بھی ایمان لانے والے نہ تھے بجز ان کے جن کو خدا چاہے۔

اور ہم ان ہی سے معارضہ کر رہے: جو خلافِ شریعت گامزن ہیں، اور ہم اس اللہ سے جس کے سواء کوئی معبود نہیں، سوال کرتے ہیں کہ ہمارے لیے وہ شریعت عطا فرمائے جسے اللہ نے مشروع فرمایا، اور اپنے رسول ﷺ پر اتارا، اور جو ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان ہے جن پر علماء امت کی مُراد ہے۔ اور وہی ہمارے لیے عہد ومیثاق ہو۔ اگر حق ان کے ساتھ ہو، تو ہمیں ان کا فرمانبردار بنا۔

ایک عجیب واقعہ سے استدلال پر اظہارِ بطلان

لیکن سب سے زیادہ تعجب خیز تمہارے بعضوں کا وہ استدلال ہے، جو قدامہ بن مظعون، اور ان کے ساتھیوں کے قصہ سے ہے، جنھوں نے اس آیت کی تاویل سے خمر (شراب) کو حلال جانا تھا۔ ارشادِ باری ہے:

لَیۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیۡمَا طَعِمُوۡۤا (الآیہ) (۷۹) نہیں ہے کوئی حرج ایمانداروں اور نیک عمل کرنے والوں پر ان میں جو کھایا۔۔۔

بلاشبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کے ساتھ اجماع کیا کہ اگر وہ لوگ رجوع کرلیں، اور تحریمِ خمر کا اقرار کرلیں، تو بہتر ورنہ قتل کر دیے جائیں۔

اقول: میں کہتا ہوں کہ تحریمِ خمر، ضروریاتِ دین میں سے بداہۃً معلوم ہے، جو کہ کتاب و سنت اور تمام علماء امت کے اجماع سے ثابت ہے، باوجود اس کے تمام مہاجرین و انصار اور ہر مسلمان نے ان کے زمانہ میں اس کی حرمت پر اجماع کیا۔ اور اس زمانہ میں تمام امت کا ایک ہی امام تھا، اور دین اسلام انتہائی ظہور میں تھا، ان تمام کے باوجود خمر کو حلال جاننے والوں کی تکفیر نہیں کی گئی، نہ سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) نے اور نہ کسی اور صحابی نے بجز اس کے کہ ان کو امام وقت کے بلانے کے بعد اور ان میں غیر مشتبہ اور واضح طور پر سمجھانے کے بعد دشمن جانا گیا۔ بلاشبہ اگر کوئی کتاب وسنت اور اجماع امت جو کہ اجماع قطعی ہے اور امام عادل جس کی امامت پر تمام امت مجتمع ہو، ان کی اقامت حجت کے بعد پھر عناد کرے تو ان پر قتل کی حد جاری کی جائے گی۔ ان سب کے باوجود جو تمہارے مفاہیم فاسدہ کی مخالفت کرتے تم اسے کافر قرار دیتے ہو، حالانکہ جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھے اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ تمہارے فاسد مفاہیم کی پیروی کرے اور تمہاری تقلید کرے اور تم ان لوگوں پر اس قصہ سے حجت قائم کرتے ہو، بلکہ خدا کی قسم! جو اس سے حجت پکڑتا ہے، وہ خود اسی پر حجت قائم ہوتی، اور تمہارے مذہبی راستہ کو ان لوگوں کی راہ کے مطابق بتاتی ہے جنھوں نے خمر کو حلال جانا جاتا ہے۔ البتہ یہ قصہ تمہارے مخالفوں پر قیامِ حجت میں اس کے لیے راہِ راست کے زیادہ قریب

ہے، جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مانند مہاجرین و انصار میں اپنے آپ کو سمجھے، فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔ دیکھا تم نے اپنے آپ کو کتنی بلاؤں میں پھنسا رکھا ہے۔

اور یہ بھی تمہارے عجائبات میں سے ہے کہ تم شیخ کی اس عبارت سے حجت لیتے ہو جو ''الاقناع'' میں ہے کہ ''جس نے کہا علی خدا ہے، اور جبرائیل سے غلطی واقع ہوئی، بلاشبہ یہ کفر ہے، اور جو انھیں کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ مگر تعجب و حیرت ہے کہ کیا کوئی مسلمان اس میں شک کرتا ہے کہ جو کہے کہ اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ہے نہ وہ علی ہیں اور نہ کوئی اور ان کے سواء، وہ مسلمان ہے؟ اور کیا کوئی مسلمان اس میں شک کرتا ہے، جو کہے کہ روح الامین نے نبوت کو علی کی طرف سے محمد ﷺ کی جانب پھیر دیا ہے، وہ مسلمان ہے؟ لیکن تم تو ایسا نقل کر رہے ہو، گویا کسی نے ایسا ہی کہا ہے کہ (معاذ اللہ) علی خدا ہیں، یہاں تک کہ تم نے تو جو ایسا ایسا کرے اس کا معبود نام رکھ دیا، گویا وہ معبود قرار دے رہے ہیں، کیونکہ تم جاہلوں کی باتوں پر شبہ میں پڑ رہے ہو۔ لہٰذا کوئی اہل علم یہ نہیں کہتا کہ جو کسی مخلوق سے کچھ مانگتا ہے گویا وہ اسے معبود بناتا ہے، یا جو اس سے نذر مانتا ہے، یا ایسا ایسا کام کرتا ہے وہ اسے خدا تصور کرتا ہے، لیکن یہ نام تمہارے رکھے ہوئے ہیں، جن کو تم نے تمام اہل علم کے درمیان اختراع کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کو اور علماء عظام رحمہم اللہ کے کلام کو اپنے فاسد مفہوموں پر محمول کیا ہے۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

کتاب و سنت سے مشرکین کا مذہب

اب کچھ ہم وہ تذکرہ کرتے ہیں جسے بعض اہل علم نے ان مشرکین کے مذہب کی صفت میں بیان کیا ہے جنھوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی ہے۔ (صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم)

چنانچہ ابن قیم بیان کرتے ہیں کہ تمام لوگ ہدایت اور دینِ حق پر ہی تھے، اور سب سے پہلا شیطان ہے، جس نے ان کو بت پرستی اور نبوت کے انکار کا فریب دیا۔ اور شیطان کا سب سے پہلا فریب قبروں پر اعتکاف اور ان کی تصویر سازی کے ذریعہ سے تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قصہ اپنی کتاب میں بیان فرمایا، ارشاد ہے:

لَاتَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَاتَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَاسُوَاعًا وَّلَايَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا (۸۰) الآیہ (پ۲۹ سورہ نوح)

قومِ نوح کے کفار نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا، اور وُد، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قوم نوح (علیہ السلام) کے صالح مَردوں کے یہ نام تھے، پھر یہ جب رحلت کر گئے، تو شیطان نے اس قوم میں نشر کیا کہ ان کا مجسمہ تراش کر ان کی ان جگہوں میں جہاں یہ بیٹھا کرتے تھے نصب کر دو، اور ان کو انہی کے ناموں سے یاد کرو تو انھوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ جب وہ سب مر گئے اور تعلیمِ نبوت جاتی رہی تو اسے پوجنے لگے۔ انتہیٰ

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت نوح عیہ السلام کو بھیجا، انھوں نے عبادت وتوحیدِ الٰہی کی تلقین فرمائی، تو انھوں نے آپ کی تکدیب کی، تب اللہ تعالیٰ نے طوفان کے ذریعہ ان سب کو ہلاک کر دیا۔

اس کے بعد عمرو بن عامر وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں تغیر وتبدیل کیا، اور اس نے سمندر کے کنارے سے قومِ نوح کے بتوں کو نکلوایا، اور اہلِ عرب کو ان کی پرستش کی طرف بلایا۔ پھر اہلِ عرب نے اس کے مدتوں بعد انھیں پوجنا شروع کر دیا، اور اسے اچھا جاننے لگے، اور اپنے سابقہ دین کے طور وطریق کو بھول گئے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو بتوں کی پرستش سے بدل ڈالا۔ اور ان میں دین ابراہیمی میں سے صرف تعظیم خانۂ کعبہ اور حج باقی رہ گیا۔ اور وہ نزار تھا جو حج وطواف کے تلبیہ میں کھتا تھا "لَبیک لاشریک لک لبیک الّا شریکاً ہو لک تملکه وماملک۔" اس کے بعد وہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہر وادی وقبیلہ کے لیے جُداگانہ بُت بن گئے۔ جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سید عالم محمد سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ قریش نے کہا

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (۸۱)

کیا چند خداؤں کا ایک خدا بنا لیں، یہ تو بڑی عجیب چیز ہے۔

پھر تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کوئی سفر کرتا اور منزل میں اُترتا، تو چار پتھر جو ان کی آنکھوں کو بھلے لگتے اٹھا لیتا، ایک کو تو رب بنا لیتا، اور باقی تین پتھروں سے رفع حاجت کے بعد استنجا کرتا۔ پھر جب وہاں سے کوچ کرتے، تو اسے پھینک دیتے، پھر جب دوسری منزل پر پہنچتے، تو پہلے کے مطابق کرتے۔

امام حنبل، رجا عطاردی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ ہم زمانۂ جاہلیت میں پتھروں کو پوجا کرتے تھے، جب ہم اس سے خوبصورت کسی پتھر کو پاتے، تو پہلے کو پھینک دیتے، اور اسے اُٹھا کر خدا بنا لیتے۔ اور جب ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا، تو ہم مٹی کو کھود کر اکٹھا کرتے اور اسے بکری کے پاس لاتے اور اس پر اس کا دودھ دھوتے اور گوندھ لیتے۔

اور ابوعثمان نہدی سے مروی، انھوں نے کہا کہ جاہلیت میں ہم پتھر کو پوجتے تھے پھر جب کسی پکارنے والی کی یہ آواز سنتے کہ اے مسافرو! تمہارا رب گم ہو گیا ہے، تو وہ رب کو تلاش کرتے، اور دشوار خطرناک پست گھاٹیوں میں جاتے، ہم اسی جستجو و تلاش میں ہوتے کہ کوئی پکارنے والا کہتا کہ ہم نے تمہارے رب کو، یا مشابہ چیز کو پالیا ہے، تو جب اس پتھر کو ہم اونٹوں کی قربانی چڑھاتے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا ہے تو خانۂ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بتوں کو پایا، تو آپ ان کے چہروں اور آنکھوں کو اپنی کمان سے اشارہ کرتے اور فرماتے جاتے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (حق آیا اور باطل بھاگا) تو وہ بت چہروں کے بل زمین پر گر پڑتے۔ پھر آپ نے مسجد حرام سے نکال پھینکنے اور جلا ڈالنے کا حکم فرمایا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان، مشرکوں کو مختلف ذرائع سے فریب دیتا اور کھلاتا تھا۔ وہ کسی کو مردوں کی تعظیم کی طرف بلاتا اور کہتا کہ ان کی صورتیں اور مجسمے بنا کر رکھو، جیسے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کو ورغلایا، اور کسی کو کہتا کہ وہ اپنے گمان کے مطابق ان ستاروں کی صورتیں گھڑو، جو ان کے نزدیک جہان میں اثر کرنے والے سارے ہیں، اور ان کے لیے گھر، کمرے اور پردے بناؤ۔ اور حج و قربانی کرو۔ اور بت پرستی کے قسم سے ایک ''سورج پرستی'' ہے، وہ گمان کرتے تھے کہ یہ فرشتوں کا بادشاہ ہے، جن کے لیے نفس و عقل ہے، اور وہی چاند ستاروں کے نور کا اصل ہے،

اور تمام موجودات سفلیہ ان کے نزدیک اسی کے تحت قبضہ ہیں، اور وہ ان کے نزدیک آسمان کا فرشتہ ہے، تو وہ تعظیم وہ سجود کا مستحق ہے، اور ان کی شریعت میں اس کی پرستش کا قاعدہ یہ تھا کہ وہ اس کے لیے بت باتے اور اس کے لیے ایک مکان خاص کرتے اور اس گھر کی طرف آتے، اور ہر روز تین مرتبہ وہاں پہنچتے پجاری انھیں لے کر جاتے، وہ اس کے نزدیک کرتے اور خاموش رہنے کو کہتے، وہ دعا مانگتے رہتے اور جب سورج نکلتا اور جب غروب ہوتا اور جب نصف آسمان پر چڑھتا تو سب کے سب اسے سجدہ کرتے۔

ایک اور گروہ ہے جنھوں نے چاند کا بُت بنایا ہے، وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ مستحق تعظیم و عبادت ہے، اور اسی کے قبضہ میں نچلی دنیا کا انتظام ہے۔ وہ اس کی پرستش کرتے، عبادت کرتے، سجدہ کرتے اور ہر مہینہ کے خاص دنوں میں بُرت رکھتے ہیں۔ پھر وہ کھانا، شراب اور پھل چڑھاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جنھوں نے ستاروں کی شکلوں پر بُت بنا رکھے ہیں اور ہر ستارے کے لیے جداگانہ ہیکل و عبادت خانے تعمیر کر رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک ہیکل خاص ہوتا اور بُت بھی خاص ہوتا اور اس کی پرستش بھی خاص ہوتی۔ اور تمام بت پرست اس کی پرستش کے لیے جمع ہو کر پہنچتے ہیں۔ کیونکہ ان کے لیے کوئی خاص طریقہ کسی خاص شخص کے لیے مقرر نہ تھا، وہ ہر شکل میں اس کی پرستش کرتے، اعتکاف کرتے نظر آتے ہیں۔

اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ بُت پرستوں کی ایک جماعت وہ ہے جو آگ کو پوجتی ہے، یہاں تک کہ انھوں نے اسے معبود بنا لیا، اور اس کے لیے بہت سے آتشکدے تعمیر کیے، اور پردے اور خزانے بنائے، حتیٰ کہ وہ ایک لحظہ کے لیے بھی آگ بجھنے نہیں دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کی پرستش کا طریقہ یہ ہے کہ وہ آگ کے گرد گھومتے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو تقرب کے لیے اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیتے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو تقرب کے لیے اپنی اولاد کو ڈال دیتے ہیں۔ بعض پرستش کرنے والے وہ ہیں جو غیر شادی شدہ رہتے ہیں، اور ہمیشہ اس کے لیے بُرت رکھتے ہیں۔ ان کے لیے پرستش کے خاص اطوار ہیں جن پر وہ قائم رہتے ہیں۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو پانی کو پوجتے ہیں، ان کا گمان یہ ہے کہ وہ ہر شے کی اصل ہے،

ان کے نزدیک اس کی پرستش کے کچھ اسلوب ہیں۔ وہ منتر وجنتر پڑھتے اور سجدے کرتے ہیں۔
اور کچھ لوگ وہ ہیں جو جانوروں کو پوجتے۔ کچھ لوگ گائے کو پوجتے، کچھ لوگ گھوڑے کو پوجتے، اور کچھ لوگ انسان کو پوجتے ہیں۔ اور کچھ لوگ درختوں کو پوجتے، اور کچھ لوگ شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ (الآیتین) (۸۲) اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی پرستش مت کرنا۔

پھر وہ بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو اقرار کرتے ہیں کہ جہان کا بنانے والا وہ ہے جو فاضل، حکیم اور عیوب ونقائص سے مقدس ہے۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اس تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں ملتی بجز وسائط و وسائل کے۔ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم روحانی وسائل و وسائط جو کہ اس سے قریب ہوں تقرب کے لیے اختیار کریں، تو ہم ان کے ذریعہ قربت پاتے ہیں، اور ان کو مقرب سمجھتے ہیں، تو رب الارباب کے حضور جو سب کا خدا ہے، یہ ہمارے رب، معبود اور شفیع ہیں تو ہم ان کی پرستش اللہ کی قربت کے لیے ہی کرتے ہیں۔ تو اب ہم ان کے آگے حاجتیں بیان کرتے ہیں اور اپنے احوال پیش کرتے ہیں اور اپنے کاموں میں ان کا حصہ مقرر کرتے ہیں، تو یہ ہمارے اور اپنے معبود، خدا کی طرف شفاعت کرتے ہیں۔ اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی بجز روحانیات کے ذریعہ استمداد کے، تو ان کے سامنے پرستش میں عاجزی اور گڑگڑانے کا یہ سبب ہے۔ اور یہی وہ بھینٹ، جانوروں کی قربانی اور دھونی رمانے کی ہے، یہی وہ اصلی کافر ہیں، جن کی طرف تمام رسول دو پیغام لے کر آئے۔ ایک یہ کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو، دوم یہ کہ اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور جو کچھ وہ خدا کی طرف سے لائے ہیں، اس کی تصدیق و اقرار اور اطاعت کرو گزشتہ تمام امتوں کے مشرکوں کا یہ مذہب ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ قرآن کریم اور خدا کی تمام کتابیں کفری دین اور ان کے پیروکاروں کے بطلان کی وضاحت کرتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ منع فرماتا ہے کہ کسی دوسرے کو اس کا مثل، شریک اور مشابہ قرار دیا جائے بلاشبہ مشرکین نے تشبیہیں اور مجسمے بنائے، اور انھوں نے خالق

کے ساتھ ان کی تعظیم و عبادت کی اور انھیں خصوصیات الٰہیہ دے دیئے اور صراحت سے کہنے لگے کہ یہ معبود ہیں، اور بہت سے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کو ماننے سے انھوں نے انکار کیا۔ اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں پر قائم رہو، اور انھوں نے صراحت سے کہا کہ یہ وہ معبود ہیں، جن سے امید رکھتے، خوف کرتے تعظیم کرتے، انھیں سجدہ کرتے اور قربتوں کا ذریعہ جانتے ہیں۔ ان کے سواء وہ تمام خصوصیتیں جو عبادت کی ہیں جنہیں خدا کے سواء کوئی نہیں جانتا بنا لیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اللہ کے لیے شریک نہ بناؤ۔'' اور فرمایا ہے کہ ''کچھ لوگوں نے خدا کے سواء بہت سے شریک بنا رکھے ہیں۔'' الآیہ تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے مخلوق کو خالق کا مثل شریک اور شبیہ بنایا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شریک ہے، اور فلاں مثیل، وشبیہ۔

ابنِ زید کہتے ہیں کہ اِلٰہ وہ ہے جسے خدا کے ساتھ شریک بنائیں۔ اور زجاج کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے لے مثیل ونظیر نہ بناؤ۔ وہی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَ النُّوْر ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْن (۸۳) اے یعدلون بہٖ غَیْرَہٗ فیجعلون له من خلقه عدلاً وَّ شبهًا	تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور اندھیریوں اور روشنی کو بنایا پھر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ برابر ٹھہراتے ہیں۔ مطلب یہ کہ انھوں نے اس کے ساتھ غیر کو شریک بنایا، تو انھوں نے اس کے لیے اس کی مخلوق سے مثیل وشبیہ بنائی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یَعْدِلُوْا کا مطلب یہ ہے کہ میرے ساتھ میری مخلوق سے بت اور پتھر کو معبود ٹھہرایا بعد میری نعمتوں اور میری ربوبیت کے اقرار کے۔

زجاج کہتے ہیں کہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر اُس چیز کا خالق ہے جس کا ذکر آیت میں ہے، اور اس کی مخلوق میں سے خالق کا کوئی ہم مثل نہیں ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ کفار، خدا کے لیے

"عدل" ٹھہراتے تھے اور "عدل" برابر کو کہتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شے فلاں شے کے مساوی یعنی برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا "کیا اس کے لیے کوئی شبیہ جانتے ہو۔" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شبہ و مثل وہ ہوتا ہے جو اس کے ہم نام ہو، تو ارشاد نفی کرتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی شے خالق کے مشابہ اور مماثل ہو، اور کسی حیثیت سے اس کی عبادت و تعظیم کی جائے۔ اور اسی ضمن میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ٥ "نہیں ہے اس کے لیے کوئی کفو۔" اور اسی کا ارشاد ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ "کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔" بلاشبہ ان سے مقصود نفی کرنا ہے کہ کوئی اس کا نہ تو شریک ہے اور نہ کوئی مستحق عبادت و تعظیم ہے، اور وہ شبیہ جس سے نفی و منع کے ذریعہ ابطال کیا، وہ عالم کا اصل شرک اور بتوں کی پرستش ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ کسی اپنے جیسی مخلوق کے لیے سجدہ نہ کیا جائے۔ یا کسی مخلوق کی قسم کھائی جائے یا یہ کہا جائے کہ "جو اللہ چاہے اور تو چاہے۔" اور اس قسم کی ایسی بہت سی ممنوعات ہیں، جو عالم کے اصل شرک کے مشابہ ہیں۔ انتہیٰ کلام ابن قیم ملخصاً

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس کلام کو اس لیے نقل کیا ہے کہ تم جان لو مشرکین کے شرک کی صفت کیا ہے؟ اور یہ کہ تم جان لو کہ وہ امور جن کی بناء پر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو، اور مسلمانوں کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کرتے ہو، وہ ایسے کفر و شرکت نہیں ہیں جیسا کہ تم شرکِ اکبر، اور ان اصلی مشرکوں جیسا، جنھوں نے تمام رسولوں کی تکذیب کی ہے گمان کرتے ہو۔ بلاشبہ یہ افعال جن کی وجہ سے تم تکفیر مسلمین کرتے ہو، اس شرک کی شاخیں ہیں، شرک اصلی نہیں ہیں، اور اسی وجہ سے علماء کے بعض عالم نے کہا کہ یہ شرک ہیں، اور ان کا نام شرک رکھا اور اس کا شمار شرکِ اصغر میں کیا۔ اور ان علماء میں سے بعض نے ان کا نام شرک نہ رکھا اور اس کا ذکر محرمات میں کیا اور بعض نے مکروہات میں گنا یا جیسا کہ اہل علم کی کتابوں سے اپنے مقام پر مذکور ہیں، جو ینده یا بنده۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو ان باتوں سے بچائے جس سے وہ غضبناک ہو، آمین والحمدللہ رب الغلمین۔

خاتمہ

علم سکھانے والے کی صفات

فصل

اب ہم اس رسالے کو اس بیان پر ختم کرنا چاہتے ہیں جسے نبی کریم ﷺ نے علم سکھانے والے کی صف میں حدیثیں ارشاد فرمائی ہیں۔

حدیث(۱): سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے اسلام کے بارے میں سوال کیا، فرمایا شہادت دینا کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرے، زکوۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھےاور بیت اللہ کا حج کرے اگر اس تک جانے کی استطاعت رکھے۔ جبریل نے عرض کیا سچ فرمایا۔ کہا اب مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے؟ فرمایا کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، اُس کے فرشتوں پر، اُس کے رسولوں پر، روزِ آخرت پر، اور ایمان لاؤ تقدیر کے خیر وشر پر، جبریل نے عرص کیا سچ فرمایا۔ کہا اب مجھے احسان کے بارے میں فرمائے؟ فرمایا یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اس طرح گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو تو یوں سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، عرض کیا سچ فرما۔ الحدیث

اس حدیث میں یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام تمہارے پاس تمہیں دین سکھانے کے لیے آئے اسے مسلم نے روایت کیا، اور بخاری نے اس کے ہم معنی روایت کی۔

حدیث(۲): سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) شہادت دینا کہ خدا کے سوال کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، (۲) نماز قائم کرنا، (۳) زکوۃ ادا کرنا، (۴) بیت اللہ کا حج کرنا، (۵) رمضان کے روزے رکھنا اسے بخاری ومسلم نے روایت کی۔

حدیث (۳): صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عبدالقیس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم ماہِ حرام کے سواء حاضر ہونے سے معذور ہیں، ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلۂ مضر کے کفار حائل ہیں، تو ہمیں ایسا امر فیصل ارشاد فرمایئے جسے ہم اپنے پیچھے رہنے والوں کو بتائیں، اور جس سے ہم جنت میں داخل ہوں؟ تو ان سے ارشاد فرمایا، اللہ وحدہٗ پر ایمان لانا۔ فرمایا جانتے ہو اللہ وحدہٗ پر ایمان لانا کیا ہے؟ کہنے لگے اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور غنیمت میں سے پانچواں حصہ دینا اور فرمایا ان کو خوب یاد کر لو، اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو ان کی خبر دیدو۔"

حدیث (۴): ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا، تو فرمایا تمہارے پاس اہلِ کتاب کی قومیں آئیں گی، تو تمہیں چاہیے، سب سے پہلے جس چیز کی طرف تم انہیں دعوت دو، وہ یہ ہو کہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں، تو انھیں سکھانا کہ "اللہ تعالیٰ" نے ان پر ہر دن و رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں، تو انھیں سکھانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ فرض کی ہے، تو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے غریبوں کی طرف لوٹا دینا۔" اسے بخاری نے روایت کیا۔

حدیث (۵): سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں حتیٰ کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ ایسا کرنے لگیں، تو مجھ سے اپنے خون اور اموال بچا لیں گے، مگر یہ کہ اسلام کا حق و حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کی۔

حدیث (٦): سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں جب تک وہ کہیں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، جب وہ اسے کہہ لیں گے، تو وہ اپنے خون و اموال کو مجھ سے بچا لیں گے، مگر یہ کہ اس کا حق و حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اسے بخاری، مسلم نے روایت کیا۔ اور اسے احمد و ابن ماجہ اور ابن حزیمہ نے اس زیادتی کے ساتھ روایت کیا کہ اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، تو مجھ پر ان کے اموال اور جانیں حرام ہو جاتی ہیں۔"

حدیث (٧): سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ جو کچھ میں لایا ہوں اس پر ایمان لائیں، پھر جب وہ ایسا کر لیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو بچا لیں گے بجز اس کے حق کے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

حدیث (٨): بریدہ ابنِ حصیب کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تھے، پھر حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ فرمایا جب کسی شہر کو یہ قلعہ کو گھیر لو، تو جب وہ شہادت دے دیں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، تو ان کے لیے وہی ہے جو تمہارے لیے ہے اور ان پر وہی فرض ہے، جو تم پر ہے۔" اسے مسلم نے روایت کیا۔

حدیث (٩): مقداد بن اسود سے مروی انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اس بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں کہ مشرکوں میں کا ایک مجھ سے قتال کرتا ہے، میری تلوار کے ایک وار سے اس کا ایک ہاتھ کٹ جاتا ہے، پھر وہ ایک درخت کی پناہ لے کر کہتا ہے کہ میں اللہ پر ایمان و اسلام لایا۔ تو یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل کروں اس کہنے کے باوجود؟ فرمایا اسے قتل نہ کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا ایک ہاتھ کٹ چکا ہے؟ فرمایا ایک ہاتھ میں اسلام کے بعد بھی اسے قتل نہ کرو، کیونکہ اب قتل کرنے سے پہلے وہ تمہاری مانند ہے اور تم اس کی مانند قبل اس کے کہ تم اس کلمہ کو کہتے جسے کہا۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

حدیث (۱۰): اسامہ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو قتل کیا بعد کلمہ لاالٰہ الا اللہ کہنے کے، تو اس کلمہ کا قیامت میں کیا جواب دو گے؟ اس پر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بلاشبہ اس نے یہ کلمہ اپنی جان بچانے کے لیے کہا تھا۔ فرمایا کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ اسے مکرر فرمایا کون ہے تیرا لاالٰہ الا اللہ کے ساتھ قیامت میں؟ اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے خواہش کی کہ کاش آج ہی میں ایمان لاتا۔ اسامہ کی یہ حدیث صحیحین میں ان لفظوں سے ہے کہ اسامہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہینہ کے قبیلۂ حرقہ کی طرف بھیجا، تو ہم سب نے قوم کے چشموں پر صبح کی۔ اسی آن مجھے اور ایک اور انصاری شخص کو اس قبیلہ کا ایک شخص ملا، پھر جب ہم دونوں اس پر چھا گئے، تو وہ کہنے لگا لاالٰہ الا اللہ اس پر انصاری تو رُک گیا، مگر میں نے ایک بھالا مار کر اسے ہلاک کر دیا، پھر جب ہم واپس آئے اور اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے ہوا، تو حضور نے مجھ سے فرمایا، اے اُسامہ کیا تم نے اس لاالٰہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا؟ آپ اسے بار بار فرماتے رہے۔ اس وقت میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ فرمایا کیا تم نے اس کے دل کو چیر کر دیکھ لیا تھا؟ اور ایک روایت ابن مردویہ ازا ابراہیم تیمی وہ اپنے والد سے وہ اُسامہ سے یہ ہے کہ فرمایا اس شخص کو کبھی قتل نہ کرو جس نے لاالٰہ الا اللہ کہہ دیا۔''

بیان کرتے ہیں کہ سعد بن مالک نے فرمایا اور میں خدا کی قسم! اس شخص کو ہرگز قتل نہیں کروں گا جس نے لاالٰہ الا اللہ کہہ دیا ہو۔

حدیث (۱۱): سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کے قبیلہ کی طرف بھیجا، تو انھوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی، تو انھوں نے اسے اچھا نہ جانا کہ وہ کہیں ہم اسلام لائے، اور وہ یہی کرتے رہتے ''صبأنا صبأنا'' (ہمیں چھوڑ دو ہمیں چھوڑ دو) مگر خالد انھیں پکڑتے، اور قتل کر دیتے۔ اس کے بعد بیان کرتے ہیں جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس آئے، تو ہم نے اس کا تذکرہ کیا، اس پر حضور نے اپنے دستِ مبارک کو اٹھا کر فرمایا، اے اللہ! میں اس سے تیرے حضور بری ہوں، جو

کچھ خالد نے کیا ہے۔ اسے دو مرتبہ فرمایا۔ اسے احمد و بخاری نے روایت کیا۔

حدیث (۱۲): سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم پر غزوہ فرماتے، تو صبح صادق تک غزوہ میں انتظار فرماتے، پھر جب اذان سماعت فرمالیتے، تو رُک جاتے، اور جب اذان نہ سنتے، تو بعد صبح غزوہ کرتے۔ اسے احمد و بخاری نے روایت کیا اور انہی سے مروی ہے کہ حضور انتظار فرماتے، جب فجر طلوع ہو جاتی، تو اذان سننے کے انتظار میں رہتے، پھر جب ان سے اذان سماعت فرمالیتے، تو رُک جاتے، ورنہ حملہ کردیتے۔ پھر ایک شخص سے سنا وہ کہتا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دینِ فترت پر ہے پھر اس نے کہا اشھد ان لاالٰہ الا اللہ تب فرمایا تم جہنم سے نکل گئے۔ پھر سب نے اس کی طرف دیکھا، تو وہ بھیڑوں کا چرواہا تھا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

حدیث (۱۳): عصام المزنی سے مروی کہا کہ نبی کریم ﷺ جب کسی سریہ (لشکر) کو روانہ فرماتے، تو ہدایت فرماتے کہ جب تم مسجد کو دیکھو، یا اذان کو سنو کو کسی کو قتل نہ کرنا۔ اسے احمد و ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

حدیث (۱۴): بروایت اُمّ سلمہ، نبی کریم ﷺ سے مروی کہ فرمایا تم پر ایسے حاکم مسلط ہوں گے جو جان بوجھ کر بُرائی کا حکم کریں گے، تو جس نے انکار کیا، وہ بَری ہے، اور جو مجبور کیا گیا وہ بچ گیا، لیکن جو راضی ہوگیا وہ تابع بن گیا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم ان سے قتال کریں؟ فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھیں۔ (رواہ مسلم)

حدیث (۱۵): سیدنا انس سے مروی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو ہمارے جیسی نماز پڑھے وہ محفوظ ہے، اور جو ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ ایسا مسلمان ہے کہ جس کا ذمہ اللہ اور اس کے رسول پر ہے تو اللہ اسے اپنے ذمہ میں رکھے۔ (رواہ البخاری)

حدیث (۱۶): حدیثِ خوارج کے ضمن میں ابوسعید سے مروی، انھوں نے بیان کیا کہ ذوالخویصرہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا ''اللہ سے ڈریئے۔'' اس پر حضور نے فرمایا، تیری

خرابی! کیا کوئی روئے زمین پر خدا سے ڈرنے والا اور کوئی ہے؟ پھر کہتے ہیں کہ وہ پشت پھیر کر چلا گیا۔ اس پر خالد نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟ فرمایا نہیں، ممکن ہے کہ یہ نماز پڑھتا ہو۔ خالد نے عرض کیا، بہت سے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو اپنے مونھوں سے وہ باتیں کرتے ہیں، جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے لوگوں کے دلوں میں نقب لگانے کا حکم نہیں دیا گیا، اور نہ اس کا کہ میں ان کے شکموں کو چیروں۔ (رواہ مسلم)

حدیث (۱۷): عبیداللہ بن عدی بن خیار سے مروی کہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مجلس میں تشریف لائے، تو آپ کے ایک سریہ (لشکر) نے کسی منافق شخص کے مار ڈالنے کی اجازت مانگی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کے اظہار میں فرمایا، کیا وہ شہادت نہیں دیتا کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں؟ انصاری نے کہا، ہاں دیتا تو ہے یا رسول اللہ، مگر شہادت میں سچا نہیں۔ پھر فرمایا، کیا وہ شہادت نہیں دیتا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ انصاری نے کہا، ہاں، لیکن شہادت میں صادق نہیں! فرمایا، کیا نہیں ہے کہ نماز پڑھے؟ کہا، ہاں لیکن اس کی نماز ہی قابلِ قبول نہیں۔ فرمایا، یہی وہ لوگ ہیں جن کے قتل کرنے سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔" اسے امام شافعی اور احمد نے روایت کیا۔

حدیث (۱۸): صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، کہا کہ ایک بدوی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر کہا، مجھے ایسا عمل بتایئے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہوں۔ فرمایا، اللہ کی عبادت کرو، اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور نمازِ مفروضہ کو قائم کرو، زکوٰۃِ مفروضہ کو ادا کرو، اور رمضان کے دو روزے رکھو۔ پھر فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، میں اس سے نہ زیادہ کرتا ہوں اور نہ کم۔ پھر جب وہ چلا گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو پسند کرتا ہے کہ وہ جنتی شخص کو دیکھے، تو وہ اس بدوی کو دیکھ لے۔"

حدیث (۱۹): عمران بن مرّہ جہنی سے مروی، کہا کہ ایک شخص نے حضور

اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ میں نے شہادت دی ہے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور میں پانچوں نمازیں پڑھتا ہوں، اور رمضان کے روزے اس کے وقت میں رکھتا ہوں، تو کہاں ہوں؟ فرمایا تم صدیقین و شہداء کے ساتھ ہو۔" اسے ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں بیان کیا۔

حدیث (۲۰): سیدنا عباس عبدالمطلب سے مروی، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس نے ایمان کا مزہ پالیا جو اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے سے راضی ہوگیا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

حدیث (۲۱): بروایتِ سعد، نبی کریم ﷺ سے مروی کہ فرمایا جس نے اذان سن کر کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشہد اَنَّ محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے سے میں راضی ہوں، تو اللہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (رواہ مسلم)

حدیث (۲۲): صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں، سب سے افضل لاالٰہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے کم تر راستہ سے اذیت رساں چیزوں کو ہٹانا ہے، اور حیاء ایمان کا شعبہ ہے۔

حدیث (۲۳): ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ ابو طالب کی بیماری میں قریش بھی آئے، اور نبی کریم ﷺ بھی تشریف لائے، پھر حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں ان سے چاہتا ہوں کہ یہ سب ایک ایسا کلمہ پڑھ لیں جسے پڑھ کر اہلِ عرب دیندار بنتے ہیں، اور جس کی بدولت اہل عجم ان کی طرف جزیہ ادا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا صرف ایک کلمہ؟ آپ نے فرمایا، ایک کلمہ۔ وہ یہ کہ تم کہہ دو لا الٰہ الا اللہ۔ تو وہ سب چیخ کر کھڑے ہوگئے، اور اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہنے لگے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهاً وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَاب الآیہ کیا بہت سے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا بنالیں یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے۔" اسے احمد و نسائی اور ترمذی نے بیان کیا اور اسے حسن کہا۔

حدیث (۲۴): صحیحین میں سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کے انتقال کا وقت قریب ہوا، تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ نے ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن اُبی اُمیہ کو بیٹھے پایا۔ آپ نے فرمایا اے چچا تم کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دو، میں اس کلمہ کی بدولت تمہارے لیے اللہ کے حضور حجت کر لوں گا اس پر ابوجہل اور عبداللہ ابن اُبی اُمیہ نے کہا، کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرتے ہو(۸۴) تب آخری بات ابوطالب نے یہ کہا "بلکہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں۔" اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔

حدیث (۲۵): سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس امر سے نجات کی کیا صورت ہے؟ فرمایا میرے سامنے میرے اس کلمہ کو پڑھ لیتے جسے میں نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا، تو انھوں نے اسے رد کر دیا تھا تو وہی ان کے لیے نجات کا ذریعہ تھا۔ اسے امام احمد نے روایت کیا۔

حدیث (۲۶): عبادہ سے مروی کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور وہ کلمہ ہیں جسے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا گیا، اور اسی کی طرف سے روح ہیں۔ اور یہ کہ جنت حق ہے وہ جہنم حق ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا خواہ اس کے کیسی ہی عمل ہوں۔ (راواہ البخاری والمسلم)

حدیث (۲۷): سیدنا اُنس سے مروی کہ نبی کریم ﷺ نے معاذ سے فرمایا جو کوئی بھی صدق دل سے شہادت دے کہ اللہ کے سوال کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام فرما دیتا ہے۔ عرض کیا، یا رسول اللہ کیا میں اس کی خبر نہ دوں کہ لوگ خوش ہوں؟ فرمایا جب وہ اعتماد کریں۔ چنانچہ معاذ نے اس کی خبر اپنے انتقال کے وقت دی۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حدیث (۲۸): سیدنا عبادہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو گواہی دے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ آگ حرام کر دیتا ہے۔ (رواہ مسلم)

حدیث (۲۹): سیدنا ابوذر سے مروی، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وہ بندہ جو لا الٰہ الا اللہ کہہ دے پھر وہ اسی پر مرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حدیث (۳۰): صحیحین میں عتبان سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آگ پر اسے حرام کر دیتا ہے جو کہے لا الٰہ الا اللہ اور وہ اس کے ذریعہ رضائے الٰہی چاہے۔

حدیث (۳۱): سیدنا ابوہریرہ سے مروی، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی نعلین مبارک دے کر فرمایا کہ ان نعلین مبارک کو لے جاؤ۔ اور جو اس باغ کے باہر ملے اور لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دے، اسے جنت کی بشارت دے دو۔ (رواہ مسلم)

حدیث (۳۲): سیدنا ابوہریرہ سے مروی، کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں میں سے وہ کون ہے، جسے آپ کی شفاعت کی سعادت ملے گی؟ فرمایا میری شفاعت کے وہ لوگ سعادت مند ہیں جو خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیں۔ (رواہ البخاری)

حدیث (۳۳): اُمِ سلمہ کی حدیث ہے، اور حدیث بیان کی اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، گواہی دو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ شک کرنے والوں کے سواء اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو ان کی موجودگی میں جہنم میں نہ ڈالے گا۔ شک کرنے والے سے جنت محجوب ہوگی (رواہ البخاری والمسلم)

حدیث (۳۴): عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لا الٰہ الا اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے مرے جنت میں داخل ہوگا۔ (رواہ مسلم)

حدیث (۳۵): شفاعت کے بارے میں سیدنا اَنس کی حدیث ہے اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تو وہ جہنم سے نکال لیا جائے گا، جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا، اور اس

کے دل میں جَو کے برابر بھلائی ہوگی اسے بھی تولا جائے گا، پھر جہنم سے وہ نکالا جائے گا۔ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں گندم کے دانہ برابر ہو اُسے بھی تولا جائے گا، پھر کسی کو نکالا جائے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرّہ برابر بھلائی ہو، تو اُسے بھی تولا جائے گا۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا، اور ''الصحیح'' میں اس کے قریب قریب ابوسعید کی حدیث ہے، اور سیدنا صدیق کی حدیث کو احمد نے نقل کیا۔

حدیث (۳۶): معاذ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حدیث (۳۷): بروایت معاذ، نبی کریم ﷺ سے مروی، فرمایا جنت کی کنجی لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اسے احمد و بزار نے روایت کیا۔

حدیث (۳۸): ابوہریرہ سے مروی، کہا ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کھڑے تھے، اتنے میں بلال نے کھڑے ہو کر اذان دی، جب وہ فارغ ہو گئے تو فرمایا جس نے اس کی مثل کہا وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔ اسے نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

حدیث (۳۹): رفاعہ جہنی سے مروی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے حضور گواہی دو، کوئی بندہ نہیں مرتا کہ گواہی دی ہو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور اپنے دل میں صادق ہو، پھر اسے جنت کی راہوں میں لے جایا جائے گا۔ (رواہ احمد)

حدیث (۴۰): سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی، کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرمایا، میں کسی ایسے بندہ کو نہیں جانتا، جس بندہ نے صدق دل سے کلمہ نہ پڑھا ہو، پھر وہ اس پر مر جائے، مگر یہ کہ اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی ہو۔ (رواہ المسلم)

حدیث (۴۱): سیدنا ابوہریرہ سے مروی کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب ملک الموت بندہ کے سامنے آتا ہے، تو وہ اس کے اعضاء سے روح نکالتا ہے، تو وہ کسی عضو میں نیکی نہیں پاتا، پھر اس کے دل سے جان نکالتا ہے، وہاں بھی کوئی نیکی نہیں

پاتا، پھر وہ جبڑے کھولتا ہے، تو اس کی زبان تالو سے چپکی ہوئی ہوتی ہے، اور کہہ رہا ہوتا ہے لا الٰہ الا اللہ، تو اللہ تعالیٰ اس کلمۂ اخلاص کی بدولت اُسے بخش دیتا ہے۔ اسے طبرانی، بیہقی اور ابن الدنیا نے بیان کیا۔

حدیث (۴۲): سیدنا ابوسعید کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھے کچھ سکھا جس کا میں ورد رکھوں۔ اور اس سے دعا مانگوں؟ فرمایا کہو کہ لا الٰہ الا اللہ۔ عرض کیا، اے رب تیرا ہر بندہ اسی کو پڑھتا ہے؟ فرمایا کہو کہ لاالٰہ الا اللہ، فرمایا بلاشبہ میں یہی چاہتا ہوں، تم اسے خاص کرلو۔ پھر فرمایا اے موسیٰ!! اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں ہوں، تو لا الٰہ الا اللہ ان پر بھاری ہوگا۔ اسے ابن سنی، حاکم، اور ابنِ حبان نے اپنی صحاح میں بیان کیا۔

حدیث (۴۳): سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے لا الٰہ الا اللہ۔ کہہ لیا، وہ اسے نفع دے گا اس دن، جس دن اسے ایسی مصیبت پہنچے گی کہ اس سے پہلے کوئی مصیبت اسے نہ پہنچی ہو۔ اسے ابنِ حبان، طبرانی اور بزار نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

حدیث (۴۴): عبداللہ ابنِ عمر سے مروی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تمہیں بتادوں اور وصیت جو حضرتِ نوح نے اپنے بیٹے کو فرمائی تھی؟ تو انھوں نے فرمایا، 'اے بیٹے! میں تمہیں دو وصیتیں کرتا ہوں، پہلی وصیت تم سے یہ ہے کہ کہو لا الٰہ الا اللہ کیونکہ اگر اسے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے، اور دوسرے پلڑے میں آسمانوں اور زمین کو رکھا جائے، تو یہ ان پر غالب آجائے۔ اگرچہ تم اس حالت میں ہو کہ تمہاری جان حلق میں پھنس رہی ہو، یہاں تک کہ وہ اللہ کی طرف پرواز کر جائے۔ الحدیث اسے بزار، حاکم اور نسائی نے بیان کیا۔

حدیث (۴۵): بروایت عبداللہ ابن عمر، نبی کریم ﷺ سے مروی، فرمایا سب سے بہتر قول جسے میں نے اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں نے سکھایا وہ یہ ہے **لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہٗ الملک ولہٗ الحمد و ھو علٰی کل شیئٍ قدیر**۔ (رواہ الترمذی)

حدیث (۴۶): سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے ایمان کیسے تازہ کرتے رہیں؟ فرمایا بکثرت لا الٰہ الا اللہ کہا کرو۔ اسے امام احمد وطبرانی نے بیان کیا۔

حدیث (۴۷): سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، روزِ قیامت تمام مخلوق کے سامنے میری امت سے وہ شخص بہت جلد خلاصی پائے گا، پھر ننیانوے ڈول اس پر پھیلائے جائیں گے، جن کا ہر ڈول حد نظر تک ہوگا، پھر اللہ فرمائے گا، کیا تم اس کا انکار کرتے ہو کہ تیرا لکھا ہوا نامۂ اعمال کتنا سیا ہے؟ وہ کہے گا نہیں اے رب! پھر فرمائے گا کیا تجھے عذر ہے؟ کہے گا نہیں! پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا بیشک ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، جس کی بناء پر آج تجھ پر کوئی ظلم وتاریکی نہیں۔ پھر ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس میں ہوگا کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انّ محمداً عبدہٗ ورسولہٗ پھر فرمائے گا اس کے سامنے کرو۔ اس پر بندہ کہے گا اے رب! ان بڑے بڑے ڈولوں کے سامنے، اس کاغذ کے پُرزے کی کیا حقیقت؟ فرمائے گا، اب تجھ پر ظلم نہ ہوگا۔ اس کے بعد ایک پلڑے میں اُس پُرزے کو رکھا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں وہ تمام ڈول، تو ڈولوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور پُرزے کا پلڑا وزنی کیونکہ اللہ کے نام کے ساتھ کوئی چیز بھاری ہو ہی نہیں سکتی۔ اسے ترمذی نے بیان کیا اور حسن کہا۔ اور ابن ماجہ وبیہقی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، اور حاکم نے بیان کرکے کہا کہ مسلم کی شرط پر ہے۔

حدیث (۴۸): عبداللہ بن عمر نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی اس میں ہے لا الٰہ الا اللہ، نہیں ہے اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب یہاں تک کہ وہ اس کے ذریعہ نجات پائے گا۔ (رواہ الترمذی)

حدیث (۴۹): بروایت حذیفہ، نبی کریم ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا یہ اسلام کو ایسا مصفّٰی کر دیتا ہے، جیسا کہ کپڑا میل سے صاف ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ نہیں جانے گا کہ کیا روزہ ہے، اور کیا صدقہ، نہ نماز ہے نہ حج، اور وہ خوش ہوگا کتابُ اللہ سے رات میں، پھر

زمین میں اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی، مگر ایک جماعت بوڑھے مَردوں اور بوڑھی عورتوں کی باقی رہے گی، جو کہے گی ہم نے ماں باپ کو اس کلمہ پر یعنی لا الٰہ الا اللہ پر پایا ہے، تو ہم بھی اسے کہتے ہیں۔ اس پر صلہ بن زُفر نے حذیفہ سے کہا لا الٰہ الا اللہ۔ انھیں کیسے کفالت کرے گا، حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ کیا روزہ ہے اور کیا نماز، اور کیا صدقہ اور کیا حج۔ اس پر حذیفہ نے ان کو جھڑک دیا۔ پھر اسے تین مرتبہ دھرایا، اور ہر مرتبہ حذیفہ انہیں جھڑکتے رہے۔ تیسری مرتبہ حذیفہ نے سامنے ہو کر فرمایا، اے صلہ! اللہ ان کو آگ سے نجات دے گا۔ اے صلہ! اللہ ان کو آگ سے نجات دے گا۔ اے صلہ! اللہ ان کو آگ سے نجات دے گا۔ اسے ابن ماجہ و حاکم نے اپنی صحیح میں بیان کر کے بشرطِ مسلم و حدیث صحیح ہے۔

حدیث (۵۰): سیدنا اَنس بن مالک سے مروی، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا، اصل ایمان، ہتھیلی میں ہے، آپ نے لا الٰہ الا اللہ مراد لی، کوئی گناہ اسے نہیں مٹاتا، اور نہ کوئی عمل اسے اسلام سے نکالتا ہے۔ الحدیث (رواہ ابوداؤد)

حدیث (۵۱): عبداللہ ابن عمر سے مروی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں سے زبان روکو! وہ کسی گناہ سے کافر نہیں ہوتے پھر جو اس کلمہ کو پڑھنے والا کفر کرتا ہے، تو وہ کفر کے زیادہ قریب ہوتا ہے (پورا کافر نہیں ہوتا)۔ (رواہ الطبرانی)

حدیث (۵۲): صحیحین میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مسلمان کو گالی دینے والا فاسق ہے، اور اس سے قتال کفر ہے۔ اور صحیحین میں بروایت ابوذر، حضور ﷺ سے مروی، فرمایا کوئی مسلمان، کسی مسلمان کو فاسق نہ کہے، اور نہ اُس پر کفر کی تہمت رکھے ورنہ وہ خود اس پر ویسا ہی مرتد ہو جائے گا، اگر اس کے کہے ہوئے شخص میں کفر نہ ہو۔ اور صحیحین میں بروایت ثابت بن ضحاک، نبی کریم ﷺ سے مروی کہ فرمایا جس نے کسی مسلمان کو کفر کی تہمت لگائی، تو گویا اس نے اسے قتل کر دیا۔ اور صحیح میں ابوہریرہ کی حدیث، اور عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کون ہے جو اپنے بھائی کو کہے، اے کافر! تو وہ کفران سے ایک پر پڑے گا۔

واللہ سبحنہٗ و تعالٰی ونسألہ من فضلہ ان یختم لنا بالاسلام والایمان وان یجنبنا مما یغضب وجھہ الکریم و ان یھدینا وجمیع المسلمین صراط المستقیم انہ رحمہ کریم۔ والحمد للہ رب الغلمین اولاً وأخراً وظاھراً و باطناً وصلی اللہ علٰی سیدنا محمدوالہ وصحبہ وسلم اجمعین۔

تمت

بمنہ تعالٰی وکرمہ جل اسمہٗ آج مورخہ یکم ذوالقعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۶۵ء رسالہ مبارکہ ''الصواعق الالٰھیہ فی الردعلی الوھابیہ'' مصنفہ حضرت العلام سلیمان بن عبدالوہاب امتوطن بہ مجد رحمہٗ اللہ کا اردو ترجمہ مکمل ہوا۔ مولٰی تعالٰی موجب ہدایت بنا کر توشۂ سعادت بنائے۔ آمین غلام معین الدین نعیمی غفرلہٗ

تعلیق وتخریج

(۱)

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ماننے والوں کو وھابی یا نجدی کہتے ہیں اس فرقہ کے لوگ، خیالاتِ باطلہ اور عقائدِ فاسدہ رکھتے ہیں، ابن عبد الوھاب نجدی نے اہل سنت وجماعت سے قتل وقتال کو جائز قرار دیا، ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنانا بھی جائز کہا۔ سلف صالحین کی شان میں گستاخی وبے ادبی کو اپنا وطیرہ خاص بنایا، تمام مسلمانانِ عالم کو مشرک قرار دیا اور ان سے ان کے اموال چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب قرار دیا، اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں کہا کہ ''وہ مر کر مٹی ہو گئے ان کو کچھ خبر نہیں''، ''نبی علیہ السلام کا نماز میں خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور بیل گدھے کا آئے تو نہیں ٹوٹتی''۔ ''شیطان کا علم، حضور علیہ السلام کے علم سے بڑھ کر ہے''۔ ''خدا جھوٹ بول سکتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے'' وغیرہ وغیرہ۔

(ملخص از تاریخ نجد وحجاز از مفتی محمد عبدالقیوم قادری قدس سرہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

(۲)

وہابی: یہ ایک نیا فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا، اِس مذہب کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا، جس نے تمام عرب، خصوصاً حرمین شریفین میں بہت شدید فتنے پھیلائے، علما کو قتل کیا۔[1]

---

[1] فی ''ردالمحتار''، کتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب فی اتباع عبد الوهاب الخوارج فی زماننا، ج٦، ص٤٠٠: (وقع في زماننا في أتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة، لكنهم اعتقدوا أنهم هم المسلمون وأنّ من خالف اعتقادهم مشركون، واستباحوا بذلك قتل أهل السنة وقتل علمائهم)۔

انظر ''الدرر السنية في الأجوبة النجدية، كتاب العقائد، الجزء الأول، ص٦٧۔

توجہ رہے علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالی المتوفی: ۱۲۵۲ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ المتوفی ۱۳۴۰ھ سے ۲۰ سال قبل وصال فرما چکے تھے لہٰذا ثابت ہوا وھابی فرقے کی مذمت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے پہلے بھی ہوتی رہی ہے۔ مزید یہ بھی توجہ رہے کہ علامہ شامی کی شخصیت پوری عرب دنیا کے علاوہ دیوبندی وھابی کے نزدیک بھی مسلمہ ہے۔

صحابہ کرام و ائمہ و علما و شہدا کی قبریں کھود ڈالیں[1]، روضہ انور کا نام معاذ اللہ "صنمِ اکبر" رکھا تھا، [2] یعنی بڑا بت اور طرح طرح کے ظلم کیے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ نجد سے فتنے اٹھیں گے اور شیطان کا گروہ نکلے گا۔ [3] وہ گروہ بارہ سو برس بعد یہ ظاہر ہوا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِسے خارجی بتایا۔ [4] اِس عبدالوہاب کے

---

[1] الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ، کتاب العقائد، الجزء الأول، ص ۵۷۔

[2] قال محمد بن عبدالوهاب نجدی: (فالقبر المعظّم المقدّس وَثَنٌ وصنمٌ بكل معاني الوثنية لو كان الناس يعقلون)۔
حاشیہ "شرح الصدور بتحریم رفع القبور" لمحمد بن عبد الوهاب، ص ۲۵، مطبوعہ سعودیہ۔

[3] عن ابن عمر قال: ذكر النبي صلى الله عليه وسلم: (اللّٰهم بارک لنا في شامنا، اللّٰهم بارک لنا في يمننا، قالوا: يا رسول الله! وفي نجدنا؟ قال: اللّٰهم بارک لنا في شأمنا، اللّٰهم بارک لنا في يمننا، قالوا: يا رسول الله! وفي نجدنا؟ فأظنه قال في الثالثة: هناک الزلازل والفتن، وبها يطلع قرن الشيطان)۔ "صحیح البخاری"، کتاب الفتن، الحدیث: ۷۰۹۴، ج ۴، ص ۴۴۰۔۴۴۱۔

[4] في "ردالمحتار"، کتاب الجهاد، ج ۶، ص ۴۰۰: (ويكفرون أصحاب نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم) علمت أنّ هذا غير شرط في مسمّى الخوارج، بل هو بيان لمن خرجوا على سيدنا علي رضي الله عنه، وإلاّ فيكفي فيهم اعتقادهم كفر من خرجوا عليه، كما وقع في زماننا في أتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة)۔
(إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا) [پ ۲۲، فاطر: ۶] في "تفسير الصاوی"، ج ۵، ص ۱۶۸۸: وقيل: هذه الآية نزلت في الخوارج الذين يحرفون تأويل الكتاب والسنة ويستحلون بذلک دماء المسلمين وأموالهم لما هو مشاهد الآن في نظائرهم يحسبون أنهم على شيء ألا إنّهم هم الكاذبون استحوذ عليهم الشيطن فأنساهم ذكر الله أولئک حزب الشيطن هم الخاسرون، نسأل الله الكريم أن يقطع دابرهم۔
في "شرح النسائی"، ج ۱، ص ۳۶۰: (قوله: (كما يمرق السهم۔۔۔ إلخ): يريد أنّ دخولهم أي: الخوارج في الإسلام ثم خروجهم منه لم يتمسكوا منه بشيء كالسهم دخل في الرمية ثم نفذ وخرج منها ولم يعلق به منها شيء كذا في "المجمع" ثم ليعلم إنّ الذين يدينون دين ابن عبد الوهاب النجدي يسلكون مسالكه في الأصول والفروع ويدعون في بلادنا باسم الوهابين وغير المقلدين ويزعمون أنّ تقليد أحد الأئمة الأربعة رضوان الله عليهم أجمعين شرک وإنّ من خالفهم هم المشركون ويستبيحون قتلنا أهل السنة وسبي نسائنا وغير ذلک من العقائد الشنيعة التي وصلت إلينا منهم بواسطة الثقات وسمعنا بعضاً منهم أيضاً هم فرقة من الخوارج وقد صرح به العلامة الشامي في كتابه "ردّ المحتار"۔

بیٹے نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "کتاب التوحید" رکھا،[1] اُس کا ترجمہ ہندوستان میں "اسماعیل دھلوی" نے کیا، جس کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا اور ہندوستان میں اسی نے وہابیت پھیلائی۔

(۳)

گستاخِ رسول

(اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا) کہ غزوۂ حنین میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو غنائم (غنیمت کی جمع) تقسیم فرمائے اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں عدل (یعنی انصاف) نہیں پاتا کیونکہ کسی کو زیادہ کسی کو کم عطا فرمایا۔ اس پر فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اجازت دیجئے کہ میں اِس منافق کی گردن ماردوں۔ فرمایا کہ اسے رہنے دے کہ اس کی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہیں۔ (وہابیہ کی طرف اشارہ فرمایا)

اُس سے فرمایا: افسوس اگر میں تجھ پر عدل نہ کروں تو کون عدل کریگا، اور فرمایا اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) رحم فرمائے میرے بھائی موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر کہ اِس سے زائد ایذا دیئے گئے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم، الحدیث ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ص ۵۳۱)

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ص ۱۲۰

(۴)

وہابی ایک بے دین فرقہ ہے جو محبوبانِ خدا کی تعظیم سے جلتا ہے اور طرح طرح کے حیلوں سے ان کے ذکر و تعظیم کو مٹانا چاہتا ہے ابتداء اس کی ابلیس لعین سے ہے کہ اللہ عزوجل نے تعظیم سیدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا حکم دیا اور اس ملعون نے نہ مانا اور زمانہ اسلام میں اس کا ہادی ذوالخویصرہ تمیمی ہوا جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ ارفع میں کلمہ

---

[1] فی "الاَعلام" للزرکلی، ج ۶، ص ۲۵۷: (محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان النجدی، لہ مصنفات أکثرہا رسائل مطبوعۃ، منھا "کتاب التوحید")۔ انظر "معجم المؤلفین"، ج ۳، ص ۴۷۲۔ ۴۷۳۔

توہین کہا اس کے بعد ایک پورا گروہ خوارج کا اس طریق پر چلا جن کو امیر المومنین مولیٰ علی نے قتل فرمایا لوگوں نے کہا حمد اللہ کو جس نے ان کی نجاستوں سے زمین کو پاک کیا امیر المومنین نے فرمایا یہ منقطع نہیں ہوئے ابھی ان میں کے ماؤں کے پیٹوں میں ہیں باپوں کی پیٹھوں میں ہیں، کلما قطع قرن نشاء قرن جب ان میں کی ایک سنگت کاٹ دی جائے گی دوسری سر اٹھائے گی، حتی یکون اٰخرھم یخرج مع المسیح الدجال۔[1] یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔

اس حدیث کے مطابق ہر زمانہ میں یہ لوگ نئے نئے نام سے ظاہر ہوتے رہے یہاں تک کہ بارھویں صدی کے آخر میں ابن عبدالوہاب نجدی اس فرقہ کا سرغنہ ہوا اور اس نے کتاب التوحید لکھی اور توحیدِ الٰہی عزوجل کے پردے میں انبیاء و اولیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور خود حضور اقدس سید الانام علیہ افضل الصلوۃ کی توہین دل کھول کر کی اس کی طرف نسبت کرکے اس گروہ کا نام نجدی وہابی ہوا۔ ہندوستان میں اس فتنہ ملعونہ کو اسمٰعیل دہلوی نے پھیلایا کتاب التوحید کا ترجمہ کیا اس کا نام تقویۃ الایمان رکھا، دلی عقیدہ وہ ہے جو تقویۃ الایمان میں کئی جگہ صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔[2] اوروں کا ماننا محض خبط ہے۔[3]

اس کے متبعین جو گروہ ہیں عقائد میں سب ایک ہیں مگر اعمال میں یوں متفرق ہوئے کہ ایک فرقہ نے تقلید کو بھی ترک کیا اور خود اہلحدیث بنے یہ غیر مقلد وہابی ہیں ان کا سرگروہ نذیر حسین دہلوی اور کچھ پنجابی بنگالی تھے اور ہیں، اور مقلد وہابیوں کے سرگروہ رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی، اور اب اشرف علی تھانوی، جو ان لوگوں کو اچھا جانے یا تقویۃ الایمان وغیرہ ان کی کتابوں کو مانے یا ان کے گمراہ بددین ہونے میں شک کرے وہ وہابی ہے۔

(۵)

وہابی کی علامت حدیث میں ارشاد ہوئی کہ ظاہراً شریعت کے بڑے پابند بنیں گے۔

---

۱ (کنز العمال حدیث ۳۱۲۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۲۰۵)

۲ (تقویۃ الایمان الفصل الاول مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور، ص ۱۲)

۳ (تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور، ص ۵)

تحقرون صلوتکم مع صلوتهم وصیامکم مع صیامهم وعملکم مع عملهم۔[1] تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے آگے حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے آگے اور اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے آگے یقرؤن القرآن ولا یجاوز تراقیهم۔[2] قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے نہ اترے گا یعنی دل میں اس کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ یقولون من خیر قول البریة۔[3] باتیں بظاہر بہت اچھی کریں گے، اور ایک روایت ہے۔ من قول خیر البریۃ۔[4] حدیث حدیث بہت پکاریں گے۔ با ینہمہ حال یہ ہوگا یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة نکل جائیں گے دین سے ایسے جیسے تیر نکل جاتا ہے نشانہ سے ثم لا یعودون فیه[5] پھر لوٹ کر دین میں نہ آئیں گے۔ سیماهم التحلیق۔[6] ان کی علامت سر منڈانا ہوگی۔ مشمر الازار۔[7] تہبند یا پائچے بہت اونچے۔ ان کے عقائد کا بیان ہمارے رسالہ نور الفرقان اور رسالہ کوکبہ الشہابیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹ ص ۹۶۔۹۷)

(۶)

توجہ رہے حضرت أجل العلماء، أکمل الفضلاء، حضرت مولانا سید احمد زینی دحلان شیخ الحرم (1231ھ/1816 المتوفی 1304ھ/1886م) وھابی قبضے سے پہلے حرم شریف کے امام ہوئے ہیں۔

(۷)

اِن وہابیہ کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو اِن کے مذہب پر نہ ہو، وہ کافر مشرک

---

۱ (کنز العمال حدیث ۳۰۹۶۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۴۳)

۲ (کنز العمال حدیث ۳۰۹۵۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۴۰)
(صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب اعطاء المؤلفۃ وبیان الخوارج قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۰و۳۴۳)

۳ (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب اعطاء المؤلفۃ وبیان الخوارج قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۲)

۴ (کنز العمال حدیث ۳۰۹۵۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۴۱)

۵ (کنز العمال حدیث ۳۰۹۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۳۹)

۶ (کنز العمال حدیث ۳۰۹۴۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۳۹)

۷ (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب اعطاء المؤلفۃ وبیان الخوارج قدیمی کتب خانہ راچی ۱/ ۳۴۰)

ہے۔ ایسی وجہ ہے کہ بات بات پر محض بلاوجہ مسلمانوں پر حکمِ شرک وکفر لگایا کرتے اور تمام دنیا کومشرک بتاتے ہیں۔ چنانچہ ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۴۵ میں وہ حدیث لکھ کر کہ ''آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھالے گی۔''[۲] اِس کے بعد صاف لکھ دیا: ''سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہوا''،[۳] یعنی وہ ہوا چل گئی اور کوئی مسلمان روئے زمین پر نہ رہا، مگر یہ نہ سمجھا کہ اس صورت میں خود بھی تو کافر ہوگیا۔

اِس مذہب کا رکنِ اعظم، اللہ (عزوجل) کی توہین اور محبوبانِ خدا کی تذلیل ہے، ہر امر میں وہی پہلو اختیار کریں گے جس سے منقصت نکلتی ہو۔[۴] اس مذہب کے سرگروہوں کے بعض اقوال نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ ہمارے عوام بھائی ان کی قلبی خباثتوں پر مطلع ہوں اور ان کے دامِ تزویر (مکروفریب) سے بچیں اور ان کے جبّہ ودستار پر نہ جائیں۔ برادرانِ اسلام بغور سُنیں اور میزانِ ایمان میں تولیں کہ ایمان سے زیادہ عزیز مسلمان کے نزدیک کوئی چیز نہیں اور ایمان، اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت وتعظیم ہی کا نام ہے۔ ایمان کے ساتھ جس میں جتنے فضائل پائے جائیں وہ اُسی قدر زیادہ فضیلت رکھتا ہے، اور ایمان نہیں تو مسلمانوں کے نزدیک وہ کچھ وقعت نہیں رکھتا، اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم وزاہد وتارک الدنیا وغیرہ بنتا ہو، مقصود یہ ہے کہ اُن کے مولوی اور عالم فاضل ہونے کی وجہ سے اُنھیں تم اپنا پیشوا نہ سمجھو، جب کہ وہ اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دشمن ہیں، کیا یہود ونصاریٰ بلکہ ہنود میں بھی اُن کے مذاہب کے عالم یا تارک الدنیا نہیں ہوتے...؟! کیا تم اُن کو اپنا پیشوا تسلیم کرسکتے ہو...؟! ہرگز نہیں! اِسی طرح یہ لامذہب وبدمذہب تمھارے کس طرح مقتدا نہیں ہوسکتے۔

---

[۱] وفی ''ردالمحتار''، کتاب الجهاد، ج۶، ص۴۰۰: (لكنهم اعتقدوا أنهم هم المسلمون وأنّ من خالف اعتقادهم مشركون)۔

[۲] (ثم يبعث الله ريحا طيبة، فتوفّى كل من في قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان فيبقى من لا خير فيه، فيرجعون إلى دين آبائهم)۔ ''صحیح مسلم''، کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعة حتى تعبد دوس ذا الخلیصة، الحدیث: ۷۲۹۹، ص۱۱۸۲۔

[۳] ''تقویۃ الایمان''، باب اوّل، فصل ۴: شرک فی العبادات کی برائی کا بیان، ص۴۵:

[۴] ان کی شان میں نقص وعیب ظاہر ہوتا ہو۔

''اِیضاح الحق'' صفحہ ۳۵ وصفحہ ۳۶ مطبع فاروقی میں ہے[1]: ''تنزیہ اُو تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثباتِ رویت بلاجہت ومحاذات ہمہ از قبیل بدعاتِ حقیقیہ است، اگر صاحبِ آں اعتقاداتِ مذکورہ رااز جنسِ عقائدِ دینیہ مے شمارد''۔[2]

اس میں صاف تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان ومکان و جہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف ماننا، بدعت و گمراہی ہے، حالانکہ یہ تمام اھلِ سنت کا عقیدہ ہے۔[3] تو اِس قائل نے تمام پیشوایانِ اہلسنت کو گمراہ و بدعتی بتایا، ''بحر الرائق'' و ''درِمختار'' و ''عالمگیری'' میں ہے: کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو مکان ثابت کرے، کافر ہے۔[4]

''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۶۰ میں یہ حدیث:

---

[1] ''اِیضاح الحق''، (مترجم اردو) فائدہ اول، پہلا مسئلہ، ص۷۷۔۷۸، قدیمی کتب خانہ

[2] یعنی: اللہ تعالیٰ کو زمان ومکان اور جہت سے پاک قرار دینا اور اس کا دیدار بلا جہت وکیف ثابت کرنا یہ تمام امور از قبیل بدعت حقیقیہ ہیں اگر کوئی شخص ان مذکورہ اعتقادات کو دینی اعتقاد شمار کرے۔

[3] ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں شاہ عبد العزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: (عقیدہ سیزدہم آنکہ حق تعالیٰ را مکان نیست واورا جہت از فوق وتحت متصور نیست وہمینست مذہب اھل سنت وجماعت)
یعنی: تیرھواں عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان اور فوق وتحت کی جہت متصور نہیں ہے اور یہی اھل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔
''تحفہ اثنا عشریہ''، (مترجم) پانچواں باب، مسائل الٰہیات، ص۲۷۹، دار الاشاعت)۔
وفی ''الحدیقۃ الندیۃ''، ج۱، ص۲۴۸۔۲۴۹: (ولا یتمکن بمکان) أی: واللہ تعالیٰ یستحیل علیہ أن یکون فی مکان، (ولا یجري علیه) سبحانہ وتعالیٰ (زمان، ولیس له) تعالیٰ (جهة من الجهات الست) التی ہی فوق وتحت ویمین ویسار وقدام وخلف، لأنہ تعالیٰ لیس بجسم حتی تکون لہ جہۃ کما للأجسام، ملتقطاً۔
وفی ''الفقہ الأکبر''، ص۸۳: (واللہ تعالی یری في الآخرة، ویراه المؤمنون وهم في الجنة بأعین رؤوسهم بلا تشبیه ولا کیفیة، ولا کمیة، ولا یکون بینه وبین خلقه مسافة)۔ أنظر ''الفتاوی الرضویۃ''، کتاب السیر، ج۱۴، ص۲۸۳۔

[4] فی ''البحر الرائق''، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ج۵، ص۲۰۲: (یکفر بقوله یجوز أن یفعل الله فعلاً لاحکمة فیه، وبإثبات المکان لله تعالی فإن قال الله في السماء فإن قصد حکایة ما جاء في ظاهر الأخبار لا یکفر وإن أراد المکان کفر، وإن لم یکن له نیة کفر عند الأکثر وهو الأصح وعلیه الفتوی)۔
فی ''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ج۲، ص۲۵۹: (یکفر بإثبات المکان لله تعالی)۔
''الفتاوی الرضویۃ''، کتاب السیر، ج۱۴، ص۲۸۲۔۲۸۳۔

(أَرأَيتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنتَ تَسجُدُ لَه۔)[1]

نقل کر کے ترجمہ کیا کہ "بھلا خیال تو کر جو تُو گزرے میری قبر پر، کیا سجدہ کرے تو اُس کو"، اُس کے بعد (ف) لکھ کر فائدہ یہ جڑ دیا: (یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔)[2] حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(إِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الأَرْضِ أَنْ تَأْکُلَ أَجسَادَ الأَنْبِیَاءِ۔)[3]

"اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا علیہم السلام کے اَجسام کھانا، زمین پر حرام کر دیا ہے۔"

(فَنَبِيُّ اللّٰہِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔)[4]

"تو اللہ (عزوجل) کے نبی زندہ ہیں، روزی دیے جاتے ہیں۔"

اِسی "تقویۃ الایمان" صفحہ ۱۹ میں ہے: "ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اُسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اُسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر۔"[5]

انبیائے کرام و اولیائے عِظام کی شان میں ایسے ملعون الفاظ استعمال کرنا، کیا مسلمان کی شان ہو سکتی ہے...؟!

"صراطِ مستقیم" صفحہ ۹۵: "بمقتضائے (ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ)[6] از وسوسہ زنا،

---

[1] "سنن أبي داود"، کتاب النکاح، باب في حق الزوج علی المرأۃ، الحدیث: ۲۱۴۰، ج۲، ص۳۵۵۔

[2] "تقویۃ الإیمان"، باب اَوّل، فصل ۵، شرک فی العبادات کی برائی کا بیان، ص۵۷:

[3] "سنن ابن ماجہ"، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۶۳۷، ج۲، ص۲۹۱۔
"سنن أبي داود"، کتاب الصلاۃ، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۴۶، ج۱، ص۳۹۱۔
"سنن النسائي"، کتاب الجمعۃ، باب إکثار الصلاۃ علی النبي صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ، الحدیث: ۱۳۷۱، ص۲۳۷۔
"المسند"، للإمام أحمد بن حنبل، ج۵، ص۴۶۳، الحدیث: ۱۶۱۶۲۔
"المستدرک" للحاکم، کتاب الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۶۸، ص۵۶۹۔

[4] "سنن ابن ماجہ"، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۶۳۷، ج۲، ص۲۹۱۔

[5] "تقویۃ الایمان"، باب اول، فصل ۱، شرک سے بچنے کا بیان، ص۲۸:

[6] پ۱۸، النور: ۴۰۔

خیالِ مجامعتِ زوجہ خود بہتر است، وصرفِ ہمت بسوئے شیخ و اَمثالِ آں از معظمین گو جنابِ رسالت مآب باشند بچند یں مرتبہ بدتر از استغراق درصورتِ گاؤ وخرِ خودست۔"[۱]

مسلمانو! یہ ہیں اِمام الوہابیہ کے کلماتِ خبیثات! اور کس کی شان میں؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں! جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے، وہ ضرور یہ کہے گا کہ اِس قول میں گستاخی ضرور ہے۔

"تقویۃ الایمان" صفحہ ۱۰:

"روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا، اِقبال و اِدبار (عروج و زوال) دینا، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیا، اولیا، بھوت، پری کی یہ شان نہیں، جو کسی کو ایسا تصرّف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اُس کو پکارے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ اِن کاموں کی طاقت اُن کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے اُن کو قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ہے۔"[۲]

(اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ) پ ۱۰، التوبۃ: ۷۴

"اُن کو اللہ و رسول اللہ نے غنی کر دیا اپنے فضل سے۔"

قرآن تو کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دولت مند کر دیا اور یہ کہتا ہے: "جو کسی کو ایسا تصرّف ثابت کرے مشرک ہے۔" تو اِس کے طور پر قرآنِ مجید شرک کی تعلیم دیتا ہے...! قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

(وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ) پ ۷، المآئدۃ: ۱۱۰

"اے عیسیٰ! تُو میرے حکم سے مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اچھا کر دیتا ہے۔"

اور دوسری جگہ ہے:

(وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ) پ ۳، اٰلِ عمرٰن: ۴۹

---

۱ "صراط مستقیم"، ص ۸۶:

۲ "تقویۃ الایمان"، باب اوّل، توحید اور شرک کا بیان، ص ۲۲:

''عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: میں اچھا کرتا ہوں، مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور مُردوں کو جلا دیتا ہوں، اللہ کے حکم سے۔''

اب قرآن کا تو یہ حکم ہے اور وہابیہ یہ کہتے ہیں کہ تندرست کرنا اللہ (عزوجل) ہی کی شان ہے، جو کسی کو ایسا تصرّف ثابت کرے مشرک ہے۔ اب وہابی بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرّف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ثابت کیا تو اُس پر کیا حکم لگاتے ہیں...؟! اور لُطف یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اگر اُن کو قدرت بخشی ہے، جب بھی شرک ہے تو معلوم نہیں کہ اِن کے یہاں اِسلام کس چیز کا نام ہے؟

''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۱۱:

''گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے بتائے ہیں، پھر جو کوئی کسی پیغمبر یا بھوت کے مکانوں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے، اُس پر شرک ثابت ہے، خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اِس تعظیم کے لائق ہے، یا یوں کہ اُن کی اِس تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے، ہر طرح شرک ہے۔''[1]

متعدد صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمایا: کہ ''ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مدینے کو حرم کیا، اِس کے ببول کے درخت نہ کاٹے جائیں اور اِس کا شکار نہ کیا جائے۔''[2]

---

[1] ''تقویۃ الایمان''، باب اول، توحید اور شرک کا بیان، ص ۲۳:

[2] عن جابر قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: (إنّ ابراهيم حرّم مكة، وإني حرمتُ المدينة ما بين لابتيها، لا يقطع عضاهها ولا يصاد صيدها)۔

''صحیح مسلم''، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ ودعاء النبی فیہا بالبرکۃ... إلخ، الحدیث: ۱۳۶۲، ص ۷۰۹۔

وفی روایۃ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (إني أحرم ما بين لابتي المدينة كما حرم إبراهيم حرمه لا يقطع عضاهها ولا يقتل صيدها)۔ ''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، ج ۱، ص ۳۸۴، الحدیث: ۱۵۷۳۔

وفی روایۃ ''صحیح مسلم''، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: (...... اللهم إنّ إبراهيم حرم مكة فجعلها حرماً، وإنّي حرّمت المدينة حراماً ما بين مأزميها، أن لا يهراق فيها دم، ولا يحمل فيها سلاح لقتال، ولا تخبط فيها شجرة إلاّ لعلف، اللهم بارک لنا في مدينتنا، اللهم بارک لنا في صاعنا، اللهم بارک لنا في مدّنا، اللهم بارک لنا في صاعنا، اللهم بارک لنا في مدّنا، اللهم بارک لنا في مدينتنا، اللهم اجعل مع البركة بركتين، والذي نفسي بيده! ما من المدينة شعب ولا نقب إلاّ عليه ملكان يحرسانها حتى تقدموا إليها... إلخ)۔

''صحیح مسلم''، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ... إلخ، الحدیث: ۴۷۵، ص ۷۱۳۔۷۱۴۔

مسلمانو! ایمان سے دیکھنا کہ اس شرک فروش کا شرک کہاں تک پہنچتا ہے! تم نے دیکھا اس گستاخ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیا حکم جڑا...؟!

''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۸:

''پیغمبرِ خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے، بلکہ اُسی کا مخلوق اور اس کا بندہ سمجھتے تھے اور اُن کو اُس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے، مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا، یہی اُن کا کفر و شرک تھا، سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے، گو کہ اُس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے، سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔''[1]

یعنی جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت مانے، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے دربار میں ہماری سفارش فرمائیں گے تو معاذ اللہ اس کے نزدیک وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے، مسئلہ شفاعت کا صرف انکار ہی نہیں بلکہ اس کو شرک ثابت کیا اور تمام مسلمانوں صحابہ و تابعین وائمہ دین و اولیا و صالحین سب کو مشرک و ابوجہل بنا دیا۔

''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۵۸:

''کوئی شخص کہے: فُلانے درخت میں کتنے پتے ہیں؟ یا آسمان میں کتنے تارے ہیں؟ تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے، کہ اللہ و رسول ہی جانے، کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر۔''[2] سبحان اللہ...! خدائی اسی کا نام رہ گیا کہ کسی پیڑ کے پتے کی تعداد جان لی جائے۔

''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷:

''اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرّف کرنے کی قدرت نہیں دی۔''[3] اِس میں انبیائے کِرام کے معجزات اور اولیا عظام کی کرامت کا صاف انکار ہے۔

---

[1] ''تقویۃ الایمان''، باب اول، توحید اور شرک کا بیان، ص ۲۱

[2] ''تقویۃ الایمان''، فصل ۵: شرک فی العادات کی برائی کا بیان، ص ۵۵:

[3] ''تقویۃ الایمان''، باب اول، توحید اور شرک کا بیان، ص ۲۰:

فرشتوں اور انبیاء پر القاء کرنا اللہ تعالی کی قدرت سے خارج نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ انسانی قدرت اللہ تعالی کی قدرت سے زائد ہوجائے۔ رسالہ ''یک روزہ''، ص۱۷۔

اللہ عزوجل مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے آمین۔

ہم اہلسنت وجماعت کے نزدیک اللہ عزوجل کی طرف کذب کی نسبت کرنا منع ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے جھوٹ بولنا محال ہے وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔

اللہ تعالی قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

(وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا) پ۵، النساء:۱۲۲. ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

(وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا) پ۵، النساء:۸۷. ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

فی ''تفسیر روح البیان''، ج۲، ص۲۵۵، و''تفسیر البیضاوی''، ج۲، ص۲۲۹، تحت ہذہ الآیۃ: (وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا)، (إنكار أن يكون أحد أكثر صدقاً منه، فإنه لا يتطرق الكذب إلى خبره بوجه، لأنه نقص وهو على الله محال)۔

یعنی: اللہ تعالی اس آیت میں انکار فرماتا ہے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو، اس کی خبر میں تو جھوٹ کا کوئی شائبہ تک نہیں اس لیے کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالی کے لئے محال ہے۔

وفی ''تفسیر الخازن''، ج۱، ص۴۱۰، تحت ہذہ الآیۃ: (وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا)، یعنی: (لا أحد أصدق من الله فإنه لا يخلف الميعاد ولا يجوز عليه الكذب)۔

یعنی: مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی سے زیادہ کوئی سچا نہیں، بیشک وہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور نہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

وفی ''تفسیر أبی السعود''، ج۱، ص۵۶۱، تحت ہذہ الآیۃ: (وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا)، (إنكارٌ لأن يكون أحدٌ أصدقَ منه تعالى في وعده وسائرِ أخبارِه وبيانٌ لاستحالته كيف لا والكذِبُ محالٌ عليه سبحانه دون غيرِه). یعنی: اس آیت سے ثابت ہوا کہ وعدہ، اور کسی طرح کی خبر دینے میں، اللہ تعالی سے زیادہ سچا کوئی نہیں اور اس کے محال ہونے کی وضاحت بھی ہے اور کیسے نہ ہو کہ جھوٹ بولنا اللہ سبحانہ وتعالی کے لئے محال ہے بخلاف دوسروں کے۔

(فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ) پ۱، البقرۃ:۸۰. ترجمہ کنز الایمان: جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کریگا۔

فی ''تفسیر الکبیر''، ج۱، ص۵۶۷، تحت ہذہ الآیۃ: (فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ) (يدل على أنه سبحانه وتعالى منزه عن الكذب وعده ووعيده، قال أصحابنا: لأنّ الكذب صفة نقص، والنقص على الله محال)۔

یعنی: اللہ تعالی کا یہ فرمانا کہ اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کریگا اس مدعا پر واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالی اپنے ہر وعدے اور وعید میں جھوٹ سے پاک ہے ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ جھوٹ صفت نقص ہے اور نقص اللہ تعالی کے لئے محال ہے۔

فی ''تفسیر الکبیر''، ج۶، ص۵۲۱: (المؤمن لا يجوز أن يظن بالله الكذب، بل يخرج بذلك عن الإيمان)۔

فی ''شرح المقاصد''، المبحث السادس فی أنہ تعالی متکلم: (الكذب محال بإجماع العلماء، لأنّ الكذب نقص باتفاق العقلاء وهو على الله تعالى محال اھ)، ملخصاً۔

یعنی: جھوٹ باجماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالی پر محال اھ۔ ملخصاً۔
وفی مقام آخر: (محال هو جهله أو كذبه تعالى عن ذلك)
یعنی: اللہ تبارک وتعالی کا جہل یا کذب دونوں محال ہیں برتری ہے اسے ان سے۔
وفی شرح عقائد نسفیہ: (كذب كلام الله تعالى محال اه) ملخصاً یعنی: کلام الٰہی کا کذب محال ہے اھ، ملخصاً۔
وفی "طوالع الانوار": (الكذب نقص والنقص على الله تعالى محال اه)۔ یعنی: جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالی پر محال۔
وفی "المسامرة" بشرح "المسايرة"، ص۲۰۵: (وهو) أي: الكذب (مستحيل عليه) تعالى (لأنه نقص)۔
یعنی: اور جھوٹ اللہ تعالی پر محال ہے اس لیے کہ یہ عیب ہے۔
وفی مقام آخر، ۳۹۳: (يستحيل عليه سبحانه سمات النقص كالجهل والكذب)۔
یعنی: جتنی نشانیاں عیب کی ہیں جیسے جہل وکذب سب اللہ تعالی پر محال ہیں۔
مزید تفصیل کے لیے شیخ الاسلام والمسلمین اعلی حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا "فتاوی رضویہ" میں دیا گیا رسالہ: "سبحن السبوح عن کذب عیب مقبوح"، ج۱۵ کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا) پ۳۰، النّٰزِعٰت: ۵

"قسم فرشتوں کی جو کاموں کی تدبیر کرتے ہیں۔"

تو یہ قرآن کریم کو صاف رد کر رہا ہے۔

صفحہ ۲۲: "جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" [۱]

تعجب ہے کہ وہابی صاحب تو اپنے گھر کی تمام چیزوں کا اختیار رکھیں اور مالک ہر دوسرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی چیز کے مختار نہیں...!

اِس گروہ کا ایک مشہور عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔[۲]

---

[۱] "تقویۃ الایمان"، باب اول، فصل ۴: شرک فی العبادات کی برائی کا بیان، ص ۴۳:

[۲] مولوی رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب "فتاوی رشیدیہ" میں اللہ عزوجل کے لیے امکان کذب کو ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اور دوسرے مقام پر لکھا:

"فتاوی رشیدیہ"، کتاب العقائد، ص ۲۱۰۔۲۱۱۔

اسی طرح اسماعیل دہلوی نے اپنے رسالہ "یک روزہ" (فارسی) میں اللہ تعالی کی طرف اِمکان کذب کی نسبت کرتے ہوئے لکھا:

بلکہ اُن کے ایک سرغنہ نے تو اپنے ایک فتوے میں لکھ دیا کہ: ''وقوعِ کذب کے معنی درست ہو گئے، جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول چکا، ایسے کو تضلیل وتفسیق سے مامون کرنا چاہیے۔''[1]

سبحان اللہ...! خدا کو جھوٹا مانا، پھر بھی اسلام وسنیت وصلاح کسی بات میں فرق نہ آیا، معلوم نہیں ان لوگوں نے کس چیز کو خدا ٹھہرالیا ہے!

ایک عقیدہ ان کا یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء نہیں مانتے۔[2] اور یہ صریح کفر ہے۔[3]

(۸)

سید احمد اور شاہ اسماعیل کے تعلق سے پورا دیوبندی مکتبِ فکر مسلسل تحریر وتقریر کے ذریعہ یہ ذہن دینے کی کوشش کرتا رہا ہے کہ انگریزوں کے خلاف محاذ آرائی اور جہادی سرگرمیوں میں سارا رول ان ہی کا ہے اور انھوں نے ہی مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد

---

۱ یہ الفاظ اس نے اپنے ایک فتوے میں کہے تھے، اگر کسی کو یہ عبارت دیکھنی ہو تو ہندوستانی حضرات، پیلی بھیت اور پاکستانی حضرات دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں تشریف لے جا کر اطمینان کر سکتے ہیں۔
یعنی: میں (اسماعیل دھلوی) کہتا ہوں: اگر محال سے مراد ممتنع لذاتہ ہے کہ (جھوٹ) اللہ کی قدرت کے تحت داخل نہیں، پس ہم (اللہ کے لئے) مذکورہ کذب کو محال نہیں مانتے کیونکہ واقع کے خلاف کوئی قضیہ وخبر بنانا اور اس کو

۲ ''تحذیر الناس''، خاتم النبیین کا معنی، ص ۴-۵۔

۳ فی ''الفتاوی الہندیۃ''، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۶۳: (سمعت بعضھم یقول: إذا لم یعرف الرجل أنّ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم آخر الأنبیاء علیھم وعلی نبینا السلام فلیس بمسلم کذا)فی ''الیتیمۃ'' وفی ''الشفاء''، فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر، الجزء الثانی، ص ۲۸۵: (کذلک من ادعی نبوۃ أحد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم أو بعدہ (إلی قولہ) فھؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبي صلی اللہ علیہ وسلم؛ لأنہ أخبر صلی اللہ علیہ وسلم أنہ خاتم النبیین لا نبي بعدہ وأخبر عن اللہ تعالی أنہ خاتم النبیین)۔
وفی ''المعتقد المنتقد''، ص ۱۲۰: (الحجج التي ثبت بھا بطریق التواتر نبوتہ ثبت بھا أیضاً أنہ آخر الأنبیاء في زمانہ وبعدہ إلی یوم القیامۃ لا یکون نبي، فمن شک فیہ یکون شاکاً فیھا أیضاً، وأیضاً من یقول إنہ کان نبي بعدہ أو یکون، أو موجود، وکذا من قال یمکن أن یکون فھو کافر، ھذا شرط صحۃ الإیمان بخاتم الأنبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم)۔

کے لیے وعظ کے ذریعہ منظم کرنے کے بعد جنگیں کیں اور شہادت کے درجے پر فائز ہوئے، جب کہ سچائی اس کے برعکس ہے، بلکہ یہ دونوں اور ان کے دیگر حامی و متبعین انگریزوں کے وظیفہ خور اور مکمل ہم نوا تھے۔ اس سلسلے میں خود افرادِ خانہ کی بے شمار شہادتیں موجود ہیں، جن میں سے چند ایک ہدیہ قارئین ہیں۔ سیاسی مصلحت کی بنا پر سید احمد صاحب نے اعلان کیا کہ سرکار انگریز سے ہمارا مقابلہ نہیں اور نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے۔ ہم صرف سکھوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حکام انگلشیہ بالکل باخبر نہ ہوئے اور نہ ان کی تیاری میں مانع آئے۔

حیات طیبہ، مطبوعہ مکتبۃ الاسلام، ص:260

اسی مفہوم کی عبارت دوسرے مقام پر یوں ہے: ''سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے، سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورے سے شیخ غلام علی رئیس الٰہ آباد کی معرفت لیفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں سے جہاد کرنے کی تیاری کرتے ہیں، سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لیفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عمل داری میں امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں، نہ ہم ایسی تیاری میں مانع ہیں۔ یہ تمام بین ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ تھی۔''

حیات طیبہ، مکتبۃ الاسلام، ص:523

اس تعلق سے مولانا جعفر تھانیسری کی تحریر اس طرح ہے: ''سید صاحب کا انگریزی سرکار سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا، وہ اس وقت آزاد عمل داری کو اپنی ہی عمل داری سمجھتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ سرکار انگریز اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ ملتی، مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔''

حیات سید احمد شہید، ص:293

سرسید بھی ان واقعات کی طرف عنانِ قلم موڑتے ہوئے بالکل ملتی جلتی باتیں لکھتے ہیں،

جس سے سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کے جہادی کارناموں کا سراغ بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے: ''سید احمد صاحب نے پشاور پر پھر سکھوں کا قبضہ ہونے کے بعد اپنے ان رفیقوں سے جو جہاد میں جان دینے پر آمادہ تھے، یہ کہا کہ تم جہاد کے لیے بیعت شرع کرلو، چناں چہ کئی سو آدمی نے اسی وقت بیعت کی اور یہ بات تحقیقی ہے کہ جو شخص شیر سنگھ کے مقابلے میں لڑائی سے بچ رہے تھے ان میں صرف چند آدمی اپنے پیشوا سید احمد صاحب کی شہادت کے بعد مولوی عنایت علی اور ولایت علی ساکن پٹنہ ان کے سردار ہوئے، لیکن انھوں نے جہاد کے فرائض انجام دینے میں کچھ کوشش نہیں کی اور جب پنجاب پر گورنمنٹ انگریز کا تسلط ہوا تو مولوی عنایت علی اور ولایت علی مع اپنے اکثر رفیقوں کے 1847ء میں اپنے گھروں کو واپس بھیج دیے گئے، پس اس سے ہم کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ خاص پٹنہ یا بنگالہ کے اور ضلعوں سے بلکہ عموماً ہندستان سے روپے اور آدمی اس وہابیت کے پہلے تین زمانوں میں ضرور سرحد کو بھیجے گئے تھے۔ لیکن میری رائے میں یہ بات بہت کھلی ہوئی ہے کہ ان میں سے کوئی آدمی انگریز گورنمنٹ پر حملہ کرنے کے واسطے ہرگز نہیں گیا تھا اور نہ ان سے یہ کام لیا گیا اور نہ تین زمانوں میں سے کسی کو اس کا کچھ خیال ہوا کہ ہندستان کے مسلمانوں کی نیت بغاوت کی جانب مائل ہے۔''

مقالات سرسید حصہ نہم 146145

مزید شواہد کے لیے اور آگے کی عبارت بھی ملاحظہ کریں: ''جب مولوی عنایت علی اور ولایت علی 1847ء کو ہندستان لوٹ آئے تو اس وقت سید احمد صاحب کے چند پیروکار سرحد پر باقی رہ گئے تھے اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ ان دو شخصوں نے پٹنہ اور اس کے قرب و جوار کے آدمیوں کو اس کی ترغیب دینے میں ہرگز کوتاہی نہیں کی کہ وہ جہاد میں شریک ہوں اور یہ اس کام کے واسطے روپیہ جمع کریں۔ چناں چہ وہ برابر بڑی سرگرمی سے کوشش کرتے رہے، اور جس بات کا اب تک ان کو دل سے خیال تھا اس کا اظہار انھوں نے 1851ء میں اس طرح صحیح ہے، کیا کہ وہ پھر ہندستان سے سرحد کی جانب چلے گئے، مگر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے خیال کیا کہ یہ لوگ دوبارہ سرحد کو انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے گئے تھے اور انھوں نے بجائے سکھوں کے

انگریزوں پر جہاد کیا تھا۔ حالاں کہ جب ان لوگوں کو انگریزوں سے کسی طرح کی شکایت نہ تھی تو پھر ان کا ارادہ کسی طرح پر صحیح نہیں ہو سکتا۔'' ایضاً، ص:147

اس پر تھوڑی اور روشنی ڈالتے ہوئے سر سید کا رواں قلم سرخ لکیر کھینچتا ہوا نظر آتا ہے، جس سے سید احمد رائے بریلوی کا کردار پوری طرح لہولہان نظر آتا ہے: ''اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ یہ وہابی اپنے مذہب میں بڑے پکے، نہایت سچے ہوتے ہیں، وہ اپنے اصول سے کسی حال میں منحرف نہیں ہوتے، اور جن شخصوں کی نسبت میں یہ لکھ رہا ہوں، وہ اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کو گورنمنٹ انگریزی کی حفاظت میں چھوڑ گئے تھے اور ان کے مذہب میں اپنے بال بچوں کے محافظوں پر حملہ کرنا نہایت ممنوع ہے، اس لحاظ سے اگر وہ انگریزوں سے لڑتے اور لڑائی میں مارے جاتے تو وہ بہشت کی خوشبوؤں اور شہادت کے درجہ سے محروم ہو جاتے، بلکہ اپنے مذہب میں گناہ گار خیال کیے جاتے۔'' ایضاً، ص:148

مذکورہ اقتباسات کی بنیاد پر دیوبندی جماعت کے پیشوا سید احمد رائے بریلوی کو انگریز نوازوں کی پہلی فہرست اور بانیوں میں شمار کرنا تاریخی سچائی ہے اور اس میں کوئی جرم نہیں کہ انھیں انگریزوں کا کھلا ہوا معاون اور ناصر گردانا جائے، جب کہ ان شکستہ حالات، فریاد کناں ماحول میں علماے اہلِ سنت اپنے وطن کی آزادی کے لیے پوری طرح انگریزی افواج کے خلاف صف آرا اور تحریر و تقریر کے ذریعہ عام ہندستانیوں کو انگریزوں کے خلاف متحد کر رہے تھے، جس کے نتیجے میں قید و بند کی صعوبتوں کے ساتھ جان و مال کے اتلاف کا شکار بنتے رہے۔ انگریز نوازی کے ایسے واقعات سے خود سید احمد کے ماننے والوں ہی کی کتابیں شور محشر جیسا ماحول پیش کرتی ہیں اور بعد کے متبعین کی جھوٹی کہانی کا کھلا مذاق اڑاتی ہیں۔ سوانح احمدی، مخزن احمدی، نقش حیات، الدرر المنثور وغیرہ کی عبارتیں بھی سید صاحب کے جہاد کو انگریز مخالف برسرِ پیکار طاقتوں کے خلاف بتاتی ہیں، مگر اس جماعت کے شرپسندوں نے تاریخ نگاری کی روایت پر فرنگی ظلم کرتے ہوئے تاریخ سازی کی نئی طرح ایجاد کر کے یہ بتا دیا کہ جھوٹی شہیدی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اب جھوٹی تاریخ کا سبق بھی عام کریں گے۔ حالاں کہ سید احمد کے عہد

کے قریبی مورخین وہی باتیں لکھتے رہے جو علماے اہلِ سنت بتاتے رہے ہیں۔ مگر بعد کے مورخین نے اپنی جماعت کے اکابرین کا دامن الجھتا دیکھ کر دروغ گوئی سے تاریخ کے صفحات پاٹ دیے۔ سید احمد کے جہادی پہلو کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اقتباس بھی کافی واضح ہے:

''سرکار انگریز گو منکرِ اسلام ہے، مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے، ہم ان کے ملک میں اعلانیہ کہتے ہیں اور ترویجِ مذہب کرتے ہیں، وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی، بلکہ اگر ہم پر کوئی ظلم و زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے، پھر ہم سرکار انگریز پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصولِ مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خوف گرادیں۔''

''حیات سید احمد شہید''، ص:171

فرانس کے مشہور مستشرق گارسن دتاسی کی کتاب تاریخ ادب اردو کی تلخیص طبقات الشعراے ہند، ص:295 مطبوعہ 1848ء میں سید صاحب کے تعلق سے موجود ہے کہ: ''بیس برس کا عرصہ ہوا کہ وہ سکھوں کے خلاف جہاد کرتا ہوا مارا گیا۔'' یہی بات دوسرے لفظوں میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے ترجمانِ وہابیہ میں بھی لکھی ہے کہ: ''حضرت شہید کا جہاد انگریزوں کے خلاف نہ تھا۔''

ترجمانِ وہابیہ، ص:8821

یہی حال شاہ اسماعیل کا بھی تاریخ کے صفحات پر نظر آتا ہے۔ خود وہابی نظریات کے حامل قلم کاروں اور ان کے عہد کے قریبی تذکرہ نگاروں نے ان کی انگریزوں سے قربت اور وفاداری کے لڈو ہر خاص و عام کو بانٹے ہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ 1857ء کے وقت وہابی، دیوبندی جماعت کا وجود ہی نہیں تھا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اکابر دیوبند نے جنگ آزادی میں اہم رول ادا کیا اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا بگل بجایا، شدید ترین ناانصافی اور زیادتی ہے۔ اس کے برعکس علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی صدرالدین آزردہ، مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی، مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی، مولانا وہاج الدین مرادآبادی، مولانا لیاقت علی

الہ آبادی اور دوسرے علمائے کرام نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا اور عام مسلمانانِ ہند کو بیدار کیا۔ مگر علمائے سوء کا یہ طبقہ پوری چاپلوسی کے ساتھ انگریزی حمایت میں قولاً وعملاً سرگرم رہا، جس کی گواہی خود افرادِ خانہ نے ہی دے دی ہے۔ کلکتہ کے جلسہ عام میں جب ایک شخص نے شاہ اسماعیل سے پوچھا کہ انگریزوں کے خلاف آپ جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے تو شاہ صاحب نے فرمایا: ''ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں، ایک تو ان کی رعیت ہیں، دوسرے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست درازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے، بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔''

حیات طیبہ، طبع قدیم، ص:364

مرزا حیرت دہلوی کی یہ بھی تحریر ملاحظہ ہو: ''مولوی اسماعیل صاحب نے اعلان کر رکھا تھا کہ انگریزی سرکار پر نہ جہاد مذہبی طور پر واجب ہے نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے۔''

حیات طیبہ، ص:201

اس تعلق سے سرسید نے بھی انتہائی واضح الفاظ استعمال کر کے انگریز نوازی کی ساری پول کھول دی: ''اس زمانے میں مجاہدین کے پیشوا سید احمد صاحب تھے، مگر وہ واعظ نہ تھے۔ واعظ مولوی محمد اسماعیل صاحب تھے، جن کی نصیحتوں سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک ایسا ولولہ خیز اثر پیدا ہوتا تھا جیسا کہ کسی بزرگ کی کرامت کا اثر ہوتا ہے۔ مگر اس واعظ نے اپنے زمانہ میں کبھی کوئی لفظ اپنی زبان سے ایسا نہ نکالا جس سے ان کے ہم مشربوں کی طبیعت ذرا بھی برا فروختہ ہو، بلکہ ایک مرتبہ کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کہتے، وہ بھی تو کافر ہیں؟ اس کے جواب میں مولوی اسماعیل دہلوی صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چوں کہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لیے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں۔''

مقالات سرسید، حصہ نہم،ص:141-42

یہ تمام شواہد سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کو انگریزوں کا ایجنٹ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں، مگر جماعت دیابنہ کو یہ سچائی کسی طور پر ہضم ہوتی نظر نہیں آتی اور وہ اپنے اس جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے علمائے اہل سنت کی پاک باز، محب وطن اور انگریز دشمن شخصیات کو موردالزام ٹھہراتے ہیں تاکہ ان کا مکروہ کردار عام لوگوں کے سامنے نہ آسکے۔

(۹)

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں۔

(پارہ ۴ آل عمران ۱۰۴)

(۱۰)

ترجمہ کنزالایمان: تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں

(پارہ ۴ آل عمران ۱۱۰)

حضرتِ صدر الأفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: شانِ نزول: یہودیوں میں سے مالک بن صیف اور وہب بن یہودا نے حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالٰی کا دست رحمت جماعت پر ہے جو جماعت سے جدا ہوا دوزخ میں گیا۔

(خزائن العرفان)

(۱۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو۔

(پارہ ۲ البقرۃ ۱۴۳)

(۱۲)

ترجمہ کنزالایمان: اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

(پارہ ۱۷ الحج ۱۴۳)

(۱۳)

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً اللہ میری امت کو یا فرمایا امت محمد مصطفیٰ کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا۔[1] جماعت پر اللہ کا دست کرم ہے [2] جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا۔ (ترمذی)

(۱۴)

ترجمہ کنزالایمان: اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ

---

[1] حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں؛

(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۱۷۱)

یہاں امت سے امت اجابت مراد ہے یعنی حضور پر ایمان لانے والے لوگ یہ حدیث پچھلی حدیث کی گویا تفسیر ہے، یعنی اگرچہ میری امت میں بنی اسرائیل سے زیادہ فرقے ہوں گے، لیکن فرق یہ ہے کہ وہ سارے گمراہ ہوگئے تھے، یہ امت ساری گمراہ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک ایک فرقہ اس میں حق پر رہے گا۔ یہ اس امت کی خصوصیت ہے۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مسلمانوں کا اجماع برحق ہے جس پر سارے علماء اولیاء متفق ہوجائیں وہ مسئلہ ایسا ہی لازم العمل ہے جیسے قرآن کی آیت۔ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے: (يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ) یعنی جو مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ کوئی اور راہ چلے گا ہم اسے دوزخ میں بھیجیں گے۔ اجماع امت کا حجت ہونا یہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے۔ معلوم ہوا کہ خلافت شیخین برحق ہے۔

[2] دستِ کرم سے مراد حفاظت، مدد اور رحمت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جماعت کو غلطی اور دشمنوں کی ایذا سے بچائے گا۔ ان پر سکینہ اتارے گا وغیرہ۔

دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (پارہ ۵ النساء ۱۱۵)

(۱۵)

اجماع کا لغوی معنٰی پختہ اور اتفاق ہے اصطلاحِ شرع میں اس کا معنٰی یہ ہے کہ ہر زمانے کے عادل و مجتہد علماء اہل سنت کا کسی حکم پر متفق ہوجانا، اجماع ضروریات دین میں سے ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس کا منکر کافر ہے۔

(ملخص از اعتقاد الاحباب فی الجمیل المعروف دس عقیدے، ص ۷۷ فرید بکسٹال لاہور)

(وملخص از فتاوٰی رضویہ، جدید، کتاب السیر، ج ۱۴، ص ۲۵۴ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یہ بات یاد رہے کہ جس طرح قرآن وحدیث احکامِ شرع میں حجت ہیں اسی طرح اجماع وقیاس بھی احکام شرعیہ میں حجت ہیں اور ان کا حجت ہونا بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: (كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ) اس آیت کریمہ میں بحیثیت مجموعی اس امت کو بہتر امت کہا اور فرمایا کہ تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہو، پس اگر یہ امت برائی پر مجتمع ہوتی تو اسے بحیثیت مجموعی نیکی کا حکم دینے والی اور برائی سے منع کرنے والی امت نہ کہا جاتا معلوم ہوا کہ یہ امت کبھی برائی پر مجتمع نہ ہوگی اور جس پر یہ مجتمع ہوگی وہ اچھائی ہی اچھائی ہوگی۔

احادیث میں بھی متعدد مقامات پر اجماع کو حجت شرعی ہونے کی سند حاصل ہے۔ چنانچہ امام ترمذی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے یوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ) اور انہی سے روایت کرتے ہیں: (اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ) اور حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے: (مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ) اس کے علاوہ اس بارے میں اور بہت سی احادیث موجود ہیں یہ احادیث اگرچہ آحاد ہیں لیکن ان سب کا مفہوم ومعنی مشترک ہونے کی وجہ سے یہ حدِ تواتر تک عروج کر کے متواترِ معنوی کی مسند پر جا پہنچتی ہیں

اور یوں اجماع کی حجیت کا قطعیت کے ساتھ فائدہ دیتی ہیں۔ اسی طرح قیاس کی حجیت بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے، چنانچہ فرمان باری تعالی ہے: (فَاعْتَبِرُوْا یَا أُولِی الْأَبْصَارِ) اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کی معروف ومشہور حدیث میں ہے کہ جب سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجنے کا ارادہ کیا تو ان سے دریافت فرمایا: بِمَ تَقْضِیْ؟ یعنی تم کس چیز کے ذریعے فیصلہ کروگے۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی بِکِتَابِ اللّٰہِ یعنی کتاب اللہ سے۔ فرمایا کہ اگر تم وہاں نہ پاؤ تو؟ عرض کی سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے، فرمایا: اگر وہاں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کی: اَجْتَهِدُ بِرَأْیِیْ یعنی تو پھر میں اپنی رائے وقیاس سے کام لوں گا۔ اس پر سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِہٖ بِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلُہٗ یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں کہ جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی کہ جس سے اس کا رسول راضی ہے۔ یہاں اختصار کے سبب بقیہ حدیث دربارہ حجیت قیاس کو ترک کرتے ہیں، کتب ان احادیث سے مملو ہیں۔

واضح رہے کہ اجماع وقیاس کے لئے قرآن وسنت سے کسی دلیل کا ہونا ضروری ہے چنانچہ علامہ عبد الغنی النابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی ''شرح مرقاۃ الوصول'' کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ ''اجماع کے لئے کسی ایسی دلیل یا علامت کا ہونا ضروری ہے جس کی طرف اجماع منسوب ہو سکے کیونکہ بغیر کسی داعی کے سب کا کسی ایک بات پر متفق ہونا عادۃً محال ہوتا ہے۔ اور اس لئے کہ وہ حکم جس پر اجماع منعقد ہوتا ہے اگر وہ دلیل سمعی سے نہ ہو تو دلیل عقلی سے ہوگا حالانکہ یہ بات طے ہے کہ ہمارے نزدیک عقل کا کوئی حکم ثابت نہیں۔

حضرت سیدنا علامہ تفتازانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے اپنی کتاب ''اَلتَّلْوِیْح'' میں فرمایا: ''جمہور علماء کرام رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک اجماع بغیر کسی دلیل وعلامت کے جائز نہیں کیونکہ دلیل کا نہ ہونا خطا کو لازم کرتا ہے جبکہ دین میں بلا دلیل کوئی حکم دینا خطا ہے اور اُمت کا خطا پر اجماع (اتفاق) ممتنع (ناممکن) ہے، اسی طرح بغیر کسی داعی کے سب کا ایک بات پر متفق ہونا عادۃً محال ہے جیسے ایک ہی کھانا کھانے پر سب کا اتفاق ناممکن ہے۔ اور اجماع کا فائدہ یہ ہوتا

ہے کہ سند کے پائے جانے کے بعد بحث ختم ہوجاتی ہے،مخالفت ناجائز قرار پاتی اور حکم قطعی ہوجاتا ہے۔پھر دلیل کے بارے میں بھی اختلاف ہے ،جمہور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دلیل قیاس ہوتو یہ بھی درست ہے اور یہ واقع بھی ہے جیسے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نماز کی امامت کروانے پر قیاس کرتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اجماع ہوا اور یہاں تک کہا گیا کہ ''اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جن سے ہمارے دینی معاملہ میں راضی ہیں تو کیا ہم اُن سے اپنی دنیوی معاملہ میں راضی نہ ہوں؟'' نیز اجماع کے لئے خبر واحد دلیل بن سکتی ہے،اس پر سب کا اتفاق ہے جیسا کہ عام کتابوں میں مذکور ہے۔

اسی طرح قیاس کے لئے بھی کسی اصل کا ہونا ضروری ہے جو قرآن یا سنت سے ثابت ہو کیونکہ قیاس تو حکم کو ظاہر کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ اس کو ثابت کرنے والا۔چنانچہ،''شَرْحُ مِرْقَاةِ الْوُصُوْل'' میں فرمایا: ''قیاس مُظْھِر (یعنی حکم کو ظاہر کرنے والا) ہوتا ہے ،مُثْبِت (یعنی حکم کو ثابت کرنے والا) نہیں ہوتا۔اور ظاہر میں ''مُثْبِت'' (قرآن وسنت سے)دلیلِ اصل ہوتی ہے اور حقیقت میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہے۔

(١٦)

ترجمہ کنزالایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو

(پارہ ١٧ الانبیآء ٧)

(١٧)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن پانچ قسموں پر اترا[١] حلال حرام محکم اور متشابہ[٢] اور مثالیں لہٰذا حلال کو حلال جانو اور حرام کو

---

[١] حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں؛ (مرآۃ المناجیح، ج١ص ١٨٠) بطریق اجمال ان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔جیسے ''اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ'' یا ''وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ'' ان دو آیتوں میں اجمالی طور پر سارے حلال وحرام کا ذکر آگیا ہے۔

[٢] محکم کے اصطلاحی معنے ہیں ناقابل نسخ آیات مگر یہاں کھلی اور واضح آیتیں مراد ہیں کہ اس کے مقابل متشابہ فرمایا گیا۔ متشابہ: وہ آیات ہیں جن کے معنی یا مراد سمجھ میں نہ آسکیں۔امثال سے گزشتہ امتوں کے قصے یا مثالیں مراد ہیں۔

حرام مانو محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان لاؤ[1] مثالوں سے عبرت پکڑو[2] یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا جس کی عبارت یوں ہے کہ حلال پر عمل کرو اور حرام سے بچو اور محکم کی اتباع کرو۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد دین وملت حضرتِ علاّمہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃ الرحمن محکم ومتشابہ کا فرق یوں بیان فرماتے ہیں۔

محکم ومتشابہ میں فرق کا بیان

عرض: مُشَبِّہ کہتے ہیں:

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ

ترجمہ کنز الایمان: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے (پ۲۶، الفتح: ۱۰)

یہ اور اِس کے سوا جو آیات تشبیہ پر دلالت کرتی ہیں محکم ہیں اور

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ

ترجمہ کنز الایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔ (پ۲۵، الشوریٰ: ۱۱)

وغیرہ آیاتِ تنزیہ، مُتَشَابِہ اسی طرح وہابیہ کہہ دیں کہ

لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ

ترجمہ کنز الایمان: غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ (پ۲۰، النمل: ۶۵)

محکم اور آیاتِ مُثْبِتَہ علمِ غیب (یعنی علم غیب ثابت کرنے والی آیات) متشابہ۔

قدریہ کہتے ہیں:

---

[1] کہ جو کچھ متشابہ کی مراد ہے حق ہے ہمیں اگرچہ اس پر اطلاع نہیں۔

[2] کہ گزشتہ قوموں پر جن وجوہ سے عذاب آئے وہ تم چھوڑ دو۔ اس سے قیاس شرعی کا ثبوت ہوا۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

(پ ۱۴، النحل: ۱۱۸)

محکم اور

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ

ترجمہ کنز الایمان: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ (پ ۲۹، الدھر: ۳۰)

متشابہ۔ اور جبریہ [۴]۔ اس کا عکس کہتے ہیں (یعنی جس آیت کو قدریہ محکم کہتے ہیں اسے جبریہ متشابہ اور جسے قدریہ متشابہ کہتے ہیں اسے جبریہ محکم مانتے ہیں) اس کا معیار کیا ہے جس سے محکم اور متشابہ کا امتیاز ہو جائے؟

ارشاد: جس آیت کو اس کے ظاہر معنی پر حمل کرنے (یعنی ظاہری معنی مراد لینے) سے کوئی عقلی اِستحالہ (یعنی اس کا عقلاً محال ہونا) لازم آتا ہو وہ "متشابہ" ہے۔

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ

ترجمہ کنز الایمان: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے (پ ۲۶، الفتح: ۱۰)

کے معنی ظاہر اگر لیں تو اس کا ہاتھ مانا اور جب ہاتھ ہوا تو جسم بھی ہوا اور ہر جسم مرکب اور مرکب اپنے وجود میں اپنے ان اَجزا کا محتاج ہے جن سے وہ مرکب ہے، جب تک وہ موجود نہ ہولیں یہ موجود نہیں ہو سکتا تو خدا کا محتاج ہونا لازم آیا، اور ہر محتاج حادِث اور کوئی حادث قدیم نہیں اور جو قدیم نہ ہو خدا نہیں ہو سکتا تو سرے سے اُلوہیت ہی کا انکار ہو گیا، اس لیے ثابت ہوا کہ "محکم" نہیں متشابہ ہے اور

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ

ترجمہ کنز الایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔ (پ ۲۵، الشوری: ۱۱)

محکم ہے۔ اسی طرح

لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

ترجمہ کنز الایمان: غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ (پ ۲۰، النمل: ۶۵)

اس کو اپنے ظاہر پر رکھا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ ''کسی طرح کا علم غیب کسی کو نہیں سوا ربّ عَزَّ وَجَلَّ کے۔ حالانکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے صدہا علومِ غیب جنت ونار و ملائکہ و جن، حساب، ثواب، عذاب، عقاب، میزان، صراط، اعراف کے متعلق بیان فرمائے ہیں تو مَعَاذَ اللہ کذبِ الٰہی لازم آیا تو معلوم ہوا کہ یہ اپنے عمومِ ظاہر پر نہیں بلکہ آیات مُثبِتہ (یعنی علم غیب ثابت کرنے والی آیت) نے علم عطائی کی تخصیص کردی ہے اور جب اس آیت میں بالعطا و بالذات (یعنی عطائی اور ذاتی) دونوں کو عام ٹھہرالیا تو معنی یہ ہو جائیں گے کہ ''ذاتی علم غیب بھی سوا خدا کے کسی کو نہیں اور عطائی علم غیب بھی کسی کو سوا خدا کے نہیں'' مَعَاذَ اللہ کیسا بڑا استحالہ (یعنی تضاد) لازم آیا کہ خدا کو کسی دوسرے نے علم عطا کیا تو جاہل ہوا اور جہل نقصان ہے اور جس میں نقصان ہو خدا نہیں ہوسکتا تو الوہیت سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہوا، تو یہ اپنے عموم ظاہری پر محکم نہیں ہوسکتی۔ ہاں اپنے معنی میں ضرور محکم ہے۔ اسی طرح

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔
(پ ۱۴، النحل: ۱۱۸)

کو اگر اس کے ظاہر پر رکھو تو یہ معنی ہوں گے کہ ''بندے خود ان افعال کا خَلق کرتے ہوں'' تو قرآن عظیم میں جو سوال فرمایا گیا ہے۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ

کیا خدا کے سوا کوئی اور خالق ہے۔ (پ ۲۲، فاطر: ۳)

ہر عاقل کے نزدیک اس کا جواب نفی میں ہوگا اور اِس کا جواب مَعَاذَ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) اثبات میں ہوگا کہ ہاں ہزاروں سے زائد خالق خدا کے سوا موجود ہیں جو اپنے افعال کے خود خالق ہیں مَعَاذَ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) تو ظاہر ہوا کہ یہ بھی محکم نہیں۔

بس یہ محکم ہے:

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ○

ترجمہ کنز الایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ (پ۱۷، الانبیاء: ۲۳)

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ؕ

ترجمہ کنز الایمان: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ (پ۲۹، الدھر: ۳۰)

بندے کچھ ارادہ بھی نہیں کرسکتے جب تک مشیتِ الٰہی (یعنی ارادہ الٰہی) نہ ہو، پھر بھی خدا (عَزَّ وَجَلَّ) جو چاہے کرے۔ کوئی اس سے یہ سوال کرنے والا نہیں کہ تو نے ایسا کیوں کیا وہ فاعلِ مُختار ہے:

یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ

ترجمہ کنز الایمان: اللہ کرتا جو چاہے (پ۳، ال عمران: ۴۰)

یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ○

ترجمہ کنز الایمان: اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے (پ۶، المائدہ: ۱)

اور بندے جو کچھ بھی کریں اس سے سوال ہوگا۔ باوجود اس کے

وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ○

تمہارا ربّ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (پ ۲۴، حم السجدہ: ۴۶)

لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ ۚ

ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ (پ۵، النساء: ۴۰)

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ص ۵۱۱

(۱۸)

خطبہ امامِ اہلسنت، عاشقِ ماہِ نبوّت حامی سنت، ماحی بدعت، اعلی حضرت مجدد دین وملت حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُسَلْسَلِ اِحْسَانُه، اَلْمُتَّصِلِ اِنْعَامُه، غَيْرِ مُنْقَطِعٍ وَلَا مَقْطُوْعٍ فَضْلُه
وَاِكْرَامُه، وَذِكْرُه، سَنَدُ مَنْ لَا سَنَدَ لَه، وَاِسْمُه، اَحَدُ مَنْ لَا اَحَدَ لَه، وَاَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ
الْعَوَالِي الْمُنْزُوْلِ، وَاَكْمَلُ السَّلَامِ الْمُتَوَاتِرِ الْمَوْصُوْلِ، عَلٰى أَجَلِّ مُرْسَلٍ، كَشَّافِ كُلِّ
مُعْضَلٍ، اَلْعَزِيْزِ الْاَعَزِّ الْمُعِزِّ الْحَبِيْبِ، الْفَرْدِ فِيْ وَصْلِ كُلِّ غَرِيْبٍ، فَضْلُهُ الْحَسَنُ مَشْهُوْرٌ
مُسْتَفِيْضٌ، وَبِالْاِسْتِنَادِ اِلَيْهِ يَعُوْدُ صَحِيْحاً كُلُّ مَرِيْضٍ، قَدْ جَاءَ جُوْدُهُ الْمَزِيْدُ فِيْ مُتَّصِلِ
الْاَسَانِيْدِ، بَلْ كُلُّ فَضْلٍ اِلَيْهِ مُسْنَدٌ، عَنْهُ يُرْوٰى وَاِلَيْهِ يُرَدُّ، فَسُمُوْطُ فَضَائِلِهِ الْعَلِيَّةِ
مُسَلْسَلَاتٌ بِالْاَوَّلِيَّةِ، وَكُلُّ دُرٍّ جَيِّدٍ مِنْ بَحْرِه مُسْتَخْرَجٌ، وَكُلُّ مُدْرَجٍ جُوْدٍ فِيْ سَائِلِيْهِ
مُدْرَجٌ، فَهُوَ الْمُخْرِجُ مِنْ كُلِّ حَرَجٍ، وَهُوَ الْجَامِعُ، وَلَهُ الْجَوَامِعُ، عَلَمُه، مَرْفُوْعٌ، وَحَدِيْثُه،
مَسْمُوْعٌ، وَمُتَابِعُه، مَشْفُوْعٌ، وَالْاِصْرُ عَنْهُ، مَوْضُوْعٌ، وَغَيْرُه، مِنَ الشَّفَاعَةِ قَبْلَه مَمْنُوْعٌ،
فَاِلَيْهِ الْاِسْنَادُ فِيْ مَحْشَرِ الصُّفُوْفِ، وَاَمْرُ الْمَوْقِفِ عَلٰى رَأْيِهِ مَوْقُوْفٌ، حَوْضُه، الْمَوْرُوْدُ
لِكُلِّ وَارِدٍ مَسْعُوْدٍ، فَيَافَوْزَ مَنْ هُوَ مِنْه، مُنْهِلٌ وَمَعْلُوْلٌ، فَبِه كُلُّ عِلَّةٍ مِنْ مُعَلَّلٍ تَزُوْلُ، حِزْبُه،
الْمُعْتَبَرُ، وَالشُّذُوْذُ مِنْهُ مُنْكَرٌ، وَطَرِيْقُ الشَّاذِّ اِلٰى شَوَاظِ سَقَرَ، حَافِظُ الْاُمَّةِ مِنَ الْاُمُوْرِ
الدَّلْهَمَةِ، اَلذَّابُّ عَنَّا كُلَّ تَلْبِيْسٍ وَتَدْلِيْسٍ، وَالْجَابِرُ لِقَلْبٍ بَائِسٍ مُضْطَرِبٍ مِنْ عَذَابٍ
بَئِيْسٍ، اَلْحَاكِمُ الْحُجَّةُ الشَّاهِدُ الْبَشِيْرُ، مُعْجَمٌ فِيْ مَدْحِه كُلُّ بَيَانٍ وَتَقْرِيْرٍ، عُلُوُّه، لَا
يُدْرَكُ، وَمَا عَلَيْهِ مُسْتَدْرَكٌ، مَقْبُوْلُه يُقْبَلُ، وَمَتْرُوْكُه، يُتْرَكُ، تَعَدَّدَ طُرُقُ الضَّعِيْفِ اِلَيْهِ،
فَمِنْ سُنَنِهِ الصِّحَاحِ اَلتَّعَطُّفُ عَلَيْهِ، فَيَجْبُرُ بِاِعْتِضَادِهِ قَلْبَه، الْجَرِيْحُ، وَيَرْتَقِيْ مِنْ ضَعْفِه اِلٰى
دَرَجَةِ الصَّحِيْحِ، مَدَارُ اَسَانِيْدِ الْجُوْدِ وَالْاَكْرَامِ، مُنْتَهٰى سَلَاسِلِ الْاَنْبِيَاءِ الْكِرَامِ، صَلَّى اللّٰهُ
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ، مَلَأَ آفَاقِ السَّمَاءِ وَاَطْرَافِ الْعَالَمِ، وَعَلٰى اٰلِه وَصَحْبِه وَكُلِّ
صَالِحٍ مِنْ رِجَالِه وَحِزْبِه، رُوَاةِ عِلْمِه وَدُعَاةِ شَرْعِه وَوُعَاةِ اَدَبِه، وَعَلٰى كُلِّ مَنْ لَه وِجَادَةٌ
وَمُنَاوَلَةٌ مِنْ اَفْضَالِهِ الْوَاصِلَةِ الدَّارَّةِ الْمُتَوَاصِلَةِ بِحُسْنِ ضَبْطٍ مَحْفُوْظِ النِّظَامِ، مِنْ دُوْنِ
وَهْمٍ وَلَا اِيْهَامٍ، وَلَا اِخْتِلَاطٍ بِالْاَعْدَاءِ اللِّيَامِ، مَا رُوِيَ خَبَرٌ وَحُوِيَ اِجَازَةٌ، وَغَلَبَ حَقِيْقَةٌ

الْکَلَامِ مَجَازَہ۔'' آمِین اَمَّابَعْدُ:

یہ خطبہ امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کا تحریر کردہ ہے جس میں تقریباً اسی (۸۰) مصطلحات حدیث کو بطور براعۃ استہلال نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو آپ کی ذہانت، فطانت اور جودتِ طبع پر دال ہے۔ مصطلحات مشمولہ ہیں ☆حدیث ☆خبر ☆تقریر ☆مسموع ☆سند ☆اسناد ☆طریق ☆متواتر ☆مشہور ☆مستفیض ☆عزیز ☆غریب ☆فرد ☆احد ☆مقبول ☆مردود ☆صحیح ☆متصل ☆موصول ☆وصل ☆متصل الاسانید ☆معلل ☆علت ☆شاذ ☆شذوذ ☆ضبط ☆حسن ☆ضعیف ☆اعتضاد ☆محفوظ ☆منکر ☆متابع ☆شاہد ☆معتبر ☆مرسل ☆معضل ☆منقطع ☆مدلس ☆موضوع ☆متروک ☆معلول ☆مدرج ☆مضطرب ☆مزید فی متصل الاسانید ☆اختلاط ☆وہم ☆مرفوع ☆ موقوف ☆مقطوع ☆منتھی ☆عوالی ☆نوازل ☆ علیۃ ☆علو ☆رجال ☆مسلسل بالاولیت ☆وداۃ ☆دعاۃ ☆صحب ☆روی ☆یروی ☆اجازۃ ☆مناولۃ ☆وجادۃ ☆مجاز ☆صالح ☆جید ☆حافظ ☆حاکم ☆حجت ☆جامع ☆جوامع ☆سنن ☆مسند ☆معجم ☆متخرج ☆مستدرک ☆صحاح ☆مخرج۔

ترجمہ:

تمام تعریفیں اللہ کیلئے جس کا احسان مسلسل وانعام متصل ہے، اس کا فضل ختم ہوتا ہے ا ور نہ ہی اسکا کرم روکا جاسکتا ہے، اس کا ذکر بے کس کا سہارا اور اس کا نام بے بس کا یار اہے۔ اور افضل ترین درود جو نزول میں اعلی ترین ہو اور کامل ترین سلام جو پے در پے بغیر فاصلہ کے ہو، نازل ہو رسولوں کے سردار پر جو کہ ہر پیچیدگی کو حل کرنے والے، عزیز، عزیز تر، معزز بنانے والے محبوب ہیں۔ یکتا ہیں ہر غریب کی دستگیری کو پہنچنے میں۔ ان کا فضل حسن مشہور اور ہر ایک کو عام ہے اور ان کے سہارے سے ہر مریض صحیح ہو جاتا ہے ان کی زائد تر سخاوت متصل سندوں میں وارد ہے۔ بلکہ ہر فضل انہی کی طرف بلند کیا جاتا ہے انہی سے سیراب ہوتا ہے اور ا نہی کی طرف پھرتا ہے لہٰذا ان کے اعلی فضائل کی لڑی اولیت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور ہر عمدہ

موتی انہی کے بحر ذخار سے نکالا جاتا ہے اور ہر سخاوت کا (دریا) بہانے والا ان کے مانگنے والوں میں ضم ہے لہٰذا وہ ہر تنگی سے نکالنے والے ہیں اور کمالات کے جامع ہیں اور انہیں کیلئے جوامع الکلم ہیں ان کا پرچم بلند ہے اور ان کی بات سنی جاتی ہے اور ان کی اتباع کرنے والے کی شفاعت مقبول ہے اور ان سے مستغنی ہونا خسران ہے، ان سے پہلے اور کوئی شفاعت کیلئے ماذون نہیں تو انہی کی پناہ (سہارا) ہے صف بستہ قوم کے محشر میں اور موقف کا (ہولناک) معاملہ انہی کی رائے پر موقوف ہے ان کا حوضِ (کوثر) ہر سعادت مند کیلئے ہے، تو اس کی کامیابی قابل رشک ہے جو ان سے بار بار سیراب ہو، پس انہی سے ہر بیمار کا روگ دور ہوتا ہے انہی کا گروہ قابل تقلید ہے اور اس سے علیحدگی بری ہے اور علیحدہ ہونے والے کا رستہ جہنم کے شعلوں کی طرف ہے، امت کی حفاظت کرنے والے ہیں تاریک حادثات سے، ہم سے دور کرنے والے ہیں ہر شک وعیب کو اور جوڑنے والے ہیں پریشان کے دل کو جو کہ بے چین ہو سخت عذاب کے خوف سے۔ حاکم، دلیل، گواہ اور خوشخبری دینے والے ہیں، جن کی مدح میں ہر بیان وتقریر تشنہ ہے، ان کی بلندی تک نہیں پہنچا جاسکتا دریں حال کہ ان پر کوئی عیب نہیں، انکا مقبول مقبول ہے اور ان کا دھتکارا ہوا مردود ہے، ناتواں کے لئے ان کی بارگاہ تک پہنچنے کے کئی راستے ہیں پس ان کی عمدہ سنتوں میں سے کمزور پر مہربانی کرنا بھی ہے لہذا ان کا دامن تھامنے سے اس کا زخمی دل دلاسہ پاتا ہے اور اپنی کمزوری سے درست ہو کر تندرست کے مرتبے تک بلند ہوجاتا ہے، آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سخاوت وکرم کی سندوں کے سرچشمہ ہیں انبیاء کرام کے سلسلے کو انتہاء تک پہنچانے والے ہیں، اللہ تعالی کا درود وسلام ہو ان پر اور دیگر انبیاء پر ایسا درود وسلام جو آسمان کے افق اور عالم کے کناروں کو بھر دے، اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی آول واصحاب پر اور آپ کے عہد مبارک اور لشکر کے ہر فردِ صالح پر درود وسلام ہو جو کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے علم کے راوی اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی شریعت کے داعی اور آپ کے ادب کے محافظ ونگہبان ہیں اور ہر اس شخص پر درود وسلام ہو جو کہ پانے والا اور حاصل کرنے والا ہے آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے مسلسل ولگاتار متواتر فضل سے قوی حافظہ کے

ذریعے محفوظ نظام کو کسی وہم وایہام کے بغیر اور کمینے دشمنوں سے ملے بغیر اس حال میں کہ اس نے کوئی اپنی تجرباتی بات اور من مانی سند بیان نہیں کی ،اور اس کے کلام کی حقیقت اس کے مجاز پر غالب ہے۔آمین۔

(۱۹)

ابن قیم ابن تیمیہ کا شاگرد خاص تھاان دونوں کے بارے میں امام حافظ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں: ''ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزیہ وغیرہ کی کتابوں میں جو کچھ خرافات ہیں ان سے خودکو بچا کر رکھنا کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیااور اللہ عزوجل نے جان کر ان کو گمراہیت میں چھوڑ دیا اور ان کے کانوں اور دل پر مُہر کردی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیاتو اللہ عزوجل کے سوا کون ہے جوان کو ہدایت دے اور (افسوس) کیسے ان بے دینوں نے اللہ عزوجل کی حدود سے تجاوز کیا اور بدعتوں میں اضافہ کیا اور شریعت وحقیقت کی دیوار میں سوراخ کردیا۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم اپنے رب (عزوجل) کی طرف سے ہدایت پر ہیں جبکہ وہ ایسے نہیں ہیں بلکہ وہ تو شدید گمراہی وگھٹیاعادات سے متصف ہیں اورانتہائی سخت سزاوخسارے کے مستحق ہیں اورانہوں نے جھوٹ و بہتان کی اِنتہا کردی ، اللہ عزوجل ان کے پیروکاروں کوذلیل ورسوا کرے اور ان جیسوں کے وجود سے زمین کو پاک کرے۔'' (آمین بجاہ النبی الامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم)

(فتاویٰ حدیثیہ، ص ۲۷۱)

توجہ رہے اِمام ابن حجر ہیتمی المکی المتوفی 973 ھجری حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے چارسوسال پہلے کے بزرگ ہیں اور یہ بھی توجہ رہے ابن قیم ابن تیمیہ کا نام حضرت مصنف حجت قائم کرنے کے لئے لیں گے کیوں کہ تمام وہابی ان دونوں کو اپنا امام مانتے ہیں۔

(۲۰)

تمام امت کو کافر گردانتا

امام العلماء سید سند شیخ الاسلام بالبلد الحرام سیدی احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی نے اپنی کتاب مستطاب درر سنیہ میں اس طائفہ بے باک اور اس کے امام سفاک کے اعمال کا حال عقائد کا ضلال خاتمہ کا وبال قدرے مفصل تحریر فرمایا، اور بیس حدیثوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت امیر المومنین امام المتقین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ وہ حضرت امیر المومنین مولٰی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کا اس طائفہ تالفہ کے ظہور پر شرور کی طرف ایماو اشعار فرمانا بتایا ان بعض حدیثوں اور ان سے زائد کی تفصیل فقیر کے رسالہ النہی الاکید میں مذکور، یہاں اس کتاب مستطاب ہادی صواب سے چند حرف اس مقام کے متعلق نقل کرنا منظور۔ قال رضی اللہ تعالٰی عنہ هؤلاء القوم لایعتقدون موحدا الامن تبعهم کان محمدبن عبدالوهاب ابتدع هذه البدعة، وکان اخوه الشیخ سلیمٰن من اهل العلم فکان ینکر علیه انکارا شدید افی کل یفعله اویامربه فقال له یوما کم ارکان الاسلام؟ قال خمسة، قال انت جعلتها ستة، السادس من لم یتبعک فلیس بمسلم، هذا عندک رکن سادس للاسلام، وقال رجل أخریوما کم یعتق الله کل لیلة فی رمضان؟ قال مائة الف، وفی أخر لیلة یعتق مثل ما اعتق فی الشهر کله؟ فقال له لم یبلغ من اتبعک عشر عشر ماذکرت فمن هؤلاء المسلمون الذین یعتقهم الله وقد حصرت المسلمین فیک وفیمن اتبعک فبهت الذی کفر، فقال له رجل أخر هذا الدین الذی جئت به متصل ام منفصل فقال حتی مشایخی ومشایخهم الی ستمائة سنة کلهم مشرکون فقال الرجل اذن دینک منفصل لا متصل فعمن اخذته قال وحی الهام کالخضر ومن مقابحه انه قتل رجلا اعمی کان مؤذنا صالحاذا صوت حسن نهاه عن الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فامر بقتله فقتل ثم قال ان الربابة فی بیت الخاطئة یعنی الزانیة اقل اثما ممن ینادی بالصلٰوة علی النبی (صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم) فی المنائر، وکان یمنع اتباعه من مطالعة کتب الفقه

واحرق كثيرامنها واذن لكل من اتبعه ان يفسر القرآن بحسب فهمه حتى همج الهمج من اتباعه فكان كل واحد منهم يفعل ذلک ولو كان لايحفظ القرآن ولا شيئاً منه فيقول الذى لايقرؤ منهم لآخر يقرؤ اقرأ على حتى افسر لک فاذا قرأ عليه يفسره له برايه وامرهم ان يعملوا ويحكموا بما يفهمونه فجعل ذلک مقدما على كتب العلم ونصوص العلماء وكان يقول فى كثير من اقوال الائمة الاربعة ليست بشئى وتارة يتستر ويقول ان الائمة على حق ويقدح فى اتباعهم من العلماء الذين القوا فى مذهب الاربعة وحرروها ويقول انهم ضلوا واضلوا، م وتارة يقول ان الشريعة واحدة فما لهؤلاء جعلوها مذاهب اربعة هذا كتاب الله وسنة رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم لاتعمل الا بهما كان ابتداء ظهورا مره فى الشرق ۱۱۴۳ھ، وهى فتنة من اعظم الفتن كانوا اذا اراد احد ان يتبعهم على دينهم طوعاً او كرهاً يامرونه بالاتيان بالشهادتين اولا ثم يقولون له اشهد على نفسک ان كنت كافر او اشهد على والديک انهما ماتا كافرين واشهد على فلان وفلان ويسمون له جماعة من اكابر العلماء الماضين فان شهدوا بذلک قبلوهم والا امرو ابقتلهم وكانوا يصرحون بتكفير الامة من منذست مائة سنة، و اول من صرح بذلک محمد بن عبدالوهاب فتبعوه فى ذلک، وكان يطعن فى مذاهب الائمة واقوال العلماء ويدعى الانتساب الى مذهب الامام احمد رضى الله تعالى عنه كذبا وتسترا وزورا والا مام احمد برئ منه واعجب من ذلک انه كان يكتب الى عماله الذين هم من اجهل الجاهلين اجتهدوا بحسب فهمكم ولا تلتفتوا الهذه الكتب فان فيها الحق والباطل وكان اصحابه لايتخذون مذهباً من المذاهب بل يجتهدون كما امرهم ويتسترون ظاهرا بمذهب الامام احمد ويلبسون بذلک على العامة، فانتدب للرد عليه علماء المشرق والمغرب من جميع المذاهب، ومن منكراته منع الناس من قراءة مولدالنبى صلى الله تعالى عليه وسلم ومن الصلوة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فى المنائر بعد الاذان، ومنع الدعاء بعد الصلوة وكان يصرح بتكفير المتوسل بالانبياء والاولياء

وینکر علم الفقہ ویقول ان ذلک بدعۃ ملتقطاً۔

(االدرر السنیہ ، المکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۳۹ تا ۵۳)

شیخ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ گروہ وہابیہ اپنے پرووں کے سوا کسی کو موحد نہیں جانتے، محمد بن عبدالوہاب ، نے یہ نیا مذہب نکالا، اس کے بھائی شیخ سلیمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہ اہل علم سے تھے اس پر ہر فعل وقول میں سخت انکار فرماتے ایک دن اس سے کہا اسلام کے رکن گے ہیں؟ بولا : پانچ فرمایا، تو نے چھ کردیئے ، چھٹا یہ کہ جو تیری پیروی نہ کرے وہ مسلمان نہیں، یہ تیرے نزدیک اسلام کا رُکن ششم ہے، اور ایک صاحب نے اس سے پوچھا: اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں کتنے بندے ہر رات آزاد فرماتا ہے۔؟ بولا : ایک لاکھ اور پچھلی شب اتنے کہ سارے مہینے میں آزاد فرمائے تھے۔ ان صاحب نے کہا: تیرے پیرو تو اس کے سوویں حصہ کو بھی نہ پہنچے وہ کون مسلمان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ رمضان میں آزاد فرماتا ہے، تیرے نزدیک تو بس تو اور تیرے پیرو ہی مسلمان ہیں، اس کے جواب میں حیران ہو کر رہ گیا کافر، اور ایک شخص نے اس سے کہا یہ دین کہ تو لایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متصل ہے یا منفصل ؟ بولا خود میرے اساتذہ اور ان کے اساتذہ چھ سو برس تک سب مشرک تھے کہا: تو تیرا دین منفصل ہوا متصل تو نہ ہوا، پھر تو نے کس سے سیکھا ؟ بولا : مجھے خضر کی طرح الہامی وحی ہوئی، اور اس کی خباثتوں سے ایک یہ ہے کہ ایک نابینا متقی خوش آواز موذن کو منع کیا کہ منارہ پر اذان کے بعد صلوۃ نہ پڑھا کر، انہوں نے نہ مانا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوۃ پڑھی اس نے ان کے قتل کا حکم دے کر شہید کرادیا کہ رنڈی کی چھوکری اس کے گھر ستار بجانے والی اتنی گنہگار نہیں جتنا منارہ پر باآواز بلند نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر درود بھیجنے والا، اور اپنے پیروؤں کو کتب فقہ دیکھنے سے منع کرتا، فقہ کی بہت سی کتابیں جلادیں اور انہیں اجازت دی کہ ہر شخص اپنی سمجھ کے موافق قرآن کے معنی گھڑ لیا کرے یہاں تک کہ کمینہ سا کمینہ کودن سا کودن اس کے پیروؤں کا تو ان میں ہر شخص ایسا ہی کرتا اگرچہ قرآن عظیم کی ایک آیت بھی نہ یاد ہوتی، جو محض ناخواندہ تھا وہ پڑھے ہوئے سے کہتا کہ تو مجھے پڑھ کر سنا

میں اس کی تفسیر بیان کروں، وہ پڑھتا اور یہ معنی گھڑتا۔ پھر انہیں تفسیر ہی کرنے کی اجازت نہ دی بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی حکم کیا کہ قرآن کے جو معنی تمہاری اپنی انکل میں آئیں انہیں پر عمل کرو اور انہیں پر مقدمات میں حکم دو اور انہیں کتابوں کے حکم اور اماموں کے ارشاد سے مقدم سمجھو، آئمہ اربعہ کے بہت سے اقوال کو محض ہیچ و پوچ بتاتا اور کبھی تقیہ کر جاتا اور کہتا کہ امام تو حق پر تھے مگر یہ علماء جو ان کے مقلد تھے اور چاروں مذہب میں کتابیں تصنیف کر گئے اور ان مذاہب کی تحقیق و تلخیص کو گزرے یہ سب گمراہ تھے اور اوروں کو گمراہ کر گئے۔ اور کبھی کہتا شریعت تو ایک ہے ان فقہاء کو کیا ہوا کہ اس کے چار مذہب کر دیئے یہ قرآن و حدیث موجود ہیں ہم تو انہیں پر عمل کریں گے، مشرق میں اس کے مذہب جدید ۱۱۴۳ھ سے ظہور کیا اور یہ فتنہ عظیم فتنوں سے ہوا، جب کوئی شخص خوشی سے خواہ جبراً وہابیوں کے مذہب میں آنا چاہتا اس سے پہلے کلمہ پڑھواتے پھر کہتے خود اپنے اوپر گواہی دے کہ اب تک تو کافر تھا اور اپنے ماں باپ پر گواہی دے کہ وہ کافر مرے اور اکابر آئمہ سلف سے ایک جماعت کے نام لے کر کہتے ان پر گواہی دے کہ یہ سب کافر تھے پھر اگر اس نے گواہیاں دے لیں جب تو مقبول ورنہ مقتول۔ اگر ذرا انکار کیا مروا ڈالتے اور صاف کہتے کہ چھ ۶۰۰ سو برس سے ساری امت کافر ہے، اول اس کی تصریح اسی عبدالوہاب نے کی پھر سارے وہابی یہی کہنے لگے، وہ آئمہ کے مذہب اور علماء کے اقوال پر طعن کرتا اور براہ تقیہ جھوٹ فریب سے حنبلی ہونے کا ادعا رکھتا حالانکہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بری و بیزار ہیں اور اس سے عجیب تر یہ کہ اس کے نائب جو ہر جاہل سے بدتر جاہل ہوتے انہیں لکھ بھیجتا کہ اپنی سمجھ کے موافق اجتہاد کرو اور ان کتابوں کی طرف منہ پھیر کر نہ دیکھو کہ ان میں حق و باطل سب کچھ ہے، اس کے ساتھ لا مذہب تھے اس کے کہنے کے مطابق آپ مجتہد بنتے اور بظاہر جاہلوں کے دھوکا دینے کو مذہب امام احمد کی ڈھال رکھتے یہ چال ڈھال دیکھ کر مشرق و مغرب کے علمائے جمیع مذاہب اس کے رد پر کمر بستہ ہوئے ۔اس کی بری باتوں سے یہ بھی ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف پڑھنے اور اذان کے بعد مناروں پر حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوۃ بھیجنے اور نماز کے

بعد دعا مانگنے کو ناجائز بتایا اور انبیاء و اولیاء سے توسل کرنے والون کو صراحتہ کافر کہتا اور علم فقہ سے انکار رکھتا اور اسے بدعت کہا کرتا انتہی ملتقطا۔

(۲۱)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

(پارہ ۳ آل عمران ۱۹)

(۲۲)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

(پارہ ۳ آل عمران ۸۵)

(۲۳)

ترجمہ کنزالایمان: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

(پارہ ۱۰ التوبہ ۵)

(۲۴)

ترجمہ کنزالایمان: تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں

(پارہ ۱۰ التوبہ ۱۱)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اپنی کتاب علم القرآن میں فرماتے ہیں کہ ابھی حال ہی میں ایک کتاب میری نظر سے گزری ہے ''جواہر القرآن'' جو کسی ملحد غلام اللہ خاں (اللہ کے غلام) نے لکھی ہے اس میں بھی اندھا دھند ترجمہ کیا گیا ہے بتوں کی آیات پیغمبروں پر، کفار کی آیتیں مسلمانوں پر بے دھڑک چسپاں کر کے مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا بھر کے علماء، صوفیاء، مومنین اور صالحین مشرک تھے اور مسلمان موحد صرف میں ہی ہوں یا میری ذریت۔ بخاری شریف جلد دوم میں باب باندھا ہے۔ باب

اَلْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِيْنَ خارجیوں اور بے دینوں کا باب وہاں ترجمہ باب میں فرمایا: وَ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰی اٰیَاتٍ نُزِلَتْ فِی الْکُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان خارجیوں، ملحدوں کو اللہ کی مخلوق میں بدتر سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان بے دینوں نے ان آیتوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کیا۔ (صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین...الخ، تحت الباب قتل الخوارج والملحدین...الخ، ج ۴، ص ۳۸۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت) یہ ہی طریقہ اس ملحد نے اختیار کیا ہے۔ غرضیکہ ترجمہ قرآن بے دھڑک کرنا ہی ایسی بڑی بیماری ہے جس کا انجام ایمان کا صفایا ہے۔
علم القرآن ص ۲۱

توجہ رہے کہ آج کے تمام وھابی دیوبندی تبلیغی اپنے سوا سارے مسلمانوں کو کافر اور مشرک قرار دیتے ہیں یہی وجہ ہے کے خودکش حملہ آور مسلمان فوجیوں، مسلمان پولیس آفیسرز اور عوام کو مار کر خوش ہوتے ہیں۔ یہ بھی توجہ رہے کہ ہر خودکش بمبار کا تعلق دیوبندی وہابی مدارس سے نکلتا ہے نیز ان تمام وھابی دیوبندی تبلیغی کی مساجد فوجی قلعوں کی مانند ہوتی ہیں۔

(۲۵)

اس بارے میں ہمارا عقیدہ

شرک

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اپنی کتاب علم القرآن میں فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ (رکھنا شرک) ہے کہ ہر ذرہ کا خالق و مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر وہ اتنے بڑے عالم کو اکیلا سنبھالنے پر قادر نہیں اس لئے اس نے مجبوراً اپنے بندوں میں سے بعض بندے عالم کے انتظام کے لئے چن لئے ہیں جیسے دنیاوی بادشاہ اور ان کے محکمے، اب یہ بندے جنہیں عالم کے انتظام میں دخیل بنایا گیا ہے وہ بندے ہونے کے باوجود رب تعالیٰ پر دھونس رکھتے ہیں کہ اگر ہماری شفاعت کریں تو رب کو مرعوب ہو کر ماننی پڑے اگر چاہیں تو ہماری بگڑی بنادیں، ہماری مشکل کشائی کر دیں، جو وہ کہیں رب تعالیٰ کو ان کی ماننی پڑے ورنہ

اس کا عالم بگڑ جاوے جیسے اسمبلی کے ممبر کہ اگر چہ وہ سب بادشاہ کی رعایا تو ہیں مگر ملکی انتظام میں ان کو ایسا دخل ہے کہ ملک ان سب کی تدبیر سے چل رہا ہے۔ یہ وہ شرک ہے جس میں عرب کے بہت سے مشرکین گرفتار تھے اور اپنے بت ودّ، یغوث، لات ومنات وعزیٰ وغیرہ کو رب کا بندہ مان کر اور سارے عالم کا رب تعالیٰ کو خالق مان کر مشرک تھے۔ اس عقیدے سے کسی کو پکارنا شرک، اس کی شفاعت ماننا شرک، اسے حاجت روا مشکل کشا ماننا شرک، اس کے سامنے جھکنا شرک، اس کی تعظیم کرنا شرک، غرضیکہ یہ برابری کا عقیدہ رکھ کر اس کے ساتھ جو تعظیم وتوقیر کا معاملہ کیا جاوے وہ شرک ہے۔ ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:۔۔۔۔

مزید فرماتے ہیں

خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عرب کا شرک ایک ہی طرح کا نہ تھا بلکہ اس کی پانچ صورتیں تھیں:

(۱) خالق کا انکار اور زمانہ کو مؤثر ماننا (۲) چند مستقل خالق ماننا (۳) اللہ کو ایک مان کر اس کی اولاد ماننا (۴) اللہ کو ایک مان کر اسے تھکن کی وجہ سے معطل ماننا (۵) اللہ کو خالق و مالک مان کر اسے دوسرے کا محتاج ماننا، جیسے اسمبلی کے ممبر، شاہان موجودہ کیلئے اور انہیں ملکیت اور خدائی میں دخیل ماننا۔ ان پانچ کے سوا اور چھٹی قسم کا شرک ثابت نہیں۔

ان پانچ قسم کے مشرکین کے لئے پانچ ہی قسم کی تردیدیں قرآن میں آئی ہیں جن پانچوں کا ذکر سورہ اخلاص میں اس طرح ہے کہ قُلْ ھُوَ اللہُ میں دہریوں کا رد کہ اللہ عالم کا خالق ہے۔ اَحَدٌ میں ان مشرکوں کا رد جو عالم کے دو خالق مستقل مانتے تھے تا کہ عالم کا کام چلے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ میں ان مشرکین کا رد جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام وحضرت عزیر علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا بیٹا یا فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں مانتے تھے۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ میں ان لوگوں کا رد جو خالق کو تھکا ہوا مان کر مدبر عالم اوروں کو مانتے تھے۔

(۱) اعتراض: مشرکین عرب بھی اپنے بتوں کو خدا کے ہاں سفارشی اور خدا رسی کا وسیلہ مانتے تھے اور مسلمان بھی نبیوں، ولیوں کو شفیع اور وسیلہ مانتے ہیں تو وہ کیوں مشرک ہو گئے اور یہ کیوں مومن رہے؟ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: دوطرح فرق ہے کہ مشرکین خدا کے دشمنوں یعنی بتوں وغیرہ کو سفارشی اور وسیلہ سمجھتے تھے جو کہ واقعہ میں ایسے نہ تھے اور مومنین اللہ کے محبوبوں کو شفیع اور وسیلہ سمجھتے ہیں لہٰذا وہ کافر ہوئے اور یہ مومن رہے جیسے گنگا کے پانی اور بت کے پتھر کی تعظیم، ہولی، دیوالی، بنارس، کاشی کی تعظیم شرک ہے مگر آب زمزم، مقام ابراہیم، رمضان، محرم، مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ کی تعظیم ایمان ہے۔ حالانکہ زمزم اور گنگا جل دونوں پانی ہیں۔ مقام ابراہیم اور سنگ اسود۔ اور بت کا پتھر دونوں پتھر ہیں وغیرہ وغیرہ، دوسرے یہ کہ وہ اپنے معبودوں کو خدا کے مقابل دھونس کا شفیع مانتے تھے اور جبری وسیلہ مانتے تھے، مومن انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو محض بندہ محض اعزازی طور پر خدا کے اذن وعطا سے شفیع یا وسیلہ مانتے ہیں۔ اذن اور مقابلہ ایمان وکفر کا معیار ہے۔

(۲) اعتراض: مشرکین عرب کا شرک صرف اس لئے تھا کہ وہ مخلوق کو فریاد رس، مشکل کشا، شفیع، حاجت روا، دور سے پکار سننے والا، عالم غیب، وسیلہ مانتے تھے وہ اپنے بتوں کو خالق، مالک، رازق، قابض موت وحیات بخشنے والا نہیں مانتے تھے۔ اللہ کا بندہ مان کر یہ پانچ باتیں ان میں ثابت کرتے تھے قرآن کے فتوے سے وہ مشرک ہوئے۔ لہٰذا موجودہ مسلمان جو نبیوں علیہم السلام، ولیوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے لئے یہ مذکورہ بالا چیزیں ثابت کرتے ہیں وہ انہیں کی طرح مشرک ہیں اگر چہ انہیں خدا کا بندہ مان کر ہی کریں چونکہ یہ کام مافوق الاسباب مخلوق کے لئے ثابت کرتے تھے، مشرک ہوئے۔

جواب: یہ محض غلط اور قرآن کریم پر افترا ہے۔ جب تک رب تعالیٰ کے ساتھ بندے کو برابر نہ مانا جاوے، شرک نہیں ہوسکتا۔ وہ بتوں کو رب تعالیٰ کے مقابل ان صفتوں سے موصوف کرتے تھے۔ مومن رب تعالیٰ کے اذن سے انہیں محض اللہ کا بندہ جان کر مانتا ہے لہٰذا وہ مومن ہے۔ ان اللہ کے بندوں کے لئے یہ صفات قرآن کریم سے ثابت ہیں، قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں باذن الٰہی مردوں کو زندہ، اندھوں، کوڑھیوں کو اچھا کر سکتا ہوں، میں باذن الٰہی ہی مٹی کی شکل میں پھونک مار کر پرندہ بنا سکتا ہوں جو کچھ تم گھر میں

کھاؤیا بچاؤ بتا سکتا ہوں ۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میری قمیص میرے والد کی آنکھوں پر لگا دو ۔ انہیں آرام ہوگا، جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میں تمہیں بیٹا دوں گا ۔ ان تمام میں مافوق الاسباب مشکل کشائی حاجت روائی علم غیب سب کچھ آگیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے بے جان بچھڑے میں جان ڈال دی، یہ مافوق الاسباب زندگی دینا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء دم میں لاٹھی اور دم میں زندہ سانپ بن جاتا تھا آپ کے ہاتھ کی برکت سے، حضرت آصف آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس یمن سے شام میں لے آئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان بیٹھے ہوئے یوسف علیہ السلام کو سات قفلوں سے بند مقفل کوٹھڑی میں برے ارادے سے بچایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے روحوں کو حج کیلئے پکارا اور تا قیامت آنے والی روحوں نے سن لیا یہ تمام معجزات قرآن کریم سے ثابت ہیں جن کی آیات ان شاء اللہ باب احکام قرآنی میں پیش کی جائیں گی ۔ یہ تو سب شرک ہوگئیں بلکہ معجزات اور کرامات تو کہتے ہی انہیں ہیں جو اسباب سے ورا ہو۔ اگر مافوق الاسباب تصرف ماننا شرک ہوجاوے تو ہر معجزہ وکرامت ماننا شرک ہوگا۔ ایسا شرک ہم کو مبارک رہے جو قرآن کریم سے ثابت ہو اور سارے انبیاء و اولیاء کا عقیدہ ہو۔

فرق وہی ہے کہ باذن اللہ یہ چیزیں بندوں کو ثابت ہیں اور رب کے مقابل ماننا شرک ہے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے معجزات اور کرامات تو ہیں ہی ۔ ایک ملک الموت اور ان کے عملہ کے فرشتے سارے عالم کو بیک وقت دیکھتے ہیں اور ہر جگہ بیک وقت تصرف کرتے ہیں ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ

فرمادو کہ تم سب کو موت کا فرشتہ موت دیگا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔ (پ۲۱، السجدۃ:۱۱)

(2) حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ

یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے قاصد آئیں گے انہیں موت دینے (پ۸،

الاعراف:۳۷)

ابلیس ملعون کو یہ قوت دی گئی ہے کہ وہ گمراہ کرنے کیلئے تمام کو بیک وقت دیکھتا ہے وہ بھی اور اس کی ذریت بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(3) اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ

وہ شیطان اور اس کا قبیلہ تم سب کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ (پ۸، الاعراف:۲۷)

جو فرشتے قبر میں سوال و جواب کرتے ہیں، جو فرشتہ ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے، وہ سب جہان پر نظر رکھتے ہیں کیونکہ بغیر اس قوت کے وہ اتنا بڑا انتظام کر سکتے ہی نہیں اور تمام کام مافوق الاسباب ہیں۔ جواہر القرآن کے اس فتوے سے اسلامی عقائد شرک ہو گئے۔ فرق وہ ہی ہے جو عرض کیا گیا کہ رب کے مقابل یہ قوت ماننا شرک ہے اور رب کے خدام اور بندوں میں باذن الٰہی رب کی عطا سے یہ طاقتیں ماننا عین ایمان ہے۔

علم القرآن ص ۴۷

(۲۶)

ترجمہ کنزالایمان: اور شرک کرنے والے جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے شریک کہ ہم تیرے سوا پوجتے تھے۔

(پارہ ۱۴ النحل ۸۶)

(۲۷)

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کا تم اپنے میں ساجھا بتاتے تھے۔

(پارہ ۷ الانعام ۹۴)

(۲۸)

لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ

ترجمہ کنزالایمان: اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا

(پارہ ۲۴ الزمر ۶۵)

(۲۹)

یہ بطور تعلیق بالمحال فرمایا گیا ہے اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کا صغائر و کبائر سے معصوم ہونا اجماعی مسئلہ ہے۔ الرضوی۔

(۳۰)

وَلَوْ اَشْرَکُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا کَانُوا یَعْمَلُونَ۔

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔

(پارہ ۷ الانعام ۸۸)

(۳۱)

وَلَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَةَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا

اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھیرا لو۔

(۳۲)

ذبح ہو کر زندہ ہو جانے والے پرندے

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک مرتبہ خداوند قدوس کے دربار میں یہ عرض کیا کہ یا اللہ تو مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم کیا اس پر تمہارا ایمان نہیں ہے، تو آپ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ میں اس پر ایمان تو رکھتا ہوں لیکن میری تمنا یہ ہے کہ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تا کہ میرے دل کو قرار آجائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم چار پرندوں کو پالو اور ان کو خوب کھلا پلا کر اچھی طرح

ہلا ملا لو پھر تم انہیں ذبح کر کے اور ان کا قیمہ بنا کر اپنے گرد و نواح کے چند پہاڑوں پر تھوڑا تھوڑا گوشت رکھ دو۔ پھر ان پرندوں کو پکارو تو وہ پرندے زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آجائیں گے اور تم مردوں کے زندہ ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرغ، ایک کبوتر، ایک گدھ، ایک مور۔ ان چار پرندوں کو پالا۔ اور ایک مدت تک ان چاروں پرندوں کو کھلا پلا کر خوب ہلا ملا لیا۔ پھر ان چاروں پرندوں کو ذبح کر کے ان کے سروں کو اپنے پاس رکھ لیا اور ان چاروں کا قیمہ بنا کر تھوڑا تھوڑا گوشت اطراف و جوانب کے پہاڑوں پر رکھ دیا اور دور سے کھڑے ہو کر ان پرندوں کا نام لے کر پکارا کہ یٰاَیُّهَا الدِّیْکُ (اے مرغ) یٰاَیَّتُهَا الْحَمَامَةُ (اے کبوتر) یٰاَیُّهَا النَّسْرُ (اے گدھ) یٰاَیُّهَا الطَّاؤُسُ (اے مور) آپ کی پکار پر ایک دم پہاڑوں سے گوشت کا قیمہ اڑنا شروع ہو گیا اور ہر پرند کا گوشت، پوست، ہڈی، پر، الگ ہو کر چار پرند تیار ہو گئے اور وہ چاروں پرند بلا سروں کے دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے اور اپنے سروں سے جڑ کر دانہ چگنے لگے اور اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے مردوں کے زندہ ہونے کا منظر دیکھ لیا اور ان کے دل کو اطمینان و قرار مل گیا۔

اس واقعہ کا ذکر خداوند کریم نے قرآنِ مجید کی سورۂ بقرہ میں ان لفظوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ:۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (۲۶۰)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقیں کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور

جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (پ ۳، البقرۃ: ۲۶۰)

درسِ ہدایت:۔ مذکورہ بالا قرآنی واقعہ سے مندرجہ ذیل مسائل پر خاص طور سے روشنی پڑتی ہے۔ ان کو بغور پڑھیے اور ہدایت کا نور حاصل کیجئے اور دوسروں کو بھی روشنی دکھایئے۔

مردوں کو پکارنا

چاروں پرندوں کا قیمہ بنا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہاڑوں پر رکھ دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ثُمَّ ادْعُهُنَّ یعنی ان مردہ پرندوں کو پکارو۔ چنانچہ آپ نے چاروں کو نام لے کر پکارا تو اس سے یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ مردوں کو پکارنا شرک نہیں ہے کیونکہ جب مردہ پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے پکارنے کا حکم فرمایا اور ایک جلیل القدر پیغمبر نے ان مردوں کو پکارا تو ہرگز ہرگز یہ شرک نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خداوند کریم کبھی بھی کسی کو شرک کا حکم نہیں دے گا نہ کوئی نبی ہرگز ہرگز کبھی شرک کا کام کرسکتا ہے۔ تو جب مرے ہوئے پرندوں کو پکارنا شرک نہیں تو وفات پائے ہوئے خدا کے ولیوں اور شہیدوں کا پکارنا کیونکر شرک ہوسکتا ہے، جو لوگ ولیوں اور شہیدوں کے پکارنے کو شرک کہتے ہیں اور یاغوث کا نعرہ لگانے والوں کو مشرک کہتے ہیں، انہیں تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنا چاہیے کہ اس قرآنی واقعہ کی روشنی میں انہیں ہدایت کا نور نظر آجائے اور وہ اہل سنت کے طریقے پر صراط مستقیم کی شاہراہ پر چل پڑیں۔ (واللہ الموفق)

(۳۳)

(A) وہابی دیوبندی تبلغی تمام علماء وصلحاء کو کافر سمجھ کر اسلام کو صرف اپنے میں محدود سمجھنے لگے ہیں، چنانچہ مولوی غلام اللہ خاں صاحب نے اپنی کتاب ''جواہر القرآن'' کے صفحہ ۱۴۱، ۱۴۳ پر لکھا کہ جو کوئی نبی، ولی، پیر، فقیر کو مصیبتوں میں پکارے وہ کافر، مشرک ہے۔ اس کا کوئی نکاح نہیں اور صفحہ ۱۵۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ اس قسم کی نذر نیاز شرک ہے۔ اس کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے ۔ اس فتویٰ سے سارے مسلمان بلکہ خود دیوبندوں کے اکابر مشرک ہوگئے بلکہ خود مصنف صاحب کی بھی خیر نہیں وہ بھی اس کی زد سے نہیں بچے چنانچہ یہاں گجرات سے ایک صاحب نے تحریری استفتاء مولوی غلام اللہ خاں صاحب کی خدمت میں بذریعہ جوابی

ڈاک بھیجا جس میں سوال کیا کہ آپ نے اپنی کتاب ''جواہر القرآن'' کے صفحات مذکورہ پر لکھا ہے کہ پیروں کے پکارنے والے کا نکاح کوئی نہیں اور نذر نیاز کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے آپ کے محترم دوست اور دیوبندیوں کے مقتداء عالم عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے والد مولوی جلال شاہ صاحب ساکن دولتا نگر ضلع گجرات ، اور سنا گیا ہے کہ آپ کے والدین بھی گیارہویں کھاتے تھے اور کھلاتے تھے ''ختم غوثیہ'' پڑھتے تھے جس میں یہ شعر موجود ہے۔

امداد کن امداد کن از بحر غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

جلال شاہ کے عینی گواہ ایک نہیں دو نہیں بہت زیادہ موجود ہیں فرمایا جاوے کہ ان کا نکاح ٹوٹا تھا یا نہیں اور اگر نکاح ٹوٹ گیا تھا تو آپ۔۔۔۔۔۔ کے کیسے ہوئے

یوں ابن عبدالوھاب کے والد محترم بھی نذر نیاز والے تھے۔

(B) شاہ عبدالعزیز دہلوی نذر کے متعلق فرماتے ہیں۔

حضرت امیر و ذریہ طاہرہ اور ا تمام امت بر مثال مریدان و مرشدان می پرستند و امور تکوینہ را بایشاں وابستہ میدانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔

تمام امت مریدوں کی طرح حضرت امیر (علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد پاک کو مرشد تسلیم کرتی ہے اور تکوینی امور کو ان سے وابستہ مانتی ہے، اور فاتحہ، درود اور صدقات و نذر و نیاز ان کے نام رائج اور معمول ہے جس طرح کہ تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہ معاملہ رائج ہے۔

(تحفہ اثناء عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴)

وہابی اسماعیل دہلوی کہتا ہے۔

تقویۃ الایمان ص ۸: ''پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور اس کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت

نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل وسفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر وشرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ ومخلوق سمجھے سوابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے اھ۔"

(تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ٦)

آپ کس کی مانیں گے محدث دہلوی اور امت میں رائج معمول یا وھابی کی بکواس؟

(۳۴)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری والدہ فوت ہوگئیں تو کون سا صدقہ ان کے لئے بہتر ہے؟ فرمایا، پانی، تو انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا یہ کنواں سعد کی ماں کے (ایصالِ ثواب کے) لئے ہے۔

(سنن اَبی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، الحدیث: ۱۶۸۱، ج ۲، ص ۲۱۴)

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاَدب، باب فضل صدقۃ الماء، الحدیث: ۳۶۸۴، ج ۴، ص ۲۲۵)

سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہنا ہے کہ یہ کنواں ام سعد کے لیے ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کنواں سعد کی ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایصال ثواب کے لیے ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا گائے یا بکرے وغیرہ کو بزرگوں کی طرف منسوب کرنا مثلاً یہ کہنا کہ "یہ سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بکرا ہے" اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس سے مراد بھی یہی ہے کہ یہ بکرا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کے لیے ہے اور قربانی کے جانور کو بھی تو لوگ ایک دوسرے ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں، مثلاً کوئی اپنی قربانی کی گائے لئے چلا آرہا ہو اور اگر آپ اس سے پوچھیں کہ یہ کس کی ہے تو اس نے یہی جواب دینا ہے "میری گائے ہے" جب یہ کہنے والے پر اعتراض نہیں تو "غوث پاک کا بکرا" کہنے والے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ حقیقت میں ہر شے کا مالک اللہ عزوجل ہی ہے اور قربانی کی گائے ہو یا غوث پاک کا بکرا ہر ذبیحہ کے ذبح کے وقت اللہ عزوجل کا نام لیا جاتا ہے، اللہ وسوسوں سے نجات بخشے! آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

قبر کی مٹی سے مشک کی خوشبو مہک اٹھی

حضرت ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (سنہ ولادت ۱۹۴ھ، سن وفات ۲۵۶ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جب قبر میں رکھا گیا تو فوراً قبر شریف سے مُشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ قبر کا ذرہ ذرہ مشک بن گیا۔ لوگ زیارت کے لئے آتے اور خاکِ قبر کو بطورِ تبرک لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قبر میں غار پڑ گیا۔ (بایں خوف کہ لوگ اسی طرح مٹی لے جاتے رہے تو تھوڑے عرصے میں قبر ناپید ہو جائے گی) اس کے چاروں طرف لکڑی کا جنگلا لگا دیا گیا لیکن زائرین جنگلے سے باہر کی خاک لے جانے لگے تو اس میں بھی خوشبو پاتے تھے۔ مدت ہائے دراز تک یہ خوشبو مہکتی رہی۔
(صحیح البخاری، مقدمہ، ج۱، ص ۳)

اسی طرح مصنف دلائل الخیرات شریف حضرت علامہ محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۸۷۰ھ) کو ستتر سال کے بعد جب سرزمین "سوس" سے نکال کر "مراکش" کی سرزمین میں دفن کیا گیا، تو لوگوں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ کا کفن صحیح و سالم اور بدن تروتازہ تھا۔ اور جب آپ کو پہلے مدفن سے نکالا گیا۔ تو فضاء معطر ہو گئی آج بھی آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔
(مطالع المسرات، ص ۴)

مٹی مشک بن گئی

محمد بن شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی مٹی ہاتھ میں لی تو اس میں سے مشک کی خوشبو آنے لگی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں سے خوشبو آنے لگی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے سبحان اللہ! سبحان اللہ! فرمایا اور مسرت کے آثار آپ کے رخسار انور پر نمودار ہو گئے۔
(زرقانی، ج ۲، ص ۱۴۳ و حجۃ اللہ، ج ۲ ص ۸۶۸ بحوالہ ابن سعد)

شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ، غزوۃ بنی قریظۃ، ج ۳، ص ۹۸-۹۹

(۳۶)

انبیاء علیہم السلام، اہلبیت رسول، صحابہ کرام، ازواج مطہرات اور اولیاء کاملین و بزرگان دین کے مزارات کو شہید کرنے والے درندے امن پسند کلمہ گو مسلمانوں کی آج بھی بے دریغ گردنیں کاٹ رہے ہیں، خون مسلم کے دریا بہائے جا رہے ہیں اور رقص بسمل کے بے ضمیر تماشائی قہقہے برساتے اس ظلم عظیم کو جہاد کا مقدس نام دیتے ہوئے ایک لمحے کو بھی اللہ جبار وقہار کی بے آواز لاٹھی سے خوف نہیں کھاتے۔ وطن عزیز میں بھی اس خارجی وتکفیری دہشتگرد گروہ داعش کی فکر پھیلانے والے عناصر مسجدوں، مزاروں، گلیوں اور بازاروں میں نہتے مرد وزن اور معصوم بچوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں، جن کے سرپرستوں نے جنت البقیع اور جنت المعلیٰ سعودی عرب میں اہلبیت واصحاب رسول اور ازواج مطہرات اور جبل احد کے دامن میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ اور ان کے معزز رفقاء کے علاوہ حضور اکرم ص کی والدہ ماجدہ کے مزارات شہید کئے۔ امداد کے نام پر ان کے غیر ملکی سرمائے پر پلنے والے تکفیری خارجی گروہ نے کبھی القاعدہ، کبھی طالبان اور کبھی کسی اور ذیلی تنظیم کے نام سے پاکستان میں پیر بابا، رحمٰن بابا، تقی بابا کے مزارات کی بے حرمتی اور گستاخانہ تاخت وتاراج کر کے اپنے بڑوں کی نفرت کو دہرایا۔

مزارات داتا گنج بخش علی ہجویری، امام بری سرکار، بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، عبداللہ شاہ غازی بابا سے لے کر ڈیرہ غازی خان، مستونگ اور بلوچستان کے دور دراز علاقوں کے مزارات پر دھماکے کر کے دنیا کو بتا دیا کہ تکفیری اور خارجی دہشگرد گروہ مذہب تو درکنار انسانیت، تہذیب اور ورثے جیسی اصطلاحات سے بے بہرہ ہیں۔ ایسے بدترین حالات میں جبکہ یہ تکفیری خارجی گروہ ایک عرصے تک اہلسنّت کا نام لے کر ملک میں رہنے والی سواد اعظم اہلسنّت کو دھوکہ دینے کی کوشش کرنے کے بعد اب داعش جیسی انسانیت سوز مظالم کرنے والی تکفیری تنظیم کا نام پاکستان میں استعمال کر رہے ہیں۔

(۳۷)

اس کی کنیت ابو العباس اور مشہور ابن تیمیہ ہے، ۶۶۱ھ میں پیدا ہوا اور قلعۂ دمشق میں بحالت قید ۲۰ ذی قعدہ ۷۲۸ھ میں انتقال ہوا۔

ابن تیمیہ نے مسلمانوں کے اجماعی عقائد واعمال سے ہٹ کر ایک نئی راہ ڈالی جس کے باعث اس کے ہم عصر اور بعد میں انے والے بڑے بڑے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے بعض نے اس کی تکفیر کی ،بعض نے گمراہ کہا اور بعض نے بدعتی کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے ابن تیمیہ کا انجام یہ دیکھا کہ اس کو ذلیل کیا گیا اور اس کی برائی بیان کی گئی اور حق وباطل سے اس کی تضلیل اور تکفیر ہوئی اور وہ ان خرافات میں پڑنے سے پہلے اپنی زندگی ہی میں سلف (بڑے بڑے علماء) کے نزدیک (اپنے علم کے باعث) منور وروشن تھا۔ پھر وہ (ابن تیمیہ) غلط اور بدعتی مسائل کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک اندھیرے والا اور گرہن والا غبار آلودہ ہوگیا۔ اور اپنے اعداء اور مخالفین کے نزدیک دجال، افاک (بڑا بہتان تراش) کافر ہوگیا اور عاقلوں، فاضلوں کے گروہوں کی نظر میں فاضل محقق بارع (ماہر) بدعتی ہوگیا۔''

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: (نام کے) حنبلیوں میں سے ابن تیمیہ نے تفریط (کوتاہی اور کمی) کی ہے (معاذ اللہ عزوجل) اس طرح کہ ''روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو حرام کہا۔'' جیسا کہ اس کے غیر نے (یعنی اس کے مخالف اور رد کرنے والے نے) زیادتی کی حد سے بڑھا کر اس طرح کہا کہ زیارت شریف کا قربت ہونا یہ ضروریات دین سے معلوم ہے۔ اور اس کے منکر پر حکمِ کفر ہے۔

پھر ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فیصلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''امید ہے کہ یہ دوسرا (یعنی منکر زیارت پر کفر کا فتویٰ دینے والا) صواب (صحیح ہونے) کے زیادہ قریب ہے کیونکہ اس چیز کو حرام کہنا جو باجماع واتفاق علماء مستحب ہو (جیسے مسئلہ زیارت) وہ کفر ہے، کیونکہ اس معاملہ میں یہ تحریمِ مباح (یعنی مباح کو حرام کہنے) سے بڑھ کر ہے۔ جب مباح کو حرام

کہنا کفر ہے تو مستحب کو حرام کہنا بطریق اولیٰ کفر ہوگا۔"

(شرح الشفا للعلامہ القاری، ج ۳، ص ۵۱۴، علی ھامش نسیم الریاض۔ شواھد الحق ص ۱۴۷)

ابن تیمہ کے بعض من گھڑت عقائد و مسائل:

☆------ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے ☆------ اللہ تعالیٰ نقل مکانی کرتا ہے ☆------ اللہ تعالیٰ عرش کے برابر ہے نہ اس سے بڑا نہ چھوٹا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بہتان شنیع اور کفر قبیح سے پاک ہے۔ اس کے متبع ذلیل ہوئے اور اس کے معتقد خائب و خاسر ہوئے ☆------ دو زخ فنا ہوجائے گی ☆------ انبیاء علیہم السلام غیر معصوم ہیں ☆------ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عند اللہ کوئی مقام نہیں ان کا وسیلہ جائز نہیں ☆------ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سفرِ زیارت کرنا گناہ ہے اور اس سفر میں نماز قصر نہ پڑھی جائے گی ☆------ کوئی حائضہ کو طلاق دے تو واقع نہ ہوگی ☆------ اگر کوئی شخص عمداً نماز ترک کردے تو اس پر قضا ضروری نہیں ☆------ حائضہ کو طواف کعبہ جائز ہے اور اس پر کوئی کفارہ بھی نہیں ☆------ تین طلاقیں ایک ہی ہوگی حالانکہ اپنے دعویٰ سے پہلے اس نے اس کے خلاف (اُمت محمدیہ کا) اجماع نقل کیا، ان کے علاوہ بھی ابن تیمیہ کی خرافات ہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو ان کے شر سے بچائے (آمین)

(فتاویٰ حدیثیہ، ص ۹۹ تا ۱۰۱، مطبوعہ حلبی مصر)

(ملخصاً از تعارف چند مفسرین محدثین مؤرخین کا، ص ۵۸۔۵۹ اور ۸۸ تا ۹۰)

وہابیوں کے مورث اعلیٰ ابن تیمیہ نے کھلے الفاظ میں یہ فتویٰ دے دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ کے قصد سے سفر کرنا گناہ ہے اس لئے اس سفر میں نمازوں کے اندر قصر جائز نہیں۔ (معاذ اللہ)

ابن تیمیہ کے اس فتویٰ سے شام و مصر میں بہت بڑا فتنہ برپا ہوگیا۔ چنانچہ شامیوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں علماء حق سے استفتاء طلب کیا اور علامہ برہان بن کاح فزاری نے تقریباً چالیس سطروں میں فتویٰ لکھ کر ابن تیمیہ کو "کافر" بتایا اور علامہ شہاب بن جہبل نے اس

فتویٰ پر اپنی مہر تصدیق لگائی۔ پھر مصر میں یہی فتویٰ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چاروں مذاہب کے قاضیوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ چنانچہ علامہ بدر بن جماعہ شافعی نے اس پر یہ فیصلہ تحریر فرمایا کہ ابن تیمیہ کو ایسے فتاویٰ باطلہ سے بزجر وتوبیخ منع کیا جائے اگر باز نہ آئے تو اس کو قید کر دیا جائے اور محمد بن الجریری حنفی نے یہ حکم دیا کہ اسی وقت بلا کسی شرط کے اُس کو قید کیا جائے اور محمد بن ابی بکر مالکی نے یہ حکم دیا کہ اس کو اس قسم کی زجر وتوبیخ کی جائے کہ وہ ایسے مفاسد سے باز آ جائے اور احمد بن عمر مقدسی حنبلی نے بھی ایسا ہی حکم لکھا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن تیمیہ شعبان ۷۲۶ھ میں دمشق کے قلعہ کے اندر قید کیا گیا اور جیل خانہ ہی میں ۲۰ ذوالقعدہ ۷۲۸ھ کو وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ مواخذہ اخروی ابھی باقی ہے۔

سیرت رسول عربی، باب امت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا بیان، ص ۵۰۵

(۳۸)

یہ تم اپنی سمجھ سے کہہ رہے ہو۔

(۳۹)

یااللہ مدد باقی سب شرک وبدعت کہنا کیسا؟

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

محترم قارئین! باطل کے ابطال اور حق کے اظہار کے لئے علمائے اہل سنت ہر دور میں ہی جہاد بالقلم کے ذریعے دشمنانِ دین اور گستاخانِ انبیاء واولیاء کی سرکوبی کرتے رہے ہیں ایسے ہی ایک مردِ مجاہد کا نام امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ الرحمن ہے جنہوں نے اپنے خونخوار وبرق بار خنجر قلم کے ذریعے اعدائے دین کا بڑی جانفشانی، جرأت وشجاعت کے ساتھ قلع قمع کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مایہ ناز ومعرکۃ الآراء تصنیف ''برکات الامداد لاھل

الاستمداد'' بھی اسی سلسلے کی ایک منفرد کاوش ہے۔

وہابیہ دیوبندیہ کی ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ یہ بولتے اور لکھتے وقت بالکل عقل استعمال نہیں کرتے اور ذرا ذرا سی بات پر تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو آن کی آن میں بغیر سوچے سمجھے کافر مشرک و بدعتی قرار دے دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ انہی عقائد واعمال کے خود بھی عامل ہیں یہ ان کے احمق و بے وقوف ہونے کا ثبوت نہیں تو کیا ہے کہ جن باتوں کو کفر وشرک سے ٹھہراتے ہیں خود بھی ان باتوں کو اپنائے ہوئے ہیں۔

یہ جاہل وہابیہ دیوبندیہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے مدد طلب کرنے کو شرک ٹھہراتے ہیں اور نعرہ لگاتے ہیں کہ ''یااللہ مدد باقی سب شرک و بدعت'' یا اللہ مدد تک تو معاملہ یقینی طور پر صحیح ہے کہ یقینا اللہ عزوجل کی مدد کے بغیر دنیا وآخرت کا کوئی بھی کام نہیں چل سکتا حتیٰ کہ پتہ بھی نہیں ہل سکتا لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ بیمار ہونے والے کو حکیم یا ڈاکٹر کے پاس مدد حاصل کرنے اور حاکم کے پاس اپنے معاملے کی دادرسی کے جانے کا معمول اللہ عزوجل کے بنائے ہوئے قانون ہی کے تحت ہے۔ بلاشک وشبہ شفا دینا اللہ عزوجل ہی کے اختیار میں ہے لیکن ڈاکٹر کے پاس علاج پانے اور حاکم کے پاس دادرسی چاہنے کو جانے والے کو یہ نہیں کہا جائیگا کہ تمہارا اللہ پر ایمان نہیں اور تمہیں صرف اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہیے تھی۔ دراصل یہاں معاملہ کچھ اور ہے اور وہ انبیاء و اولیاء سے بغض و عداوت ہے جس میں یہ وہابی دیوبندی مبتلا ہیں۔ یہ بغض و عداوت ہی ہے جو ان سے شرک شرک کی گردان کرواتا ہے اور عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو مشرک و بدعتی ٹھہراتا ہے ورنہ قرآنی آیات وبکثرت احادیث مبارکہ کی روشنی میں تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ انسان ہر معاملے میں کسی نہ کسی کی مدد لینے پر مجبور ہے۔ چپل ٹوٹ جائے تو موچی کی مدد چاہیے اور فیوز اُڑ جائے تو الیکٹریشن کی۔ یونہی گاڑی خراب ہو جائے تو مکینک کی مدد درکار اور بیمار پڑ جائے تو ڈاکٹر کی۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد بھی تجہیز و تکفین سے تدفین بلکہ اس کے بعد دوسروں کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے بغیر گزارہ نہیں یہی قانونِ قدرت ہے۔ عرض یہ کہ غیر اللہ سے مدد کے بغیر نہ یہ چلتے ہیں اور نہ ہم بس فرق

محض اتنا ہے کہ ہمیں اولیاء اللہ کی مدد پر بھروسہ اور اُن کو انگریز کی مدد پر یہی وجہ ہے کہ ہم اولیاء اللہ سے مدد طلب کریں تو مشرک ٹھہرائے جائیں اور یہ انگریز سے مدد لیں تو پکے سچے مسلمان قرار پائیں۔

اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں کہ حق پر کون اور باطل پر کون؟

(۴۰)

جو کام صدیوں سے مسلمانوں میں رائج ہیں اور علمائے حق نے ان کی تائید فرمائی یقیناوہ سب کام مستحب ہیں آج کے خارجیوں کے منع کرنے سے منع نہ ہو جائیں گی،

علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفی ۱۰۸۸ فرماتے ہیں: التسلیم بعدالاذان حدث فی ربیع الاٰخر سنۃ سبع مائۃ واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ۔اذان کے بعد صلوٰۃ بھیجنا ربیع الآخر ۷۸۱ھ کی عشاء شب دوشنبہ میں حادث ہوا پھر اذان جمعہ کے بعد بھی صلوٰۃ کہی گئی پھر دس برس بعد مغرب کے سواسب اذانوں کے بعد پھر مغرب میں بھی دوبار کہنی شروع ہوئی اور یہ ان نو پیدا باتوں سے ہے جو شرعاً مستحب ہیں۔

(درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۴)

توجہ رہے کہ درمختار گلابی وھابی یعنی دیو بندی تبلیغی حضرات کے نزدیک بھی معتبر کتاب ہے لیکن جس طرح یہ حضرات قرآن کی بعض آیات کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اس طرح فقہاء کی بھی چند باتیں مانتے ہیں اور چند کا انکار کرتے ہیں مثلا

وَمَاھُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿۲۴﴾

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے

توجہ رہے مولانا سید احمد زین دحلان وھابی قبضے سے پہلے حرم شریف کے امام رہے ہیں۔

خاتمۃ المحدثین زین الحرم عن الکرم مولانا سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی اپنی کتاب مستطاب الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ میں فرماتے ہیں:

من تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفرح بلیلۃ ولادتہ وقرأۃ المولد والقیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واطعام الطعام وغیرذ لک مما یعتاد الناس فعلہ من انواع البرفان ذ لک کلہ من تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد افردت مسئلۃ المولد وما یتعلق بھا بالتالیف واعتنی بذلک کثیر من العلماء فالفوافی ذ لک مصنفات مشحونۃ بالادلۃ والبراھین فلا حاجۃ لنا الی الاطالۃ بذلک۔

یعنی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم سے حضور کی شب ولادت کی خوشی کرنا اور مولد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت اقدس کے وقت کھڑا ہونا اور مجلس شریف میں حاضرین کو کھانا دینا اور ان کے سوا اور نیکی کی باتیں کہ مسلمانوں میں رائج ہیں کہ یہ سب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم سے ہیں اور یہ مسئلہ مجلس میلاد اور اس کے متعلقات کا ایسا ہے جس میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں اور بکثرت علماء دین نے اس کا اہتمام فرمایا اور دلائل و براہین سے بھری ہوئی کتابیں اس میں تالیف فرمائیں تو ہمیں اس مسئلہ میں تطویل کلام کی حاجت نہیں۔

(الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ دار الشفقۃ استانبول ترکیا ص ۱۸)

(۴۱)

توجہ رہے کہ جب یہ کتاب لکھی گئی اس وقت مکہ شریف اور مدینہ شریف میں اہل سنت کی خدمت تھی اس لئے وھابی نجدی وہاں کے رہنے والوں کو کافر سمجھتے تھے۔

دلوں کو تڑپا دینے والا سانحہ

بے شک اللہ تعالٰی عزت والا ہے، اس نے ایمان والوں کو بھی عزت والا بنایا ہے۔ وہ احکم الحاکمین ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو بھی حاکم بنایا ہے، رب تعالٰی جسے چاہتا ہے حکومت عطا فرماتا ہے، مگر حکومت و حکمرانی وہ اچھی ہے جو اللہ تعالٰی کی طرف سے عطا ہو، اپنی طاقت کے زور پر ظالمانہ و جابرانہ طریقے سے چھینی گئی حکومت، حکومت نہیں بلکہ غاصبانہ اور قابض گروہ ہے۔ انہی قابض گروہ میں سے ایک گروہ عرب شریف پر ناجائز قابض گروہ نجدیوں وہابیوں اور

سعودیوں کا ہے جنہوں نے 1925ء میں طاقت کے زور پر ترک مسلمانوں پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑے اور امن و سلامتی والی مقدس جگہوں مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ کو خون سے رنگ دیا، مظلوم ترک مسلمانوں نے ادب و احترام کے پیش نظر مدمقابل آنے سے انکار کر دیا۔ حجاز مقدس سے شریف حسین کی امارت ختم کرنے کے لئے انگریزوں نے نجد کے سرکش قبیلہ آل سعود کو تا کا اور کرنل لارنس کے بنائے ہوئے منصوبہ کے تحت انہیں بھرپور مدد دے کر اپنی نگرانی میں سلطان عبدالعزیز کو 1925ء میں حرمین شریفین پر قابض کیا۔ سعودی ریال کے زیر سایہ پل کر تحفظ حرمین کی دہائی دینے والے علماء شاید ان دلدوز واقعات کو فراموش کر بیٹھے ہیں جب حرم شریف کے اندر آل سعود کی بندوقوں کی گولیاں کھا کر ترک نوجوان شہید ہو رہے تھے مگر اس پاک سرزمین کے احترام میں کوئی جوابی کارروائی نہ کرنے کی انہوں نے قسم کھا رکھی تھی اور جب ان سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کے ہاتھ مس ت بندوقیں ہیں ان کے باوجود اس بے بسی کے ساتھ گولیاں کھا کر کیوں شہید ہو رہے ہیں؟ تو ایک ترک مرد مومن نے جواب دیا کہ گولیاں کھا کر مرجانا ہم پسند کرتے ہیں مگر حرم محترم کے تقدس پر کسی قیمت پر ہم آنچ نہیں آنے دیں گے۔

علامہ امام امین الدین محمد بن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائلہ کا فرمایا۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیر بیان خوارج فرماتے ہیں۔ ''یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں ہمارے زمانے میں پیروان عبدالوہاب (نجدی) سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین شریفین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی لوگ مسلمان ہیں جو ان کے (وہابی) مذہب پر ہیں اور جو ان کے (وہابی) مذہب پر نہیں، وہ تمام مشرک ہیں، اس وجہ سے انہوں نے اہلسنت و علمائے اہلسنت کا قتل مباح (جائز) ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ کریم نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہر ویران کئے اور لشکر مسلمین کو ان پر فتح بخشی 1233ھ میں۔

(ردالمحتار، کتاب الجہاد، مطبوعہ مصطفی البابی مصر 3/339)

عبدالوہاب نجدی ''نجد'' سے برآمد ہوا، نجد وہ جگہ ہے جس کے لئے حضور ﷺ نے

دعا نہیں فرمائی چنانچہ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔ صحاح ستہ کی مایہ ناز کتاب ترمذی شریف میں یہ حدیث موجود ہے۔ حدیث شریف: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے دعا مانگی یا اللہ جل جلالہ! ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ تبارک وتعالیٰ! ہمارے لئے ہمارے یمن کو بابرکت بنادے (کچھ) لوگوں (نجدیوں) نے کہا اور ہمارے نجد میں بھی، حضور سید عالم ﷺ نے پھر وہی دعا فرمائی یا اللہ جل جلالہ! ہمارے شام میں برکت نازل فرما، الٰہی جل جلالہ! ہمارے یمن کو بابرکت بنادے۔ ان لوگوں نے (پھر) کہا اور ہمارے نجد میں بھی، حضور ﷺ نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

(ترمذی جلد دوم، ابواب المناقب حدیث نمبر ۱۸۸۸ صفحہ ۷۹۱ مطبوعہ فرید بک لاہور)

ف: مخبر صادق ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق تیرہویں صدی کی ابتداء میں سرزمین نجد سے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کا ظہور ہوا۔ یہ شخص خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ کا حامل تھا۔ اس لئے اس نے اہلسنت و جماعت سے قتل وقتال کیا اور کتاب التوحید کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں ملت اسلامیہ کے ہر شخص کو تکفیر کا نشانہ بنایا۔ سعودی نجدی حکومت عرب شریف پر قابض ہوتے ہی روز اول سے آج تک انہوں نے شعائر اللہ یعنی اسلام اور پیغمبر اسلام حضور سید عالم ﷺ کی نشانیوں کی بے حرمتی کی، ان کی نشانیوں کو چن چن کر مٹانے کی مہم کا آغاز کیا، جو اب تک جاری ہے، یہی نہیں بلکہ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جن کے ذریعے ہمیں اسلام صحیح سلامت پہنچا، ان کے مزارات کو بڑی بے دردی بلکہ بڑی بے ادبی کے ساتھ بلڈوزر چلا کر مسمار کردیئے۔ مکہ معظمہ کے مشہور قبرستان جنت المعلیٰ میں موجود اولوالعزم صحابہ کرام اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبدالرحمن ابن ابوبکر، حضرت سیدہ اسماء اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے مزارات کو شہید کرکے مٹی کا ڈھیر بنادیا۔ مدینۃ المنورہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں موجود اولوالعزم صحابہ کرام، صحابیات اور اہلبیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت عثمان غنی، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبدالرحمن بن عوف،

حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت امام باقر، امام حسن مجتبیٰ، امام جعفر صادق، امام زین العابدین، سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ زینب، سیدہ حفصہ، سیدہ فاطمۃ الزہرا، سیدہ ام کلثوم، سیدہ زینب بنت رسول اور سیدہ فاطمہ صغریٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کو منہدم کر دیا گیا۔ اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ ماہ رمضان 1999ء میں سیدہ ساجدہ طیبہ طاہرہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کا مزار شریف جو کہ مقام بدر، ابواء شریف کے نزدیک واقع بڑی بے دردی کے ساتھ پامالی کے بعد منہدم کر دیا یہ سانحہ 18 رمضان المبارک 1419ھ بمطابق 7 جنوری 1999ء کو پیش آیا، چشم دید گواہوں کا کہنا ہے۔ مزار سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی جگہ کو نہ صرف بلڈوزر سے منہدم کیا جا چکا تھا بلکہ Excavator استعمال کر کے جگہ کو کئی فٹ گہرائی تک کھود کر تلپٹ کر دیا گیا تھا۔ پہاڑ کی وہ چوٹی جس پر یہ مزار شریف واقع تھا، اسے بلڈوزر سے کاٹ کر پہاڑی کی ایک جانب دھکیل کر گرا دیا گیا تھا۔ مزار شریف سے متعلق وہ پتھر جن پر ماضی میں زائرین نے نشاندہی کی نیت سے سبز رنگ کر دیا تھا، ان میں سے کچھ پہاڑی کی ڈھلوان پر پڑے ہوئے تھے اور کچھ پہاڑ سے نیچے ایک چھوٹی سی ڈھیر کی شکل میں پڑے تھے۔ مندرجہ بالا انتہائی درد ناک اور ناقابل برداشت گستاخانہ افعال کے علاوہ مزار شریف کی نزدیکی چڑھائی کے راستہ میں شیشے توڑ کر ڈال دیئے گئے اور غلاظت کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔ کسی بھی مسلمان کی قبر کی بے حرمتی کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ مسلمانوں کی قبروں پر چلنا، ان پر بیٹھنا یہاں تک کہ ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں اور مسلمانوں کی قبروں کی بے حرمتی کرنے والے کو روکنا واجب ہے کیونکہ وہ فاسق مستحق عذاب جہنم ہے اور سرور عالم ﷺ کے والدین کریمین، امہات المومنین، اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعظیم و تکریم ایمان کا حصہ ہے بعد از وصال ان کے مزارات کی تعظیم و تکریم بھی واجب ہے۔ اس کے علاوہ جب ایک مسلمان اپنے والدین اور بزرگوں کی قبروں کی بے حرمتی برداشت نہیں کر سکتا تو پھر جن نجدیوں نے مقدس ہستیوں کے مزارات پر بے دردی سے بلڈوزر چلائے، گندگی ڈالی اور بے حرمتی کی، ان نجدیوں کی اس حرکت کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ ایک وفادار مسلمان ہرگز ہرگز اسے گوارا نہیں کر سکتا۔ جب

یہ سانحہ پیش آیا تو دنیائے اہلسنت کا دل خون کے آنسو رویا جس کی تکلیف اب بھی ہمارے جگر میں ہے۔ سوائے اہلسنت کے کوئی بھی مکتبہ فکر حکومت سعودیہ مجدیہ کے خلاف احتجاج کرنے میدان میں نہیں آیا۔ شیعوں نے احتجاج کیا مگر صرف اہلبیت کے مزار کے انہدام پر کیا صحابہ کرام کے مزارات کی بے حرمتی کے خلاف احتجاج نہیں کیا۔ دنیا بھر کے وہابی، دیوبندی بھی خاموش تماشائی بنے رہے بلکہ بعض دیوبندی علماء نے مجدی حکومت کے اس فیصلے کو سراہا مگر جب 16 دسمبر 2006ء ہفتہ کی رات ہندوستان کے علاقے تھانہ بھون کے قبرستان میں ہندوؤں نے مولوی اشرف علی تھانوی اور اس کے خاندان کے افراد کی قبروں کو مسمار کیا تو دنیائے دیوبند چیخ اٹھی، انہی کا اخبار ''روزنامہ اسلام'' ملاحظہ ہو۔

Tahaffuz, October-November 2010

(۴۲)

صرف ابن تیمیہ اور ابن قیم کا ذکر بار بار کرنا اس بات کو واضح کرنے کے لئے ہے کہ اجماع امت کی نہ مانو تو اپنے بڑوں کی تو مانو۔

(۴۳)

اس سے مراد نذر فقہی ہے اور نذر عرفی تو جائز ہے جیسا شاہ رفیع الدین صاحب کے رسالہ نذور سے واضح ہے۔ اور حضرت شیخ نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں جائز قرار دیا ہے۔ الرضوی۔

اولیاء سے استعانت ہے روا وہ وسائل ہیں ترے پیشِ خدا
معطی و مالک فقط اللہ ہے واسطہ اپنا ولی اللہ ہے
ہے توسّل کی طلب القرآن میں وابتغوا آیا ہے اس کی شان میں
دیکھ تفسیر عزیزی پارہ عم لکھتے ہیں یوں شاہ صاحب محترم
اولیاء کرتے ہیں امدادِ بشر جارحہ ہیں بہرِ امداد بشر
اہلِ حاجت ان سے حاجت مانگ کر اپنی مشکل کرتے ہیں حل سربسر

یہ بھی فرمایا کہ نذرِ اولیاء ہے تمام امت میں رائج بے خطا
ہے یہ مقصودِ شہ عبدالعزیز نذر عرفی ہے، نہ شرعی اے عزیز
تحفہ جولے جائیں شاہوں کے حضور نذر کہتے ہیں اسے اہل شعور
فرقِ عُرف و شرع سے غافل نہ ہو کہہ نہ مشرک اہلِ الااللہ کو
اُمت احمد کوجو مشرک کہے خود ہے وہ نزدیک شرک و کفر سے
اور سماع و علمِ موتی مطلقا اہلِ سنت کا ہے اجماع اے فتی
مُردے مومن ہوں کہ کافر لاکلام دیکھتے سُنتے سمجھتے ہیں مُدام
اس پہ ناطق ہے تواتر سے حدیث ہے فنائے رُوح تو قولِ خبیث
وہ نہیں سُنتے تو کیوں اُن پر سلام کیا شریعت چاہے پتھر سے کلام
عام کے یہ دھڑ نہیں سُنتے ضرور ہیں یہی موتی یہی من فی القبور
یہ بھی جب حق چاہے سُنتے ہیں ندا کیونکہ انّ اللہ یسمع من یشاء
(کنزالاخرۃ)

جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مولوی اسمٰعیل کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں:

حضرت ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم الہ دیا رفتہ بودند شب ہنگام بود دراں محل فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند وی گویند چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد وملال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج وشیرینی برسر وگفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ نشینند گان درگاہ مخدوم الہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم۔

حضرت ایشاں قصبہ ڈاسنہ میں حضرت مخدوم الہ دیا کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، رات کا وقت تھا اس وقت فرمایا کہ حضرت مخدوم نے ہماری دعوت کی ہے اور فرمایا ہے کہ کھانا کھا کر جائیں۔ آپ نے دعوت کا انتظار فرمایا یہاں تک کہ رات گزر جانے کی وجہ سے

لوگوں کی آمد ورفت بھی ختم ہوگئی، احباب ملول ہوئے، اچانک ایک عورت میٹھے طعام کا تھال لئے نمودار ہوئی اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ میرا خاوند جس وقت گھر واپس آئے گا میں اسی وقت طعام پکا کر مخدوم الہ دیا کی درگاہ میں قیام پذیر فقراء میں تقسیم کروں گی، میری خواہش تھی کہ خدا کرے اس وقت رات گئے درگاہ میں کوئی موجود ہوتا کہ طعام تناول کرے اور میری نذر پوری ہو۔

(انفاس العارفین (مترجم اردو) حضرت مخدوم الہ دیہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۱۲)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب طبقات کبریٰ احوال حضرت سیدی ابوالمواہب محمد شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں:

وکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول رایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اذا کان لک حاجۃ واردت قضاء ھا فانذر لنفیسۃ الطاہرۃ ولوفلسا فان حاجتک تقضی۔

یعنی حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے فرمایا جب تمہیں کوئی حاجت ہو اور اس کا پورا ہونا چاہو تو سیدہ طاہرہ حضرت نفیسہ کے لئے کچھ نذر مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو تمہاری حاجت پوری ہوگی۔

(طبقات کبریٰ امام عبدالوہاب الشعرانی)

(۴۴)

جیسے کسی نبی ورسول کی جناب میں ادنیٰ گستاخی ایسا فعل ہے جس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ وہ شخص جو کسی نبی ورسول کی توہین کرے یا اشارۃ وکنایۃ ایسی بات کہہ جو توہین آمیز ہو وہ قطعا یقینا کافر خارج از اسلام ہے اور اس پر آئمہ ضلال کا بھی فتویٰ ہے کہ توہین نبی کفر ہے اور اس میں جہل وخطا کا عذر نا مقبول ہے اسی بنا پر حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ مصر وشام، عراق وایران، افغانستان ہند اور پاکستان کے علماء نے بعض ان کفروں کی نشاندہی کی ہے جنہوں نے حضرت حق جل وعلیٰ وحضرت رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب قدسیہ میں گستاخیاں بےادبیاں کیں جن سے اجتناب عوام وخواص کو لازم ہے جیسا کہ حسام الحرمین

الصوارم الہندیہ اور المعتمد وغیرہا کے مطالعے سے معلوم ہو سکے گا۔الرضوی۔

خارجی

اسلام میں پہلا مذہبی فرقہ جس نے شعائر سے ہٹ کر اپنا الگ گروہ بنایا۔ یہ گروہ جس کی اکثریت بدوی عراقیوں کی تھی۔ جنگ صفین کے موقع پر سب سے پہلے نمودار ہوا۔ یہ لوگ حضرت علی کی فوج سے اس بنا پر علیحدہ ہوگئے کہ انھوں نے حضرت امیر معاویہ کی ثالثی کی تجویز منظور کر لی تھی۔ خارجیوں کا نعرہ تھا کہ "حاکمیت اللہ ہی کے لیے ہے" انھوں نے شعث بن رابسی کی سرکردگی میں مقام حرورا میں پڑاؤ ڈالا اور کوفہ، بصرہ، مدائن وغیرہ میں اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کر دی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دینی معاملات میں انسان کو حاکم بنانا کفر ہے اور جو لوگ ایسے فیصلوں کو تسلیم کرتے ہیں وہ واجب القتل ہیں۔ خارجیوں کے اعتقاد کے مطابق حضرت علی خلیفہ برحق تھے۔ ان کی بیعت ہر مسلمان پر لازم تھی۔ جن لوگوں نے اس سے انکار کیا وہ اللہ اور رسول اللہ کے دشمن تھے۔ اس لیے امیر معاویہ اور ان کے حامی کشتنی اور گردن زدنی ہیں۔ ان کے ساتھ کسی قسم کی صلح کرنا ازروئے قرآن کفر ہے۔ حضرت علی نے چونکہ ان کے ساتھ مصالحت کرنے اور حکم قرآنی میں ثالث بنانے کا جرم کیا ہے۔ اس لیے ان کی خلافت بھی ناجائز ہوگئ۔ لہٰذا حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ دونوں کے خلاف جہاد لازم ہے۔ حضرت علی نے خارجیوں کو جنگ نہروان میں شکست فاش دی۔ لیکن ان کی شورش پھر بھی باقی رہی۔ چنانچہ حضرت علی ایک خارجی ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اس کے بعد امیر معاویہ کے عہد میں بھی ان کی بغاوتیں ہوتی رہیں اور ان کا دائرہ عمل شمالی افریقہ تک پھیل گیا۔ کوفہ اور بصرہ ان کے دو بڑے مرکز تھے۔ فارس اور عراق میں بھی ان کی کافی تعداد تھی۔ وہ بار بار حکومت سے ٹکرائے۔ عباسی خلافت تک ان لوگوں کا اثر رسوخ رہا اور حکومت کے خلاف ان کی چھوٹی بڑی جنگیں جاری رہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مطابق خوارج کا جد امجد ذوالخویصرہ تمیمی تھا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گستاخی سے پیش آیا۔ اس پر انہوں نے اسے سخت وعید فرمائی۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ملاحظہ ہو: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ سونا بھجوایا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سونا چار ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیا۔ اس پر ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! خدا سے ڈریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو، کیا میں تمام اہلِ زمین سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا نہیں ہوں؟ سو جب وہ آدمی جانے کے لئے مڑا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کرو، شاید یہ نمازی ہو، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بہت سے ایسے نمازی بھی تو ہیں کہ جو کچھ ان کی زبان پر ہے وہ دل میں نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں اور ان کے پیٹ چاک کروں۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ آپ کو پشت کر کے مڑا تو آپ نے پھر اس کی جانب دیکھا اور فرمایا: اس کی پشت سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ کی کتاب کی تلاوت سے زبان تر رکھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔

صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث نمبر 4094

صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، حدیث نمبر 1064

مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر 11021

صحیح ابن خذیمہ، حدیث نمبر 2373

صحیح ابن حبان، حدیث نمبر

مسند ابویعلی، حدیث نمبر 1163

مسند ابونعیم، حدیث نمبر 2375 حلیۃ الاولیاء، 5 / 71

فتح الباری، حدیث نمبر 4094

حاشیہ ابن القیم، 13 / 16

دیباج، امام سیوطی، 3 / 160، حدیث نمبر: 1064

الصارم المسلول، امام ابن تیمیہ، 1 / 188، 192

(۴۵)

حضرتِ صدر الأ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کتاب العقائد میں لکھتے ہیں:

مسیلمہ کذاب

یہ خود کو ''رحمن الیمامہ'' کہلواتا تھا پورا نام مسیلمہ بن ثمامہ تھا یہ کہتا تھا ''جو مجھ پر وحی لاتا ہے اس کا نام رحمن ہے'' یہ اپنے قبیلے بنوحنیف کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا ایک روایت کے مطابق ایمان لایا تھا بعد میں مرتد ہوگیا تھا اور ایک روایت کے مطابق اس نے تخلف کیا اور کہا اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلم اپنے بعد خلیفہ بنادیں تو میں مسلمان ہوجاؤں اور ان کی متابعت کرلوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلم اس کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور اس کے سر پر کھڑے ہوگئے اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلم کے دست اقدس میں کھجور کی ایک شاخ تھی فرمایا اگر تو مجھ سے اس شاخ کو بھی مانگے تو میں تجھے نہ دوں بجز اس کے جو مسلمانوں کے بارے میں حکم اِلٰہ ہے اور ایک روایت کے مطابق اس نے تھوڑی دیر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلم سے گفتگو کرنے کے بعد کہا اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلم مجھے اپنی نبوت میں شریک کرلیں یا اپنا جانشین مقرر کردیں تو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلم سے بیعت کرنے کو تیار ہوں اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ وسلم نے ارشاد فرمایا (اور اس وقت آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی) کہ تم نبوت میں سے اگر یہ لکڑی بھی مجھ سے مانگو تو نہیں مل سکتی بہرحال جب دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ناکام و نامراد واپس ہوا تو اس نے خود ہی اعلان نبوت کرڈالا اور اہل یمامہ کو بھی گمراہ و مرتد بنانا شروع کردیا اس نے شراب و زنا کو حلال کرکے نماز کی فرضیت کو ساقط کردیا مفسدوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ مل گئی اس کے چند عقائد یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) سمت معین کرکے نماز پڑھنا کفر وشرک کی علامت ہے لہٰذا نماز کے وقت جدھر دل

چاہے منہ کرلیا جائے اور نیت کے وقت کہا جائے کہ میں بے سمت نماز ادا کر رہا ہوں۔

(۲) مسلمانوں کے ایک پیغمبر ہیں لیکن ہمارے دو ہیں ایک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم ہیں اور دوسرا مسیلمہ اور ہر امت کے کم از کم دو پیغمبر ہونے چاہیں۔

(۳) مسیلمہ کے ماننے والے اپنے آپ کو رحمانیہ کہلاتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے معنی کرتے تھے شروع مسیلمہ کے خدا کے (مسیلمہ کا نام رحمان بھی مشہور تھا) کے نام سے جو مہربان ہے۔

(۴) ختنہ کرنا حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس نے ایک کتاب بھی وضع کی تھی جس کے دو حصے تھے پہلے کو ''فاروق اول'' اور دوسرے کو ''فاروق ثانی'' کہا جاتا تھا اور اس کی حیثیت کسی طرح قرآن سے کم نہ سمجھتے تھے اسی کو نمازوں میں پڑھا جاتا تھا اس کی تلاوت کو باعث ثواب خیال کرتے۔ اس شیطانی صحیفے کے چند جملے ملاحظہ ہوں: یا ضفدع بنت ضفدع نقی ماتنقین اعلاک فی الماء و اسفلک فی الطین لا الشارب تمنعین ولا الماء تکدرین ترجمہ: اے مینڈکی کی بچی اسے صاف کر جسے تو صاف کرتی ہے تیرا بالائی حصہ تو پانی میں اور نچلا حصہ مٹی میں ہے نہ تو پانی پینے والوں کو روکتی ہے اور نہ پانی کو گدلا کرتی ہے۔

اس وحی شیطان کا مطلب کیا ہے یہ بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مسیلمیوں کے نزدیک قرآن کریم اور فاروق کی تفسیر کرنا حرام تھا اب ذرا فاروق اول کی سورۃ الفیل بھی پڑھیے ''الفیل و ماالفیل له ذنب دبیل و خرطوم طویل ان ذلک من خلق ربنا الجلیل'' یعنی ہاتھی اور وہ ہاتھی کیا ہے اس کی بھدی دم ہے اور لمبی سونڈ ہے یہ ہمارے رب جلیل کی مخلوق ہے۔ اس کی یہ وحی شیطانی سن کر ایک بچی نے کہا کہ یہ وحی ہو ہی نہیں سکتی اس میں کیا بات بتائی گئی ہے جو ہمیں معلوم نہیں ہے سب کو پتہ ہے کہ ہاتھی کی دم بھدی اور سونڈ طویل ہوتی ہے۔ مسیلمہ کذاب اس شیطانی کتاب کے علاوہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے شعبدہ بازی بھی کرتا تھا جس کو وہ اپنا معجزہ کہتا تھا اور وہ یہ تھا کہ اس نے ایک مرغی کے بالکل تازہ انڈے کو سر کے میں ڈال کر نرم کیا اور

پھر اس کو ایک چھوٹے منہ والی بوتل میں ڈالا انڈہ ہوا لگنے سے پھر سخت ہوگیا بس مسیلمہ لوگوں
کے سامنے وہ بوتل رکھتا اور کہتا کہ کوئی عام آدمی انڈے کو بوتل میں کسطرح ڈال سکتا ہے لوگ
اس کو حیرت سے دیکھتے اور اسکے کمال کا اعتراف کرنے لگتے تھے۔اس کے علاوہ جب لوگ اس
کے پاس کسی مصیبت کی شکایت لے کر آتے تو یہ انکے لیے دعا بھی کرتا مگر اس کا نتیجہ ہمیشہ
برعکس ہوتا تھا چنانچہ لوگ اس کے پاس ایک بچے کو برکت حاصل کرنے کو لائے اس نے اپنا
ہاتھ بچے کے سر پر پھیرا وہ گنجا ہوگیا ایک عورت ایک مرتبہ اس کے پاس آئی کہا کہ ہمارے کھیت
سوکھے جارہے ہیں کنویں کا پانی کم ہوگیا ہے ہم نے سنا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی
دعا سے خشک کنوؤں میں پانی ابلنے لگتا ہے آپ بھی ہمارے لیے دعا کریں چنانچہ اس کذاب
نے اپنے مشیر خاص نہار سے مشورہ کیا اور اپنا تھوک کنویں میں ڈالا جس کی نحوست سے کنویں کا
رہا سہا پانی بھی ختم ہوگیا ایک مرتبہ اس کذاب نے سنا کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ
وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آبِ دہن لگایا تھا تو انکی آنکھوں کی تکلیف ختم
ہوگئی تھی اس نے بھی کئی مریضوں کی آنکھوں میں تھوک لگایا مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس کی آنکھ
میں یہ تھوک لگاتا وہ بدنصیب اندھا ہوجاتا تھا۔ایک معتقد نے آکر بیان کیا کہ میرے بہت
سے بچے مرچکے ہیں صرف دولڑکے باقی ہیں آپ ان کی درازی عمر کی دعا کریں کذاب نے دعا
کی اور کہا جاؤ تمہارے چھوٹے بچے کی عمر چالیس سال ہوگی یہ شخص خوشی سے جھومتا ہوا گھر پہنچا
تو ایک اندوہناک خبر اس کی منتظر تھی کہ ابھی اس کا ایک لڑکا کنویں میں گرکر ہلاک ہوگیا ہے اور
جس بچے کی عمر ۴۰ سال بتائی تھی وہ اچانک ہی بیمار ہوا اور چند لمحوں میں چل بسا اور ایک روایت
کے مطابق ایک لڑکے کو بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا تھا اور دوسرا کنویں میں گرکر ہلاک ہوا تھا۔

ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس ملعون کے ایسے کرتوتوں کے باوجود اس کی پیروی کرتے
تھے اور اس سے بیزار نہ ہوتے تھے چونکہ جاہلوں کی جماعت میں غرض کے بندے شامل تھے
لہٰذا جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا وصالِ ظاہری ہوا تو اس کا کاروبار چمک گیا اور ایک
لاکھ سے زیادہ جہال اس کے اردگرد جمع ہوگئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت

مقدسہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۲۴ ہزار کا لشکر لیکر اس کے استیصال کو تشریف لے گئے ان کے مقابل ۴۰ ہزار کا لشکر کفار تھا فریقین میں خوب لڑائی ہوئی یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور یہ بد بخت کذاب حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل با جہنم ہوا اور اس وقت آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: میں زمانہ کفر میں سب سے اچھے آدمی کا قاتل تھا اور زمانہ اسلام میں سب سے بدتر کا قاتل ہوں۔

(ملخص از ترجمان اہلسنت بابت ماہ نومبر 1973ص ۲۹ تا ۳۳، مدارج النبوۃ مترجم جلد دوم صفحہ ۵۵۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور)

(۴۶)

حضرتِ صدر الأ فاضِل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کتاب العقائد میں لکھتے ہیں:

اسود عنسی

یہ عنس بن قدحج سے منسوب تھا اس کا نام عیلہ تھا۔ اسے ''ذوالخمار'' بھی کہتے تھے اور ذوالحمار بھی۔ ذوالخمار کہنے کی وجہ تو یہ تھی کہ یہ اپنے منہ پر دوپٹہ ڈالا کرتا تھا جبکہ ذوالحمار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کہا کرتا تھا کہ جو شخص مجھ پر ظاہر ہوتا ہے وہ گدھے پر سوار ہو کر آتا ہے۔

ارباب سیر کے نزدیک یہ کاہن تھا اور اس سے عجیب وغریب باتیں ظاہر ہوتی تھیں یہ لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے گرویدہ کرلیا کرتا تھا اس کے ساتھ دو ہمزاد شیطان تھے جس طرح کاہنوں کے ساتھ ہوتے ہیں اس کا قصہ یوں ہے کہ فارس کا ایک باشندہ باذان، جسے کسرٰی نے یمن کا حاکم بنایا تھا، نے آخری عمر میں توفیق اسلام پائی اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ کالہ وسلم نے اسے یمن کی حکومت پر برقرار رکھا اس کی وفات کے بعد حکومت یمن کو تقسیم کر کے کچھ اس کے بیٹے شہر بن باذان کو دی اور کچھ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمائی اس علاقے میں اسود عنسی نے خروج کیا اور شہر بن باذان کو قتل کر دیا اور مرزبانہ جو کہ شہر کی بیوی تھی اسے کنیز بنالیا فردہ بن مسیک نے جو کہ وہاں کے عامل تھے اور قبیلہ

مراد سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو ایک خط لکھ کر مطلع کیا حضرت معاذ اور ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہما اتفاق رائے سے حضر موت چلے گئے جب یہ خبر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے اس جماعت کو لکھا کہ تم اکٹھے ہو کر جس طرح ممکن ہو اسود عنس کے شر وفساد کو ختم کرو اس پر تمام فرمانبرداران نبوت ایک جگہ جمع ہوئے اور مرزبانہ کو پیغام بھیجا کہ یہ اسود عنسی وہ شخص ہے جس نے تیرے باپ اور شوہر کو قتل کیا ہے اس کے ساتھ تیری زندگی کیسے گزرے گی اس نے کہلوایا میرے نزدیک یہ شخص مخلوق میں سب سے زیادہ دشمن ہے مسلمانوں نے جواباً پیغام بھیجا کہ جسطرح تمہاری سمجھ میں آئے اور جسطرح بن پڑے اس ملعون کے خاتمہ کی سعی کرو چنانچہ مرزبانہ نے دو اشخاص کو تیار کیا کہ وہ رات کو دیوار میں نقب لگا کر اسود کی خواب گاہ میں داخل ہو کر اسے قتل کردیں ان میں سے ایک کا نام فیروز دیلمی تھا جو مرزبانہ کا چچا زاد اور نجاشی کا بھانجا تھا انہوں نے دسویں سال مدینہ منورہ حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا رضی اللہ عنہ اور دوسرے شخص کا نام دادویہ تھا بہر حال جب مقررہ رات آئی تو مرزبانہ نے اسود کو خالص شراب کثیر مقدار میں پلادی جس سے وہ مدہوش ہوگیا فیروز دیلمی نے اپنی ایک جماعت کے ساتھ نقب لگائی اور اس بدبخت کو قتل کردیا اس کے قتل کرتے وقت گائے کے چلّانے کی طرح بڑی شدید آواز آئی اس کے دروازے پر ایک ہزار پہرے دار ہوا کرتے تھے وہ آواز سن کر اس طرف لپکے مگر مرزبانہ نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کردیا کہ خاموش رہو تمہارے نبی پر وحی آئی ہے ادھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے اپنی وفات ظاہری سے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ آج رات اسود عنسی مارا گیا ہے اور ایک مرد مبارک نے جو کہ اس کے اہلبیت سے ہے اس نے اسے قتل کیا ہے اس کا نام فیروز ہے اور فرمایا ''فاز فیروز'' یعنی فیروز کامیاب ہوا۔

(مدارج النبوۃ مترجم ج دوم ص ۵۵۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور)

(۴۷)

اِنَّ الَّذِینَ فَرَّقُوا دِینَہُمۡ وَکَانُوا شِیَعًا لَّستَ مِنۡہُمۡ فِی شَیۡءٍ

ترجمہ کنزالایمان: وہ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے

(پارہ۸الانعام ۱۵۹)

(۴۸)

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَاۚ

ترجمہ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں

(پارہ ۳البقرہ ۲۸۶)

(۴۹)

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری امت کی بھول چوک سے درگزر کی [1] اور جس پر وہ مجبور کیے جاویں [2] (ابن ماجہ، بیہقی)

(مرآۃ المناجیح، ج۸ ص ۵۳۳)

(۵۰)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوٰلَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۠

---

[1] حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:
خطا اور نسیان دونوں مقابل ہیں عمد کے، خطاء میں مانع یاد ہوتا ہے مگر کام کا ارادہ نہیں ہوتا جیسے روزہ دار نے کلی کی بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر گیا یہ ہوئی خطا، نسیان میں کام تو ارادہ سے ہوتا ہے مگر مانع یاد نہیں ہوتا جیسے روزہ دار کو روزہ یاد نہ رہا اور اس نے کھا پی لیا۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے میری امت پر یہ کرم فرمایا کہ ان کی بھول چوک معاف فرمادی، اس میں ان پر نہ گناہ ہوگا نہ پکڑ اگرچہ بعض صورتوں میں ان دونوں پر احکام شرعیہ مرتب ہوجاتے ہیں جیسے نماز میں بھول کر بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا قتل خطاء میں کفارہ یا دیت لازم ہوجاتے ہیں، نماز کا واجب بھول جانے سے سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے۔

[2] یعنی مسلمان جو برا کام مجبوراً کرلے تو وہ گنہگار نہ ہوگا لہذا مجبوراً منہ سے کفریہ بات بول دینے والا کافر نہ ہوگا، مجبوراً شراب پلائے جانے والا گنہگار نہ ہوگا۔ غرضکہ یہاں مجبور سے عصیان کی نفی ہے احکام کی نفی نہیں اس لیے یہاں تجاوز فرمایا یعنی رب نے درگزر فرمائی لہذا مجبور کی طلاق واقع ہوجاتی ہے یہ ہی احناف کا مذہب ہے۔ خیال رہے کہ ہر جرم کی مجبوری علیحدہ ہے کفر بکنے کے لیے خطرہ جان ضروری ہے، جبرً اطلاق و نکاح کے لیے دوسرے جبر بھی کافی ہیں اس کی بحث کتب فقہ کتاب الاکراہ میں مطالعہ فرماؤ۔

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نِری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دام جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے میں جائیں گے۔

(پارہ ۴ البقرہ ۱۰)

(۵۱)

تفصیل درکار ہو تو ابن تیمیہ کی الصارم المسلول دیکھو یہ مسئلہ اجماعی یقینی قطعی ہے کہ شاتم رسول کی تکفیر فرض ہے یونہی ان خبثاء کی تکفیر کا حکم ہے جو حضرت حق جل مجدہ الکریم کی ذات پر عیب ونقص کی تہمت تراشیں اور

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

ترجمہ کنزالایمان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے

ی وعید شدید اپنے سر لیں جیسا کہ ہمارے زمانے میں چند شاتمیں نے اپنی کتب میں سبوح وقدوس جل وعلٰی پر کذب کی تہمت شنیعہ لگائی اور چند شاتمین نے شیطان کے علم کی وسعت حضور سرور کائنات کے علم سے زیادہ تر بنا کر حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم وادراک کی کمی کا قول مردود کہا اور بعض نے فخر عالم خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم مبارک کو جسے رب قدیر نے فضل عظیم قرار دیا بچوں پاگلوں کے مشابہ اور برابر بتا کر توہین کا ارتکاب کیا اور بعض نے سرکسر مسیح علیہ السلام کی جناب پاک میں بے ادبی کی کسی نے یوں کہا

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

اور کئی اپنے پیر کی تعریف کرتے ہوئے فرزند مریم بتول علیہ السلام کی توہین کرتے ہوئے کہتا ہے۔

مردوں کو زندوں کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

العیاذ باللہ تعالٰی۔

الرضوی۔

(۵۲)

یہ ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام مخاطبین نجادنہ کے طور پر کہا ہے جیسا کہ خود ایک جگہ فرما چکے کہ تمہارے ان اکابرین (ابن تیمیہ وابن قیم) نے انہیں بیان کیا۔الرضوی۔

(۵۳)

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے۔

(پارہ ۵ النساء ۹۳)

(۵۴)

اِنَّ الَّذِينَ يَاكُلُونَ اَمْوٰلَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ○

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نِری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دام جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے میں جائیں گے۔

(پارہ ۴ النساء ۱۰)

(۵۵)

وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خٰلِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اسکی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

(پارہ ۴ النساء ۱۴)

(۵۶)

يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَاْكُلُوا اَمْوٰلَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبٰطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُونَ تِجٰرَةً عَنْ تَرَاضٍ

مِنکُمْ۔ وَ لَا تَقْتُلُوا اَنفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیمًا ﴿۲۹﴾ وَمَن یَفْعَلْ ذٰلِکَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیهِ نَارًا وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیرًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے اور جو ظلم و زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اُسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

(پارہ ۵ النساء ۳۰)

(۵۷)

هُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِیمٰنِ

ترجمہ کنزالایمان: اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں

(پارہ ۴ آل عمران ۱۶۷)

(۵۸)

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَهُم مُّشْرِکُونَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

(پارہ ۱۳ یوسف ۱۰۶)

(۵۹)

وَمَن لَّمْ یَحْکُم بِمَا اَنزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُونَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کے اُتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

(پارہ ۶ المآئدہ ۴۴)

(۶۰)

هُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِیمٰنِ

ترجمہ کنزالایمان: اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں

(پارہ ۴ آل عمران ۱۶۷)

(۶۱)

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا

ترجمہ کنزالایمان: گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے۔

(پارہ ۲۶ الحجرات ۱۴)

شانِ نزول: یہ آیت بنی اسد بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو خشک سالی کے زمانہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام کا اظہار کیا اور حقیقت میں وہ ایمان نہ رکھتے تھے، ان لوگوں نے مدینہ کے رستہ میں گندگیاں کیں اور وہاں کے بھاؤ گراں کر دیئے، صبح و شام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے اور کہتے ہمیں کچھ دیجئے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(۶۲)

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

(پارہ ۲۸ منافقون ۱)

(۶۳)

وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ اِنَّھُمْ لَمِنْکُمْ وَمَا ھُمْ مِّنْکُمْ وَلٰکِنَّھُمْ قَوْمٌ یَّفْرَقُوْنَ٥

اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں اور تم میں سے ہیں نہیں ہاں وہ لوگ ڈرتے ہیں۔

(پارہ ۱۰ التوبۃ ۵۶)

(۶۴)

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا ﴿۱۴۵﴾

بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہر گز اُن کا کوئی مددگار نہ پائے گا

(پارہ ۵ النسآء ۱۴۵)

(۶۵)

جیسے اس صدی کے مجدد برحق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسمٰعیل دہلوی کے ستر کفریات گنا کر ارشاد فرمایا کہ ہم باوجود اس قدر کفریات کے اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتے اور تکفیر سے کف لسان کرتے ہیں اور اسی بناء پر کفر لزومی والتزامی کا فرق نکالا گیا ہے تفصیل کے لئے الکوکبۃ الشہابیہ کا مطالعہ کفایت کرے گا۔ الرضوی۔

(۶۶)

کُفریہ کلمات سے مُتعلِّق اہم ضابطہ

قول کا کفر ہونا اور بات اور قائل (یعنی کہنے والے) کو کافِر مان لینا اور بات ہے۔ کفرِ لُزومی (جسے فِقہی کُفر بھی کہتے ہیں) کے مُرتکِب کو بھی اگر چہ فُقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السّلام کافر کہتے ہیں۔ مگر عُلمائے مُتکلِّمین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبین کُفرِ لُزومی والے کی تکفیر نہیں کرتے۔ ''کُفرِ اِلتِزامی (کی تعریف) یہ (بیان کی گئی ہے) کہ ضَروریاتِ دین سے کسی شَے کا تَصرِیحاً (یعنی صاف

صاف) خِلاف کرے یہ قطعاً اِجماعاً (یعنی سب کے نزدیک) کُفر ہے۔" عُلَمائے مُتَکَلِّمِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کا طریقہ ہی زیادہ مُحتاط ہے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولٰینا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 15 میں کُفرِیّہ کلمات پر فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلام کا فتویٰ کفر ذکر کرنے کے بعد آگے چل کر صَفْحَہ 445 پر فرماتے ہیں: "اگرچہ ائمہ مُحَقِّقِین وعُلَمائے مُحتاطِین انھیں کافِر نہ کہیں اور یہی صَواب (یعنی صحیح) ہے۔ ھُوَ الْجَوَابُ وَبِہٖ یُفْتٰی وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی وَھُوَ الْمَذْھَبُ وَعَلَیْہِ الْاِعْتِمَادُ وَفِیْہِ السَّلَامَۃُ وَفِیْہِ السَّدَادُ۔ یعنی "یِہی جواب ہے، اِسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے، اِسی پر فتویٰ ہے، یہی مذہب ہے، اسی پر اعتماد ہے، اسی میں سلامتی ہے اور یہی دُرُست ہے۔" لہٰذا اگر آپ کو کسی مسلمان کا قول یا فِعل بظاہر کفر نظر آئے تب بھی جذبات میں آ کر محض اپنی اٹکل سے اُس کو کافِر و مُرتَد نہ ٹھہرائیں، مُفتیانِ اہلسنّت کی خدمت میں رُجوع لائیں، وہ جس طرح فرمائیں اُسی کو عملی جامہ پہنائیں۔

بغیر علم کے دینی بحثیں کرنے والو خبردار!

دین کے مُتَعَلِّق جو بات یقینی طور پر معلوم ہوؤ ہی بیان کرنی چاہئے، زیادہ عقل کے گھوڑے دوڑانا ایمانیات کے مُعاملے میں انتہائی خطرناک ہوتا ہے کہ ٹھوکر لگنے پر آدمی بسا اوقات کُفریات کی گہری کھائی میں جا پڑتا ہے اور اُسے اِس بات کا پتا تک نہیں چلتا کہ اس کا ایمان برباد ہو چکا ہے!

چُنانچِہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولٰینا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 42 صَفْحَہ 159 تا 160 پر فرماتے ہیں: امام حُجَّۃُ الاِسلام محمد غزالی پھر علامہ مَناوی شارِح جامع صَغیر پھر سیِّدی عبدالغنی نابُلُسی حدیقہ میں فرماتے ہیں: "کوئی آدمی بدکاری اور چوری کرے تو باوُجود گناہ ہونے کے اس کے لئے یہ عمل اتنا مُہلِک (ہلاک خیز) اور تباہ کُن نہیں جتنا بِلا تحقیق علمِ الٰہی کے بارے میں کلام کرنا مُہلِک (یعنی ہلاک کرنے والا) ہے کیونکہ بِلا تحقیق اور بغیر پختگیٔ علم کے کہیں وہ کُفر کا مُرتکِب ہو جائے گا اور اسے علم بھی نہیں ہو گا! اِس کی مِثال ایسے ہی ہے جیسے تَیرنا جانے بغیر دریا کی موجوں اور لہروں پر سُوار ہونے کے، اور شیطان

کی فریب کاریاں جو عقائد اور مذاہب سے تعلُّق رکھتی ہیں کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ سب کچھ خوب جانتا ہے۔"

(اَلْحَدِیقَۃُ النَّدِیَّۃ ج 2 ص 270)

(٦٧)

کلماتِ کُفر کی قسمیں

کلِماتِ کُفر کی دو قسمیں ہیں (1) لُزُومِ کُفر (2) اِلتِزامِ کفر۔ چُنانچِہ صَدْرُالشَّرِیعَہ ، بَدْرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: اقوالِ کُفریہ دو قسم کے ہیں (1) ایک وہ جس میں کسی معنیٰ صحیح کا بھی اِحتمال (یعنی پہلو) ہو (2) دوسرے وہ کہ اس میں کوئی ایسے معنیٰ نہیں بنتے جو قائل کو کُفر سے بچاوے۔ اِس میں اوّل کو لُزُومِ کُفر کہا جاتا ہے اور قسم دُوُم کو اِلتِزامِ کُفر۔ لُزُومِ کفر کی صورت میں بھی فُقَہائے کرام (رَحِمَہُمُ اللہُ السّلام) نے حکمِ کُفر دیا مگر مُتَکَلِّمِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبین اِس سے سُکوت کرتے (یعنی خاموشی اختیار فرماتے) ہیں۔ اور فرماتے ہیں جب تک اِلتِزام کی صُورت نہ ہو قائل کو کافِر کہنے سے سُکوت کیا جائیگا اور اَحوط (یعنی زِیادہ محتاط) یہی مذہبِ مُتَکَلِّمِین (رَحِمَہُم اللہ الْمُبین) ہے۔ واللہ اعلم۔

(فتاوٰی امجدیہ ج4 ص 513،512)

لُزُوم و اِلتِزام کی تفصیل

لُزُومِ کُفر کی تعریف کا خُلاصہ یہ ہے کہ وہ بات عَینِ کُفر نہیں مگر کُفر تک پہنچانے والی ہے اور اِلتِزَامِ کُفر یہ ہے کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا صَراحۃً (یعنی واضح طور پر) خِلاف کرے۔ چُنانچِہ میرے آقا اعلیٰ حضرت ، امامِ اَہلِ سنّت، مُجَدِّدِ دِین ومِلّت مولانا شاہ اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرحمٰن لُزُوم واِلتِزام کے مُتَعَلِّق فرماتے ہیں: "سَیِّدُ الْعٰلَمِین مُحَمَّدٌ، رَّسولُ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ و) صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم جو کچھ اپنے رب (عَزَّ وَجَلَّ) کے پاس سے لائے ان سب میں ان کی تصدِیق کرنا اور سچّے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا ایمان ہے اور مَعاذَاللہ (عَزَّ وَجَلَّ) ان میں سے کسی بات کا جُھٹلانا اور اس میں ادنیٰ شک لانا کُفر (ہے)۔

پھر یہ انکار جس سے خدا مجھے اور سب مسلمانوں کو پناہ دے، دوطرح ہوتا ہے (1) لُزومی و (2) اِلتِزامی۔ اِلتِزامی یہ کہ ضروریاتِ دین سے کسی شئے کا تصریحاً (یعنی صاف صاف) خِلاف کرے یہ قطعاً اِجماعاً کُفر ہے اگرچہ (خِلاف کرنے والا) نامِ کُفر سے چڑے اور کمالِ اسلام کا دعوٰی کرے ۔۔۔۔۔۔۔ جیسے طائِفہ تالِفَہ نَیاچِرَہ (یعنی ہلاک وبرباد ہونے والے نیچری فرقہ والوں) کا، وُجُودِ مَلَک و جنّ و شیطان و آسمان و نار و جنان و مُعجزاتِ انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام سے اُن مَعانی پر کہ اہلِ اسلام کے نزدیک حُضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مُتَواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاَوِیلاتِ باطِلَہ وتَوَہُّماتِ عاطِلَہ (یعنی جھوٹی تاویلوں اور خالی وَہموں) کو لے مرنا۔ نہ ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شُوشے انہیں کُفر سے بچائیں گے، نہ مَحَبَّتِ اسلام و ہمدردی کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے ۔۔۔۔۔۔ اور لُزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عینِ کُفر نہیں مگر مُنْجَر بکُفر (یعنی کُفر کی طرف لے جانے والی) ہوتی ہے، یعنی مَآلِ سُخَن ولازِمِ حُکم کو ترتیبِ مُقدّمات و تَتمیمِ تَقریبات کرتے لے چلئے تو انجامِ کار اس سے کسی ضَروریِ دین کا انکار لازِم آئے۔"

(فتاوٰی رضویہ ج 15 ص 431)

اعلٰی حضرت کے فتوے کا آسان لفظوں میں خلاصہ

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت، مُجدِّدِ دین وملّت مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن اپنے مبارَک فتوے کے مذکورہ اقتِباس میں ایمان وکفر کی تعریف بیان کرنے کے بعد کفر کی دو اقسام لُزوم و اِلتِزام (اِل۔ تِ۔زام) کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (1) اِلتِزامِ کفر یعنی ضَروریاتِ دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی خِلاف کرنا۔ چاہے وہ خلاف کرنے والا بظاہر اسلام کا کیسا ہی شیدائی بنتا ہو اور بے شک کفر کے نام سے چڑتا ہو مگر اس پر حکمِ کفر ہے اور وہ اسلام سے خارج ہے۔ جیسا کہ نیچری فرقہ والے جو کہ بظاہر اسلام اور ملّتِ اسلامیہ کی مَحَبَّتوں کا خوب دم بھرتے اور بڑھ چڑھ کر اپنے آپ کو مسلمانوں میں کھپاتے ہیں مگر کئی ضَروریاتِ دین کا خلاف کرتے ہیں مَثَلاً ملائکہ، جِنّات، شیطان، آسمان، جنّت، دوزخ اور معجزاتِ انبیاءِ کرام عَلَیہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے وہ مَعانی جو کہ ہمارے مکّی مَدَنی آقا صلَّی اللہ

تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم سے بتواتُر ثابت ہیں اور سبھی اہلِ اسلام کا جن پر اِتّفاق ہے ان کو تسلیم کرنے کے بجائے اُلٹی سیدھی تاویلوں کے ذریعے اپنے من گھڑت جُداگانہ معنیٰ بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا نیچریوں کو ان کے محبّتِ اسلام کے دعوے ہرگز کفر سے نہیں بچا سکتے (2) لُزُومِ کُفر عینِ کُفر تو نہیں ہوتا مگر کفر تک لے جانے والا ہوتا ہے۔ یعنی کلام کا انجام اور حکم کا لازم کفرِ حقیقی ہے۔ مراد یہ کہ اگر مُقدَّمات کو ترتیب دیا جائے اور تقریبات کو مکمل کرتے جائیں تو بالآخر کسی ضروری دینی کا انکار لازم آئے۔ اس کی بہُت سی صورتیں ہوتی ہیں۔

(ماخوذ از کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب)

(٦٨)

ان تمام امور پر یکساں حکم نہیں لگ سکتا مگر ڈائریکٹ کفر کا فتویٰ لگانا جہالت ہے۔

توجہ رہے منّتیں مانگنا، قبر پر چادر چڑھانا وغیرہ کو اکابر فقہاء مکروہ بھی نہیں کہتے تفصیل کے لئے حکِیم الُاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان کی کتاب جاءالحق کا مطالعہ فرمائیں۔

قبر کی مٹی

امام بخاری کی نمازِ جنازہ کے بعد جب ان کی قبر پر مٹی ڈالی گئی تو مدت مرید تک اس مٹی سے مشک کی مہک آتی رہی۔ اور عرصہ دراز تک لوگ دور دور سے آکر امام بخاری کی قبر کی مٹی کو بطور تبرک لے جاتے رہے۔

حافظ ابنِ حجر العسقلانی المتوفی 852ھ ھدی الساری ج 2، ص 266

اشرف تھانوی کی کتاب ارواحِ ثلاثہ یعنی حکایات اؤلیاء سے ایک واقعہ، ملاحظہ کریں

حکایت نمبر: 366 فرمایا مولوی معین الدین حضرت مولانا یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے، وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وافات واقع ہوئی) بیان فرماتے ھیں کہ ایک مرتبہ ھمارے نانوتہ میں جاڑہ کے بخار کی بہت کثرت ہوئی، سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جاکر باندہ لیتا اس کو ہی آرام ہو جاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لوگ لے گئے جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم۔ کئی دفعہ ڈلوا چکا۔۔۔تو پریشان آکر ایک دفعہ

مولانا کی قبر پر جا کر کہا، (یہ صاحب زادے بہت تیز مزاج تھے) فرماتے ھیں آپنے ابا کی قبر پر کھڑے ھر کر کہ سے کہ آپ کی تو کرامت ھوگئی اور مصیبت ھماری ھوگئی، یاد رکھو کہ اب اگر کوئی اچھا ھوا تو ھم مٹی نہیں ڈالیں گے یونہی پڑے رہنا۔ لوگ جوتے پہنے تمھارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اسی دن سے پھر کسی کر آرام نہ ھوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ھوگئی کہ اب آرام نہیں ھوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔ استغفر اللہ۔

مکمل حوالے کے لیے ملاحظہ ھو کتاب، ارواحِ ثلاثہ، صفہ نمبر: 302، از اشرف تھانوی، مکتبہ رحمانیہ، لاھور۔

اندازہ کریں منافقت کا، کہ ھم سے تو یہ بولا جاتا ھے کے مزارات والے کچھ نہیں کر سکتے مرنے کے بعد کوئی مدد نھیں کرتا کسی کی، اور ان کے اپنے علماء مرنے کے بعد شفاء عطاء کر رہے ھیں اور اپنے بیٹے کی بات قبر میں سے سن بھی رہے ھیں، یعنی مرنے کے بعد اور پھر شفاء دینا بند بھی کر دیتے ھیں۔ ھم پوچھتے ہیں کے یہ دین کے ساتھ مزاق نھیں، اور کیا یہ کھلی منافقت نھیں؟

(٦٩)

ابن تیمیہ نے اگر چہ ان امور کو علی العموم داخل کفر کیا ہے اور حضرت شیخ نے الصواعق میں ذکر کیا لیکن یہ الزاما ہے ورنہ یہ تمام امور علی العموم داخل کفر نہیں ۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی سیدی اسمٰعیل بن عبدالغنی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذلک علی حصول شفاء اوقدم غائب فانہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین بقبورھم کما قال الفقھاء فیمن دفع الزکوٰۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لانہ العبرۃ بالمعنی لا باللفظ۔

(الحدیقہ الندیہ فی الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الناس والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۵۱)

اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت اور اولیاء وصالحین کے مزارات سے برکت لینا اور کسی بیمار کی شفایابی یا کسی غائب کی آمد کی شرط کر کے ان کے لیے نذر پیش کرنا کہ دراصل یہ

قبروں کے خدام پر صدقہ سے مجاز ہے جیسا کہ فقہا نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو فقیر کو زکوۃ دے اور اسے قرض کہے تو زکوۃ ادا ہو جاتی ہے اس لیے کہ اعتبار معنی کا ہے لفظ کا نہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ نذر و دعاء فقہی، اس کی بہت سی مثالیں مقدم علمائے دین میں موجود ہیں ولھذا منہا بینت فی رسالتی المسماۃ بحقوق المجاور فی ارض المقابر ومسئلہ الذبح فتفصیلہا فی رسائل استاذنا المجد داعظم رضی اللہ عنہ فلیطالع ثمہ۔الرضوی

(۷۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود اور بزار حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذاانفلتت دابۃ احد کم بارض فلاۃ فلینادیاعباد اللہ احبسوا فان اللہ تعالیٰ عبادا فی الارض تحبسہ۔

(المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۵۱۸ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰ /۲۶۷ المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ۳ /۲۳۹ کشف الاستار عن زوائد البزار ۴ /۳۴ مجمع الزوائد ۱۰ / ۱۳۲ الاذکار للنووی ص ۱۰۱)

جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہئے یوں ندا کرے "اے خدا کے بندو! روک لو" کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اسے روک لیں گے۔

بزار کی روایت میں ہے یوں کہے:

اعینوا یا عباد اللہ مدد کرو اے خدا کے بندو!۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لفظوں کے بعد رحمکم اللہ (اللہ تم پر رحم کرے۔ت) اور زیادہ فرماتے رواہ ابن شیبۃ فی مصنفہ

(اسے ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔)

(المصنف لابن ابی شیبہ مایدعو بہ الرجل حدیث ۹۷۶۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۳۹۰)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اذکار میں فرماتے ہیں: ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر

تھے ایسا ہی کیا، چھوٹا ہوا جانور فوراً رک گیا، اور فرماتے ہیں: ایک بار ہمارا ایک جانور چھٹ گیا، لوگ عاجز آگئے ہاتھ نہ لگا، میں نے یہی کلمہ کہا فوراً رک گیا جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا نقلہ سیدی علی القاری فی الحرز الثمین (ملا علی قاری نے اسے حرز ثمین میں نقل کیا۔)

(الاذکار للنووی باب مایقول اذا انفلتت دابۃ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۲۰۱)

امام طبرانی حضرت سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یاعباداللہ اعینونی یاعباداللہ اعینونی یاعباداللہ اعینونی فان للہ عبادا لایراھم۔

(المعجم الکبیر ما سند عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰ / ۱۱۷ و ۱۱۸)

جب تم میں سے کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے بھولے یا کوئی چیز گم کردے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔

(۷۱)

یہ ابن تیمیہ کا مذہب نا مہذب ہے اور شیخ سلیمان نے رد وھابیت میں ذکر کیا ہے ورنہ امت اور علمائے حقہ اہلسنت کا اجماع ہے کہ زیارت اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم مندوبات اور اہم مستحبات سے ہے بلکہ جو حج کو جاکر بلا زیارت اقدس روضہ اطہر واپس آجائے وہ اپنے اوپر ظلم وجفا کا مستحق قرار دیا گیا ہے خود حدیث شریف من حج ولم یزرنی الحدیث اس پر شاہد ہے زیارت روضہ اقدس کو منع کرنا قدماء وھابیہ کا شعار رہا ہے ابن تیمیہ وابن قیم کو چونکہ ابن عبدالوھاب محبدی اپنا امام مانتا ہے اس لئے جناب شیخ سلیمان نے ان کی عنارات ذکر کی ہیں، خود جناب شیخ سلیمان اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں جیسا کہ ابھی ان کے کلام میں گزر چکا۔ الرضوی۔

(۷۲)

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نجد اور نجدیوں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

مقدمۃ فی کلام الاجمالی علی بدعۃ غیر المقلدین

یامعشر المسلمین یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بیچارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں، مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں ائمہ وہدیٰ کو احبار و رہبان ٹھہرائیں، سچے مسلمانوں کو کافر مشرک بنائیں، قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں، بے راہ چل کر، بیگانہ مچل کر، حرامِ خدا کو حلال کردیں حلال خدا کو حرام کہیں، ان کا بدعتی بدمذہب گمراہ بے ادب ضال مضل غوی مبطل ہونا نہایت جلی واظہر بلکہ عن الانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشرّ واضرّ واشنع وافجر کما یخفی علی ذی بصر (جیسا کہ کسی بھی صاحب بصیرت پر مخفی نہیں۔ت) صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً اور شرح السنۃ امام بغوی وتہذیب الآثار امام طبری میں موصولاً وارد:

کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقو الی أیاتٍ نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین۔

(الصحیح البخاری کتاب استتابہ المعاندین باب قتال الخوارج والملحدین الخ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۵۱)

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے کہ انہوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اُٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔

بعینہٖ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔آیہ کریمہ:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللہِ (القرآن ۹/۳۱)

انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا خدا بنالیا۔

کہ کفار اہل کتاب اور اُن کے عمائد وارباب میں اُتری ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہلسنت و

ائمہ اہلسنت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔علامہ طاہر پر رحمت غافر کہ مجمع بحارالانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کر کے فرماتے ہیں:

قال المذنب تاب اللہ علیہ واشر منھم من یجعل آیات اللہ فی شرار الیھود علی علماء الامۃ المعصومۃ المرحومۃ طھر اللہ الارض عن رجسھم۔

(مجمع بحار الانوار تحت لفظ حدیث مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ا / ۲۴۲)

مذنب کہتا ہے اللہ تعالیٰ س پر رحم فرمائے ،ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اُتریں انھیں امت محفوظ مرحومہ کے علماء پرڈھالتے ہیں اللہ تعالیٰ زمین کو اُن کی خباثت سے پاک کرے۔

اصل اس گروہ ناحق پژوہ کی نجد سے نکلی، صحیح بخاری شریف میں ہے:

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اللّٰھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ وفی نجدنا قال اللّٰھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلزال والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان۔

(الصحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفتنہ من قبل المشرق مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۰۵۰)

(الصحیح البخاری باب ما قیل فی الزلزال والآیات الفتنہ من قبل المشرک مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۱۴۱)

نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی الٰہی ! ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں ، ہمارے لئے برکت رکھ ہمارے یمن میں، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ! ہمارے نجد میں حضور نے دوبارہ وہی دُعا کی الٰہی ! ہمارے لئے برکت کر ہمارے شام میں الٰہی ! ہمارے لیے برکت بخش ہمارے یمن میں ،صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ ہمارے نجد میں۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلے گا شیطان کا سینگ

اس خبرِ صادق مخبر صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسرو اتباع نے بحکم آنکہ ع

پدر اگر نتواند پسر تمام کند (باپ اگر نہ کرسکا تو بیٹا تمام (مکمل) کردے گا)

تیرھویں صدی میں حرمین شریفین پر خروج کیا اور نا کردنی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اُٹھا نہ رکھا، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون اھ (القرآن، ۷/۱۲۷)

اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔

حاصل اُن کے عقائد زائغہ کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک۔ اسی بناء پر انھوں نے حرمِ خدا وحریمِ مصطفی علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کو عیاذاً باللہ دارالحرب اور وہاں کے سُکانِ کرام ہمسائیگانِ خدا و رسول کو (خاکم بدہانِ گستاخاں) کافر ومشرک ٹھہرایا اور بنامِ جہاد وخروج کرکے لوائے فتنہ عظمٰی پر شیطنت کبرٰی کا پرچم اُڑایا۔ علامہ فہامہ خاتمۃ المحققین مولٰنا امین الدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائلہ کا فرمایا ردالمحتار حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیر بیانِ خوارج فرماتے ہیں:

كما وقع فی زماننا فی اتباع بن عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله تعالٰى شوكتهم وخرب بلادهم وظفربهم عساكر المسلمين عام ثلث وثلثين ومائتين والف۔ والحمدلله رب العلمين۔

یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ عبدالوہاب سے واقع ہوا

جنہوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان اور جو اُن کے مذہب پر نہیں وہ مشرک ہیں اس وجہ سے انھوں نے اہلسنّت وعلمائے اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرالیا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اُنکی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر ویران کئے اور لشکرِ مسلمین کو اُن پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

غرض یہ فتنہ شنیعہ وہاں سے مطرود اور خدا و رسول کے پاک شہروں سے مدفوع و مردود ہوکر اپنے لئے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دارالفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی، آتے ہی یہاں قدم جمائے، بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر وشرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک، یہاں یہ طائفہ بحکم اَلَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا[1] (وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے۔ت)

خود متفرق ہوگیا ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے ع

قدمِ عشق پیشتر بہتر

(عشق کا قدم آگے بڑھانا ہی بہتر ہے)

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا، چلئے آپس میں چل گئی وہ انھیں گمراہ یہ اُنھیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفتِ اہلسنت وعداوت اہلِ حق میں پھر ملت واحدہ رہے، ہر چندان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی لیکن پھر کلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہوتا ہے۔ت) ان کے امام وبانی وثانی کو شرک وکفر کی وہ تیز وتند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک کافر بنانے کو حدیث صحیح مسلم:

لا یذھب اللیل والنھار حتی یعبد اللات والعزی (الی قولہ) یبعث اللہ ریحاطیبۃ فتوفی کل من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون

---

[1] (القرآن ۶/۱۵۹)

الٰی دین أبائھم[۱] مشکوٰۃ کے باب لاتقوم الساعۃ شرار الناس[۲] سے نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجودہ پر جمادی جس میں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ "زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات وعزّٰی کی پھر سے پرستش نہ ہو اور وُہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالٰی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اُٹھالے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا انتقال کرے گا جب زمین میں نرے کافر رہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور جاری ہوجائے گی۔" اس حدیث کو نقل کر کے صاف لکھ دیا سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہوشمند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث میں دی تو واجب ہُوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام ونشان باقی نہ ہو بھلے مانس اب تُو اور تیرے ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں، کیا تمھارا طائفہ دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستا ہے، تم سب بھی انہیں شرار الناس وبدترین خلق میں ہوئے جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان کا نام نہیں اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں، سچ آیا حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ حبک الشیئ یعمی ویصم۔

(شیئ کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دے گی۔)

(مسند احمد بن حنبل باقی حدیث ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵ / ۱۹۴)

شرک کی محبت نے اس ذی ہوش کو ایسا اندھا بہرا کر دیا کہ خود اپنے کفر کا اقرار کر بیٹھا، غرض تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پرائے شگون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہوجائے، اور اس بیباک چالاک کی نہایت عیاری یہ ہے کہ اُسی مشکوٰۃ کے اُسی باب لاتقوم الساعۃ الاعلٰی شرار الناس میں اسی حدیث مسلم کے برابر متصل بلافصل دوسری حدیث مفصل۔ اسی صحیح مسلم کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے وُہ موجود تھی جس سے اس حدیث کے معنٰی واضح

---

۱ (صحیح مسلم کتاب الفتن واشتراط الساعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲ / ۳۹۴)

۲ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب لاتقوم الساعۃ الاعلٰی شرار الناس مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۴۸۰)

ہوتے اور اُس میں صراحۃً ارشاد ہوا تھا کہ یہ وقت کب آئے گا اور کیونکر آئے گا اور آغازِ بُت پرستی کا منشا کیا ہوگا،

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب لاتقوم الساعۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۸۰)

وہ حدیث مختصراً یہ ہے:

وعن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخرج الدجال فی أمتی فیمکث اربعین فیبعث اللہ عیسی بن مریم فیھلکہ ثم یمکث فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ ثم یرسل اللہ ریحابار دۃ من قبل الشام فلا یبقی علی وجہ الارض احد فی قلبہ مثقال ذرّۃ من خیر اوایمان الاقبضتہ حتی لوان واحد کم دخل فی کبد جبل لدخلتہ علیہ حتی تقبضہ قال فیبقی شرار الناس فی خفۃ الطیر واحلام السباع لا یعرفون معروفا ولاینکرون منکرا فیتمثل لھم الشیطان فیقول الاتستحیون فیقولون فما تأمرنا فیامرھم بعبادۃ الاوثان ثم ینفخ فی الصور۔ (ملخصا)۔(رواہ مسلم)

(صحیح مسلم کتاب الفتن باب الدجال مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۴۰۳)

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت میں دجّال نکل کر چالیس (عہ) تک ٹھہرے گا پھر اللہ تعالٰی عیسٰی بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وُہ اُس کو ہلاک کریں گے پھر سات برس تک لوگوں میں اس طرح تشریف رکھیں گے کہ کوئی دو ۲ دل آپس میں عداوت نہ رکھتے ہوں گے اس کے بعد اللہ تعالٰی شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا کہ روئے زمین پر جس دل میں ذرّہ برابر بھی ایمان ہوگا اس کی روح قبض کرلے گی یہاں تک کہ اگر تم میں کوئی پہاڑ کے جگر میں چلا جائے گا تو وہ ہوا وہاں جاکر بھی اُس کی جان نکال لے گی اب بدترین خلق باقی رہ جائیں گے فسق وشہوت میں پرندوں کی طرح ہلکے سُبک اور ظلم وشدّت میں درندوں کی طرح گراں وسخت جواصلا نہ کبھی بھلائی سے آگاہ ہوں گے نہ کسی بدی پر انکار کریں گے شیطان ان کے پاس آدمی

کی شکل بن کر آئے گا اور کہے گا تمہیں شرم نہیں آتی یہ کہیں گے تم ہمیں کیا حکم کرتا ہے وہ اُنھیں بُت پرستی کا حکم دے گا اس کے بعد نفخ صور ہوگا۔ (ملخصاً)۔

عہ: راوی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ چالیس ۴۰ دن فرمایا یا برس انتہی، اور دوسری حدیث میں چالیس دن کی تصریح ہے کہ پہلا دن سال بھر کا، دوسرا ایک مہینہ کا، تیسرا ایک ہفتہ کا، باقی دن عام دنوں کی طرح رواہ مسلم عن النواس بن سمعان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث طویل ۱۲ منہ (م) (اسے امام مسلم نے حدیث طویل میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

عیار ہوشیار اس حدیث کو الگ بچا گیا کہ یہاں تو سارے مکر کی قلعی کھلتی اور صاف ظاہر ہوتا کہ حدیث میں جس زمانے کی خبر دی ہے وُہ بعد خروج وہلاک دجال وانتقال عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آئے گا اُس وقت کے لئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہے گا جس طرح احمد ومسلم وترمذی کی حدیث میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آیا سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقوم الساعۃ حتی لایقال فی الارض اللّٰہ اللّٰہ۔

(صحیح مسلم باب ذہاب الایمان آخر الزمان مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۸۴)

(مسند احمد بن حنبل از مسند انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۰۷، ۲۰۱، ۲۶۸)

قیامت نہ آئے گی جب تک زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا رہے۔

اللہ اللہ یہ حدیث بھی مشکوٰۃ بحوالہ مسلم اسی باب کے شروع میں ہے مزوّر چالاک دلدادہ اشراک برابر کی حدیثیں نقل کرتا تو مسلمانوں کو کافر مشرک کیونکر بناتا اور اس جھوٹے دعوے کی گنجائش کہاں سے پاتا اپنے زمانے کی نسبت کہہ دیا: سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ مسلمان دیکھیں کہ جو عیار صریح واضح متداول حدیثوں میں ایسی معنوی تحریفیں کریں بے پر کی اڑانے میں اپنے باطنی معلم کے بھی کان کتریں جھوٹے مطلب دل سے بنائیں اور انھیں مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مقصود ٹھہرائیں حالانکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواتر حدیث

میں ارشاد فرمائیں:

من کذب علی متعمدا فلیتبو ا مقعدہ من النار۔

(جامع الترمذی باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲ / ۹۰)

جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

ایسوں کا مذہب معلوم اور عمل بالحدیث کا مشرب معلوم ع: قیاس کُن زگلستان شان بہارِ شاں جب اصول میں یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ فروع مسائل فقہیہ میں حدیثوں کی کیا کچھ گت نہ بناتے ہوں گے۔ پھر دعوی یہ ہے کہ ہم تو خیر البریہ یعنی قرآن اور قولِ خیر البریہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی حدیث پر چلتے ہیں، سبحٰن اللہ یہ منہ اور یہ دعوی۔

سچ فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

یأتی فی أخر الزمان قوم حدثاء الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریۃ یمرقون من الاسلام کما یمرق السہم من الرمیۃ لایجاوز ایمانہم حناجرھم۔ اخرجہ البخاری ومسلم وغیرھما عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ واللفظ للبخاری فی فضائل القرأن من الجامع الصحیح۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا بقرأۃ القرآن الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۷۵۶)

آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن سفیہ العقل آئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہ اُترے گا۔ اسے بخاری ومسلم اور دیگر محدثین نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا اور مذکورہ الفاظ حدیث جامع صحیح للبخاری کے باب فضائل القرآن سے لئے گئے ہیں۔

واقعی یہ لوگ اُن پُرانے خوارج کے ٹھیک ٹھیک بقیہ و یادگار ہیں وہی مسئلے وہی دعوے

وہی انداز وہی وتیرے ، خارجیوں کا داب تھا ،اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انہیں نہایت پابندِ شرع جانتے پھر بات پر عمل بالقرآن کا دعوٰی عجب دام در سبزہ تھا مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں باقی سب مشرک الخ یہی رنگ ان حضرات کے ہیں آپ موحد اور سب مشرکین ،آپ محمدی اور سب بددین ،آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب چنیں وچناں بزم خبیث ، پھر ان کے اکثر مکلبین ظاہری پابندی شرع میں خوارج سے کیا کم ہیں اہلسنّت کان کھول کر سُن لیں دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہوجائیں، ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا:

تحقرون صلاتکم مع صلاتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم۔

(صحیح البخاری کتاب الفضائل باب من رایابقرأۃ القرآن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵۶)

تم حقیر جانو گے اپنی نمازوں کوان کی نمازوں کے سامنے اوراپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے اوراپنے اعمال کواُن کے اعمال کے مقابل۔

باایںہمہ ارشادفرمایا:

ویقرئون القراٰن لایجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کمایمرق السھم من الرمیۃ۔

رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید الخذری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(صحیح البخاری کتاب الفضائل باب من رایابقرأۃ القرآن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵۶)

ان اعمال پر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے پر گلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے ۔اسے بخاری ومسلم دونوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

پھر شانِ خدا کہ ان مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا در کنا خارجی بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے انھیں ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے:

قیل ماسیماھم قال سیماھم التحلیق ۔رواہ البخاری ولیس بعدہ فی الجامع الصحیح الاحدیث واحد۔

(صحیح البخاری کتاب الفضائل باب من رایابقرأۃ القرآن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶،۵۸)

عرض کی گئی ؛یارسول اللہ! اُن کی علامت کیا ہوگی ؟ فرمایا سر منڈانا۔یعنی اُن کے اکثر سرمُنڈے ہونگے ۔ اسے بخاری نے روایت کیا، اس کے بعد جامع صحیح میں فقط ایک حدیث ہے یعنی یہ حدیث صحیح البخاری کی آخری حدیث سے پہلے والی حدیث ہے۔

بعض احادیث میں یہ بھی آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کا پتا بتایا مشمری الازار ؎ "ف"۔ (گھٹنی ازار والے) اوکما وردعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (یا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مروی ہوا ہے۔ت)

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قرأۃ الفاجر والمنافق الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۱۲۸)

اللہ تعالٰی کے بے شمار درودیں حضور عالم ماکان ومایکون پر، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

بالجملہ یہ حضرات خوارج نہروان کے رشید پس ماندے بلکہ غلو و بیبا کی میں اُن سے بھی آگے ہیں یہ انھیں بھی نہ سوجھی تھی کہ شرک وکفر تمام مسلمین کا دعوٰی اس حدیث سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیاع

طرفہ شاگردے کہ میگوید سبق استادرا

(کتنا اچھا شاگرد کہ استاد کو بھی سبق سکھاتا ہے)

مگر حضرتِ حق عزوجل کا حسنِ انتقام لائق عبرت ہے چاہ کن راچاہ درپیش من حفر بیرالا خیہ فقد وقع فیہ (جو شخص کسی کے لئے کنواں کھودتا ہے خود اسی میں گرتا ہے۔ت) حدیث سے سند لائے تھے مسلمانوں کے کافر ومشرک بنانے کو اور بحمداللہ خود اپنے مشرک وکافر ہونے کا اقرار کرلیا کہ جب یہ وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں تو یہ متدل بھی انھیں کافروں

میں کا ایک ہے قضی الرجل علی نفسہ (آدمی نے اپنے خلاف فیصلہ کیا۔ت) اقرار مرد آزار مرد، المرء مواخذ باقرارہ (آدمی اپنے اقرار پر گرفتار ہوتا ہے۔ت) مدہوش بیچارہ خود کردہ را علاجے نیست میں گرفتار ہُوا، اور مسلمانوں کو تو خدا کی امان ہے اُن کے لئے اُن کے سچے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سچی بشارت آئی ہے کہ یہ امتِ مرحومہ ہرگز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی۔ امام احمد مسند اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امت کی نسبت فرماتے ہیں:

اماانھم لایعبدون شمساولاقمراولاحجراولاوثناولکن یراؤن باعمالھم۔

خبردار ہو بیشک وُہ نہ سورج کو پوجیں گے نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بُت کو، ہاں یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لئے اعمال کریں گے۔

(المسند لامام احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۲۴)

اسی لئے جب قیامت آنے کو ہوگی اور شرک محض کا وقت آئیگا ہوا بھیج کر مسلمانوں کو اٹھالیں گے والحمد للہ رب العٰلمین۔ پھر اہلِ عرب کے لئے خاص مژدہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے۔ احمد و مسلم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطٰن قدیئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینھم۔

بیشک شیطان اس سے ناامید ہوگیا کہ جزیرہ عرب کے نمازی اُسے پوجیں، ہاں اُن میں جھگڑے اُٹھانے کی طمع رکھتا ہے۔

(المسند لامام احمد بن حنبل از مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ ۳/ ۳۵۴)

(صحیح مسلم باب تحریش الشیطان الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۷۶)

(جامع الترمذی باب ماجاء فی التباعض مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶)

ابو یعلٰی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطان قد یئس ان تعبد الاصنام فی ارض العرب ولکنہ سیرضی منکم بدون ذلک بالمحقرات الحدیث۔ واصلہ عنہ عند احمد والطبرانی بسند حسن۔

یعنی شیطان یہ امید نہیں رکھتا کہ اب زمین عرب میں بت پوجے جائیں مگر وہ اس سے کم درجہ گناہ تم سے کرادینے کو غنیمت جانے گا جو حقیر وآسان سمجھے جاتے ہیں (الحدیث) اسے امام احمد اور طبرانی نے انھیں سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(مسند ابو یعلی از مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۵۱۰۰ مطبوعہ دار القبلۃ جدہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۵/ ۶۹)

بیہقی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تذکیراً اور حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تقریراً راوی حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وداع کرتے وقت ارشاد فرمایا:

ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرتکم ھذہ ولکن یطاع فیما تحتقرون من اعمالکم فقد رضی بذلک۔

یعنی شیطان کو یہ اُمید نہیں کہ اب تمھارے جزیرے میں اس کی عبادت ہوگی ہاں اُن اعمال میں اُس کی اطاعت کروگے جنھیں تم حقیر جانو گے وہ اسی قدر کو غنیمت سمجھتا ہے۔

(شعب الایمان وہو باب فی اخلاص العمل الخ حدیث ۶۸۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۴۰)

امام احمد حضرت عبادہ بن صامت وابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہما سے معاً راوی حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرۃ العرب۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

(۱۲۶/۴

بیشک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۶۵۶ ـ ۶۶۳)

(۷۳)

جن نفوسِ قدسیہ نے نعرۂ توحید و رسالت بلند کیا، اسلام کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا، حق کو پھیلانے کے لئے تن من دھن سب کچھ قربان کیا، اپنی جان، مال، اولاد سب کچھ قربان کیا، لیکن چمنستان اسلام کو سرسبز وشاداب رکھا، اس پر ذرہ برابر بھی آنچ نہیں آنے دی۔ آج بھی ان فرزندان توحید و رسالت کے نام زندہ ہیں، اس لئے مزارات پر چاہنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ لیکن باطل قوت ہر دور میں حق کو دبانے کی کوشش کرتی رہی ہے، جب ظالم اقتدار میں آیا، اہل حق پر ظلم کی بجلیاں گرائیں، ان فرزندان توحید و رسالت کو زندگی میں تو جو اذیت وتکالیف دی، لیکن دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی ان پر ظلم وستم کے سلسلے کو جاری رکھا اور ان نیک ہستیوں کے مزارات کو نشانہ بنایا جاتا رہا۔ جب نجد سے سر اٹھانے والا فتنہ محمد بن عبد الوہاب نجدی اقتدار میں آیا تو آتے ہی اپنے ناپاک مقاصد کے حصول میں مصروف ہو گیا، سب سے پہلے شاہِ اسلام محبوب رحمن صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مزار پر انوار کو نشانہ بناتے ہوئے اپنی بدنام زمانہ کتاب ''التوحید'' میں بکواس کی کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا روضہ صنم اکبر ہے، اس کو گرانا ضروری ہے۔ نہ صرف زبانی حملہ کیا، بلکہ مزار شریف کو شہید کرنے کی ناکام کوشش بھی کی اور یہ کوشش آج بھی جاری ہے۔

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منتقلی کی خبر بے بنیاد نہیں

مسجدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توسیع کے نام پر گنبدِ خضریٰ کو منہدم اور روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نامعلوم مقام پر منتقلی کی ایک سعودی نجدی مفتی کی تجویز کی خبر جب سے میڈیا میں آئی؛ مسلمانانِ عالم شدید بے چینی اور اضطراب میں ہیں۔ اس ناپاک منصوبے اور سازش کو حجازِ مقدس کے مشہور سُنّی عالمِ دین ومحققِ اہلِ سُنّت علامہ علوی مالکی علیہ الرحمہ کے شاگرد

حضرت ڈاکٹر محمد عرفان علوی صاحب نے طشت از بام کیا۔انہیں کے توسط سے یہ خبر برطانوی اخبارات اور العربیہ ڈاٹ نیٹ پر شائع کی گئی۔ہندستان میں الحاج محمد سعید نوری صاحب نے بذاتِ خود اور دیگر ذرائع سے بھی اس خبر کی تصدیق کے لیے سعودی قونصل سے رابطہ کیا تو انہوں نے اس خبر تصدیق کی نہ ہی تردید۔ اس سے نجدیوں کے مذموم عزائم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ خبر کے پھیلتے ہی عالمِ اسلام کی طرف سے شدید ردِ عمل کا اظہار کیا جانے لگا اور سعودی نجدی حکومت کی یہود نواز پالیسی سے عوامِ مسلمین آگاہ ہونے لگے اور سعودی نجدی حکومت کی مذمت ہونے لگی تو دو تین دن گزر جانے کے بعد سعودی حکومت کا وضاحتی بیان اُن ''ریال خوردہ'' اردو اخبارات میں شہ سرخی میں شائع ہوا جنہوں نے تین دنوں تک اِس منصوبے سے متعلق کوئی بھی چھوٹی موٹی خبر یا مراسلہ تک لگانے کی زحمت نہیں اُٹھائی!.......... اور وضاحتی بیان بھی کیا خوب تھا.......... شہ سرخی تو یہ تھی کہ ''روضۂ رسول کی منتقلی کی خبر بے بنیاد ہے''.......... مگر وضاحت میں اس بات کا اقرار بھی کیا گیا کہ مسجد نبوی کی توسیع کے لیے گنبدِ خضریٰ کو مسمار کرنے اور روضۂ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نامعلوم مقام پر منتقل کرنے کی ''تجویز'' سعودی حکومت کے ایک ''اسلامی اسکالر'' نے دی تھی۔.......... اللہ اکبر! گنبدِ خضریٰ کو شہید کرنے اور روضۂ رسول کو نامعلوم مقام پر منتقل کرنے کی تجویز پیش کرنے والا بد بخت ان کے نزدیک ''اسلامی اسکالر'' ہے! سعودی حکومت کا وضاحتی بیان آجانے کے بعد سعودی ریال پر پلنے والی جماعتوں کے منھ میں زبان آگئی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سعودی حکومت کی طرف سے وضاحتی بیان نہیں بلکہ نذرانہ آگیا ہے۔ اور سعودیوں کی طرف سے صفائی دینے والوں کی باڑھ لگ گئی۔سعودیوں کی ظاہری خدمات اور حاجیوں کے فراہم کرنے والی آسائیوں کی دُوہائی دی جانے لگی۔مگر یہ ناپاک اور کفریہ تجویز پیش کرنے والے نجدی مفتی کی جرأت اور گستاخی کو مجرمانہ انداز میں نظرانداز کیا گیا۔ہمیں حیرت تو اُن دیوبندی وہابی مقلدین پر ہوئی جو پورے برصغیر میں غیر مقلدین وہابیوں کے خلاف تحریری وتقریر طور پر برسرِ پیکار رہتے ہیں؛ آخر وہ لوگ کس مصلحت یا امید پر اس سعودی وہابی غیر مقلد مفتی کی خاموش حمایت کررہے ہیں؟ کیا گنبدِ خضریٰ کو شہید کرنے اور روضۂ

رسول کو نا معلوم مقام پر منتقل کرنے کی تجویز پیش کرنے والا شخص اور اس کی حمایت کرنے والے سعودی علما بشمول امامِ حرم گستاخِ رسول کے مجرم نہیں؟ .... یقیناً مجرم ہیں............ اور یقیناً قطعاً اجماعاً بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جریح و گستاخ کافر و مرتد اور واجب القتل ہے۔اس لیے تمام اہلِ سُنّت ان گستاخوں کے قتل کا مطالبہ کر رہے ہیں جو حق بجانب ہے۔گزشتہ ماہ فلسطین پر یہودی درندوں کے مظالم کے خلاف دو سعودی علما نے فلسطین کی حمایت میں دو جملے کہہ دیے تھے تو انہیں دوسرے ہی دن یہودی نواز سعودی حکمرانوں نے ملازمت سے برخاست کر دیا تھا۔مگر جب اسی حکومت کے ایک وہابی مفتی نے بارگاہِ رسول میں اتنی بڑی گستاخی کر دی پھر بھی وہ شخص ان کی نظروں میں ''اسلامک اسکالر'' ہے اور اپنے عہدے پر فائز بھی ہے اور اس کی گردن پر اس کا سر بھی قائم ہے! .... جب کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر سعودی حکومت اس ناپاک منصوبے میں شامل نہیں اور اسے متصور نہیں کر سکتی تو اسلامی قانون کی رُو سے اس گستاخ وہابی مولوی کے سر کو قلم کر دیا جاتا تا کہ مستقبل میں کوئی شخص اس قسم کی جرأت نہ کر سکے............ مگر بے خودی یوں ہی نہیں، کچھ تو پردہ داری ضرور ہے کہ حجازِ مقدس پر ناجائز سعودی قبضہ کے بعد سے اب تک کئی مرتبہ پندرہ بیس سال کے وقفے سے ایسے منصوبے پیش کیے گئے۔ کچھ پر عمل بھی ہوا۔اس کا منہ بولتا ثبوت جنت البقیع اور جنت المعلیٰ کے اصحاب واہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے مزارات ہیں جنہیں سعودی قبضہ کی پہلے ہی دہائی میں شہید کر دیا گیا۔ اس کے بعد گنبدِ خضریٰ پر گولیاں برسائی گئیں،وہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنہوں نے والدین کی عظمت واحترام کا درس دیا انہیں کی والدۂ ماجدہ رضی اللہ عنہا کو (معاذ اللہ) مشرکہ کہہ کر ان کے مزار کو شہید کر دیا گیا اور اطراف میں کانچ کے ٹکڑے اور کانٹے بچھا دیے گئے تا کہ کوئی حاضر نہ ہو سکے۔روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہابی کتابوں میں ''صنم کدۂ اکبر'' آج بھی لکھا جا رہا ہے، گنبدِ خضریٰ کو شرک کا سب سے بڑا مرکز کہا اور لکھا جا رہا ہے۔بارگاہِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب واحترام اللہ پاک نے بتایا؛اسی بارگاہ میں باادب کھڑے رہنے والوں کو مشرک بتایا جا رہا ہے۔اور یہ سب سعودی حکام اور وہابی علما کی مرضی سے ہوا اور ہو رہا

ہے۔جس کی مذمت ہر غیرت مند مسلمان کرتا ہے اور حضور مفتیِ اعظمِ ہند علیہ الرحمہ کے اس شعر پر آمین بھی کہتا ہے کہ

ع ترے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد الٰہی نکلے یہ مجدی بلا مدینے سے

(India, Waseem Ahmed Rizvi)

(۷۴)

هُوَ الَّذِىٓ اَرْسَلَ رَسُولَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔

(پارہ۱۰التوبہ ۳۳)

(۷۵)

مجدیوں کا عوام کو دھوکہ

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں عراق کو فتنوں کی سرزمیں قرار دیا ہے، اور تاریخ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ ہمیشہ بڑے بڑے فتنے عراق ہی سے نمودار ہوئے ہیں، اور آج بھی ہم اپنی کھلی آنکھوں سے یہاں کے فتنہ کو دیکھ رہے ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔ حدیث میں اس تنبیہ سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہی ہے کہ اس سرزمین کے فتنوں سے ہوشیار رہا جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض لوگوں نے فتنوں کے اس مرکز کو شریعت کا ماخذ بنا رکھا ہے اور جب انہیں متنبہ کیا جاتا ہے اور حدیث پیش کی جاتی ہے تو وہ حدیث کی من مانی تاویل اور معنوی تحریف پر اتر آتے ہیں۔

اصل حقیقت

مولنا امین الدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائلہ کا فر

مایاردالمحتار حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیر بیانِ خوارج فرماتے ہیں:

کماوقع فی زماننا فی اتباع بن عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذھب الحنابلة لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اھل السنة وقتل علمائھم حتی کسر اللہ تعالٰی شوکتھم وخرب بلادھم وظفربھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف۔ والحمدللہ رب العٰلمین۔

یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ عبدالوہاب سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان اور جو اُن کے مذہب پر نہیں وہ مشرک ہیں اس وجہ سے انھوں نے اہلسنّت وعلمائے اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرالیا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اُنکی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر ویران کئے اور لشکرِ مسلمین کو اُن پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

(ردالمحتار کتاب الجہاد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۳۹)

توجہ رہے کے علامہ شامی کوئی معمولی شخصیت نہیں آپ عرب وعجم میں یکساں مقبول ہیں اور اعلیٰ حضرت سے پہلے کے بزرگ ہیں نیز سلیمان بن عبدالوھاب (نجدی کے بھائی) کا بھی یہی قول ہے۔

(۷۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطٰن قدیئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینھم۔

بیشک شیطان اس سے ناامید ہوگیا کہ جزیرہ عرب کے نمازی اُسے پوجیں، ہاں اُن میں جھگڑے اُٹھانے کی طمع رکھتا ہے۔

(المسند لامام احمد بن حنبل از مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ کتب خانہ

رشیدیہ ۳/ ۳۵۴)

(صحیح مسلم باب تحریش الشیطان الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۷۶)

(جامع الترمذی باب ماجاء فی التباعض مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطان قدیئس ان تعبد الاصنام فی ارض العرب ولکنہ سیرضی منکم بدون ذلک بالمحقرات الحدیث۔ واصلہ عنہ عند احمد والطبرانی بسند حسن۔

یعنی شیطان یہ امید نہیں رکھتا کہ اب زمین عرب میں بت پوجے جائیں مگر وہ اس سے کم درجہ گناہ تم سے کرادینے کو غنیمت جانے گا جو حقیر وآسان سمجھے جاتے ہیں (الحدیث) اسے امام احمد اور طبرانی نے انھیں سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(مسند ابویعلی از مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۵۱۰۰ مطبوعہ دار القبلۃ جدہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۵/ ۶۹)

بیہقی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تذکیراً اور حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تقریراً راوی حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وداع کرتے وقت ارشاد فرمایا:

ان الشیطان قدیئس ان یعبد فی جزیرتکم ھذہ ولکن یطاع فیما تحتقرون من اعمالکم فقد رضی بذلک۔

یعنی شیطان کو یہ اُمید نہیں کہ اب تمھارے جزیرے میں اس کی عبادت ہوگی ہاں اُن اعمال میں اُس کی اطاعت کروگے جنھیں تم حقیر جانو گے وہ اسی قدر کو غنیمت سمجھتا ہے۔

(شعب الایمان وہو باب فی اخلاص العمل الخ حدیث ۶۸۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۴۰)

حضرت عبادہ بن صامت وابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہما سے معاً راوی حضور سید الکونین صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرۃ العرب۔

بیشک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش ہو۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۴/۱۲۶)

(۷۷)

مدینہ منورہ میں رہائش کا ثواب

حضرتِ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، "اگر لوگ جانتے کہ مدینہ منورہ ان کے لئے بہتر ہے اور جو اس شہر سے منہ پھیر کر اسے چھوڑ دے گا اللہ عزوجل اس سے بہتر لوگوں کو اس شہر میں بسادے گا اور جو اس میں تنگدستی اور یہاں کی تکالیف پر ثابت قدم رہے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا گواہی دوں گا۔"

(مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، رقم ۱۳۶۳، ص ۷۰۹)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، "جو میری امت میں سے مدینہ میں تنگدستی اور سختی پر صبر کریگا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے لئے گواہی دوں گا۔"

(مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ، رقم ۱۳۷۸، ص ۷۱۶)

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں چیزوں کے نرخ بڑھ گئے اور حالات سخت ہوگئے تو نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، "صبر کرو اور خوش ہوجاؤ کہ میں نے تمہارے صاع اور مُد کو بابرکت کردیا اور اکٹھے ہوکر کھایا کرو کیونکہ ایک کا کھانا دو کو کفایت کرتا ہے اور دو کا کھانا چار کو کفایت کرتا ہے اور چار کا کھانا پانچ اور چھ کو کفایت کرتا ہے اور بیشک برکت جماعت میں ہے تو جس نے مدینہ کی تنگدستی اور سختی پر صبر کیا میں

قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جو اس کے حالات سے منہ پھیر کر مدینہ سے نکلا اللہ عزوجل اس سے بہتر لوگوں کو اس میں بسادے گا اور جس نے مدینہ سے برائی کرنے کا ارادہ کیا اللہ عزوجل اسے اس طرح پگھلادے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔"

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب الصبر علی جھد المدینہ، رقم ۵۸۱۹، ج ۳، ص ۶۵۷ ۔)

حضرتِ سیدنا اَفلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ سیدنا یزید بن ثابت اور سیدنا ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قریب سے گزرا ۔ یہ دونوں "مسجد جنائز" کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا، "کیا تمہیں وہ بات یاد ہے جو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے ہمیں اسی مسجد میں بیان فرمائی تھی؟" تو دوسرے نے کہا، "ہاں مدینہ شریف کے بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خیال تھا کہ عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں زمین کی فتوحات کھول دی جائیں گی اور لوگ اس کی طرف نکل کھڑے ہونگے تو وہ خوشحالی اور عیش وعشرت اور لذیذ کھانے پائیں گے پھر اپنے حج یا عمرہ کرنے والے بھائیوں کے پاس سے گزریں گے تو ان سے کہیں گے تم تنگدستی اور سخت بھوک کی زندگی کیوں گزار رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مرتبہ یہ جملہ دہرایا کہ "جانے والا اور رہ جانے والا" اور مدینہ ان کے لئے بہتر ہے جو اس میں ٹھہرا رہے اور مرنے تک تنگدستی وسختی پر صبر کرے میں اس کی گواہی دوں گا یا شفاعت کروں گا۔"

(المعجم الکبیر لطبرانی، رقم ۳۹۸۵، ج ۴، ص ۱۵۳)

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، "میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے اور میری اس مسجد میں ایک جمعہ ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار جمعہ ادا کرنے سے افضل ہے اور میری اس مسجد میں رمضان کا ایک مہینہ گزارنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر

مساجد میں ایک ہزار ماہِ رمضان گزارنے سے افضل ہے۔"
(شعب الایمان، باب فی المناسک فضل الحج والعمرۃ، رقم ۴۱۴۷، ج ۳، ص ۴۷۶)

حضرتِ سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، "مدینہ منورہ میں رمضان کا ایک مہینہ گزارنا دیگر شہروں میں رمضان کے ایک ہزار مہینے گزارنے سے بہتر ہے اور مدینہ منورہ میں ایک جمعہ ادا کرنا دیگر شہروں میں ایک ہزار جمعے ادا کرنے سے بہتر ہے۔"
(طبرانی کبیر، رقم ۱۱۴۴، ج ۱، ص ۳۷۲)

(۷۸)

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔

(پارہ ۱۰ التوبہ ۳۳)

(۷۸)

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ۔

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھا لاتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا۔

(پارہ ۸ الانعام ۱۱۱)

(۷۹)

لَیسَ عَلَی الَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیمَا طَعِمُوا اِذَا مَا اتَّقَوا وَّ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّ اٰمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّ اَحسَنُوا،

ترجمہ کنزالایمان: جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر کچھ گناہ نہیں جو کچھ انہوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور نیکیاں کریں پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں۔

(پارہ ۷ المآئدہ ۹۳)

(۸۰)

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَکُم وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوثَ وَیَعُوقَ وَنَسرًا ﴿۲۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا وَدّ اور سُوَاع اور یَغوث اور یَعوق اور نَسر کو۔

(پارہ ۲۹ نوح ۲۳)

(۸۱)

اَجَعَلَ الاٰلِهَةَ اِلٰـهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کردیا بیشک یہ عجیب بات ہے۔

(پارہ ۲۳ ص ۵)

(۸۲)

اَلَم اَعهَد اِلَیکُم یٰبَنِی اٰدَمَ اَن لَّا تَعبُدُوا الشَّیطٰنَ اِنَّهٗ لَکُم عَدُوٌّ مُّبِینٌ ﴿۶۰﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بیشک وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے۔

(پارہ ۲۳ یٰس ۶۰)

(۸۳)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ۬ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾

سب خوبیاں اللہ کو جس نے آسمان اور زمین بنائے اور اندھیریاں اور روشنی پیدا کی اس پر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

(پارہ۷ الانعام۱)

(۸۴)

کوئی یہ خیال ہرگز نہ کرے کہ حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ملت ابراھیمی کے علاوہ کسی اور دین وملت پر تھے۔ حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضور اکرم سید عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ابوین کریمین رضی اللہ عنہما اور آپ کے نسب پاک میں آدم وحوا سے لے کر آمنہ وعبداللہ بن عبدالمطلب صلّی اللہ علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام تک سارے مومن وموحد ہوئے ہیں کوئی فرد نجاست کفر وشرک سے ملوث نہیں۔ امام سیوطی مجدد صدی عشر نے چند رسائل محاسن اس مسئلہ پر تحریر فرمائے۔ اور سرکار مجدد اعظم بریلوی رضی اللہ عنہ نے شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام میں ثابت فرمایا کہ نسب پاک طیب وطاہر افراد رجال ونساء پر مشتمل ہے ابو طالب کا سبل علیٰ ملۃ عبدالمطلب سے مطلب یہ ہے کہ میں حضور اقدس سید عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رسالت کا اقرار نہ کروں گا۔ اور دوسری روایت میں ہے اخترت النار علی العار میں نے عار پر نار کو ترجیح دی۔ الرضوی۔